ماہ مئی 2021

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم وادب کا حلقہ یہ پاسباں ہمارا : سارے چمن سے اچھا یہ گلستاں ہمارا
(مولانا عبدالبر قاسمی اعظمی)



جمع و ترتیب

مسعود اعجازی اورنگ آبادی ممبر پاسبان علم وادب

نام کتابچہ	: پاسبانی تراشے
جمع و ترتیب	: مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
صفحات	: دوسو آٹھ (208)
اشاعت	: ماہ مئی 2021
ترتیب و تزئین	: مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
موبائل نمبر	: (+91) 7387127358

پاسبانی تراشے کے نئے پرانے سبھی شمارے حاصل کریں

واٹسپ :- https://chat.whatsapp.com/K1BxridG9f84GdxxaxgB63

ٹیلگرام :- https://t.me/PasbaniTrashemmejazi

فہرست مضامین

دعائیہ نظم

بقلم :- مفتی محمد رضوان اعظمی، قاسمی

الٰہی رحم فرما ہم ترے __ کمزور بندے ہیں
مثال اپنی زمانے میں یہ نازک سے پتنگے ہیں

ترا فرمان ہے رحمت تری ، غصے پہ بھاری ہے
ہر اک مخلوق پر لطف و کرم ہر آن جاری ہے

بجا ہے ہم نے تجھ کو اس قدر ناراض کرڈالا
ترے احکام سے ہم نے بہت اعراض کر ڈالا

تجھے حق ہے مرے مولا سزائے معصیت دیدے
مگر شانِ کریمی سے __ تو ہم کو عافیت دیدے

نہیں ہم میں سکت ہم سرخ رو ہوں آزمائش میں
ہمارا جرم ہے ہم تجھ کو بھولے تھے کشائش میں

ستمھائے وبا سے مبتلائے درد ہے دنیا
یہ آفت ختم کردے اے خدائے قادر و یکتا

یہ اپنوں کے جنازے کب تلک کاندھوں پہ اٹھیں گے
بلا غسل و کفن کب تک انہیں قبروں میں رکھیں گے

دوائی ہے نہ بستر ہے نہ کوئی غمگسار اپنا
تڑپتی آدمیت کو دکھادے شاہکار اپنا

ترے دربار میں رضواں یہی فریاد لایا ہے
غریبوں بے کسوں کے حال کی روداد لایا ہے

نعت رسول مقبولﷺ

بقلم :- حافظ عامر اعظمی ، العین

اے نبی آپ سا ذیشان نہیں ہے کوئ
اے نبی آپ سا سلطان نہیں ہے کوئ

نعت کہنی ہو ، عقیدت کا قرینہ سیکھو
نعت کہنی میاں آسان نہیں ہے کوئ

نعت کہنے کی محبت میں ، فدا ہیں لیکن
جتنے ہیں ان میں سے حسان نہیں ہے کوئ

حق کو حق اور جو باطل کو بھی باطل کہہ دے
کیا یہاں صاحب ایمان نہیں ہے کوئ

دل میں مکے کی مدینے کی ہیں یادیں آباد
کیسے ایمان کا سامان نہیں ہے کوئ؟

آپ کا ذکر چلے کیوں نہ پڑھے کوئ درود
ایسی سنت سے تو انجان نہیں ہے کوئ

کوئ سنت ہو بڑی چھوٹی نہیں ہے **عامر**
روح سب میں ہی ہے بیجان نہیں ہے کوئ

حرفِ چند

بقلم :- مسعود اعجازی اورنگ آبادی

الحمدللہ ! **پاسبانی تراشے ماہ مئی 2021** آپ کی اسکرین پر موجود ہے۔۔۔۔
پاسبانی تراشے! میں آپ دیکھیں گے بہترین حمد و نعت ، ملک کے موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ ہندیہ کے لئے رہنمائی کرتے مضامین، سیاسی سماجی مسائل پر دلچسپ تبصرے ، صحت و طب کے متعلق مفید مشورے ، مرحومین پر تعزیتی تحاریر، اصلاح معاشرہ پر تازہ بتازہ مضامین آئے دن پیش آنے والے نت نئے مسائل اور ان کا حل، اور بھی بہت کچھ۔۔۔۔۔
پاسبانی تراشے! سوشل میڈیا کے شہر آفاق گروپ **پاسبان علم و ادب** کے ممبران کے قلم سے نکلنے والے قیمتی ادبی اصلاحی تراشوں کا مجموعہ ہے
ہم نے کوشش کی ہے اس رسالے کو خوب سے خوب تر بنانے کی مزید کے لئے آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا۔۔۔۔
آپ کی دعاؤں اور مفید مشوروں سے ہمیں حوصلہ ملتا ہے۔۔
نوٹ :- یہ رسالہ صرف برقی شائع کیا جاتا ہے

العبد مسعود اعجازی اورنگ آبادی

پانی پلانا بھی صدقہ ہے

بقلم :- مولانا شفیق قاسمی ، بانئ پاسبان

124: عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟
قَالَ: "سَقْيُ الْمَاءِ". (صحیح سنن النسائی، کتاب الوصایا، 3665)

حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی پلانا.

ف: معلوم ہوا کہ رضائے الہی کے جذبے سے سرشار ہوکر پیاسوں کو پانی پلانا، ان کے لیے نل، ٹیوب ویل وغیرہ لگاکر پانی کا انتظام کردیناجنت میں لے جانے والا ایک عظیم عمل و بہترین صدقہ ہے.
حالات میں اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے اس لیے ہمیں اس کار خیر میں پیچھے نہیں رہنا چاہیے.

غریب الحدیث پر ایک نظر

بقلم :- مولانا محمد انوار خان قاسمی بستوی

لغت میں غریب کا اطلاق ان الفاظ پر کیا جاتا ہے جن میں غموض اور خفا پایا جائے۔ غریب الحدیث متنِ حدیث کے وہ پیچیدہ الفاظ ہیں جن کے معانی میں قلتِ استعمال کی وجہ سے خفا پایا جاتا ہے، اور اس کی وجہ سے یہ الفاظ مشکل الفہم ہوجاتے ہیں۔

امام نوویؒ غریب الحدیث کی تعریف کرتے ہوئے التقریب والتیسیر لمعرفة سنن البشیر ص۸۷ پر فرماتے ہیں: هو ما وقع في متن الحديث من لفظة غامضة بعيدة من الفهم لقلة استعمالها۔ (غریب الحدیث متنِ حدیث کا وہ غامض لفظ ہے جو قلتِ استعمال کی وجہ سے بعید عن الفہم ہو۔)

حافظ ابن الصلاحؒ مقدّمة ابن الصلاح میں ص۲۷۲ پر اس کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: هو عبارة عما وقع في متون الأحاديث من الألفاظ الغامضة البعيدة من الفهم لقلة استعمالها۔ (غریب الحدیث متونِ احادیث کے ان مغلق الفاظ کا نام ہے جو قلتِ استعمال کی وجہ سے بعید عن الفہم ہوں۔)

امام الادباء والناقدین علامہ زمخشریؒ الفائق في غريب الحديث ص۱۲ پر اپنے بلیغ اوراچھوتے اسلوب میں فرماتے ہیں: كشف ما غرب من ألفاظه واستبهم،

وبيان ما اعتاص من أغراضه واستعجم (اس فن کا موضوع حدیث کے پیچیدہ اور مبہم الفاظ کی توضیح، اور اس کے مغلق اور دشوار معانی کی تشریح ہے۔)

حافظ سخاویؒ فتح المغيث بشرح ألفية الحديث ج۳ص۴۱۲ پر فرماتے ہیں: ما يخفى معناه من المتون لقلة استعماله ودورانه، بحيث يبعد فهمه، ولا يظهر إلا بالتنقير عنه من كتب اللغة (غریب الحدیث متونِ حدیث کے وہ مفردات ہیں جن کے معانی قلتِ استعمال اور قلتِ تداول کی وجہ سے مخفی ہوں، یہاں تک کہ ان کا سمجھنا مشکل ہوجائے، اور ان کے معانی لغت کی کتابوں کی چھان بین کے بعد ہی معلوم کئے جا سکیں۔)

غریب الحدیث کو علمِ حدیث کے متعلقہ علوم میں بڑی اہمیت حاصل ہے؛ کیوں کہ اس کے ذریعہ معانئِ حدیث کو سمجھا جاتا ہے، اور پھر اسی کے مطابق اس پر حکمِ شرعی مرتب ہوتا ہے، اور اسی بنیاد پر احکام کا استنباط کیا جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امام عز الدین بن عبد السلامؒ نے اپنی کتاب قواعد الأحكام في إصلاح الأنام ج۲ص۳۳۷ پر اس فن کے سیکھنے کو واجب قرار دیا ہے۔ آپ بدعت کی پانچ اقسام ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: أَحَدُهَا: الِاشْتِغَالُ بِعِلْمِ النَّحْوِ الَّذِي يُفْهَمُ بِهِ كَلَامُ اللَّهِ وَكَلَامُ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَذَلِكَ وَاجِبٌ لِأَنَّ حِفْظَ الشَّرِيعَةِ وَاجِبٌ وَلَا يَتَأَتَّى حِفْظُهَا إلَّا بِمَعْرِفَةِ ذَلِكَ، وَمَا لَا يَتِمُّ الْوَاجِبُ إلَّا بِهِ فَهُوَ وَاجِبٌ. الْمِثَالُ الثَّانِي: حِفْظُ غَرِيبِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنْ اللُّغَةِ. (علمِ نحو سیکھنا جس کے

ذریعہ خدا اور اس کے رسول کے کلام کو سمجھا جا سکے واجب ہے، کیوں کہ شریعت کی حفاظت واجب ہے اور شریعت کی حفاظت اسی علم ہی سے ممکن ہے، اور جس چیز کے حصول کےبغیر کسی واجب کو ادا نہ کیا جاسکے تو پھر اس چیز کا حصول واجب ہوجاتا ہے۔ اس کی دوسری مثال قرآن وسنت کے غریب الفاظ کو یاد کرنا ہے۔)

غریب الحدیث کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب ابو عبیدہ معمر بن المثنیؒ ۱۱۰-۲۰۹ھ کے ذریعہ لکھی گئی۔ ابو عبیدہؒ کی یہ کتاب ایک مختصر کتابچہ کی شکل میں تھی، اور اس میں بہت سے الفاظ شامل نہیں کئے گئے تھے۔ یہ کتاب مختصر اس لیے تھی کیوں کہ اس زمانہ کے لماء اورطلبہ غریب الحدیث کے بارے میں اچھی معلومات رکھتے تھے، اور متاخرین کی طرح اُس دور میں علمِ لغت کے تیئں کم علمی نہیں پائی جاتی تھی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر فن پر لکھی گئی سب سے پہلی کتاب مختصر ہی ہوتی ہے، بعد میں جب متعدد دماغ کسی ایک فن میں لگتے ہیں تو پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس فن کے نوک پلک درست ہوجاتے ہیں، اور وہ ایک مکمل طور پر ترقی یافتہ فن کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

اس کے بعد امام ابوالحسن نضر بن شمیل مازنیؒ ۲۰۳-۱۳۲ھ نے ابو عبیدہ کی بنسبت ایک بڑی کتاب تصنیف فرمائی، اگرچہ یہ کتاب بھی مختصر ہی تھی۔ اس کے بعد امام اصمعی عبد الملک بن قریبؒ کا ۱۲۲-۲۱۶ھ کا دور آیا۔ اصمعیؒ کوعلمِ لغت کے کبارِ ائمہ میں گردانا جاتا ہے۔ موصوف نے اس موضوع پر ایک شاندار کتاب تصنیف کی۔ اسی طرح سے علامہ قطربؒ ۲۰۹ھ نے بھی اس موضوع پر کچھ لکھا۔ اسکے بعد امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ ۱۵۷-۲۲۴ھ کا دور آیا۔ابو عبیدؒ کا شمار کبارِ مجتہدین میں ہوتا ہے

حدیث، ادب، فقہ اور لغت میں آپ یدِ طولی رکھتے تھے۔ اس کتاب کی تصنیف بتدریج چالیس سال میں عمل میں آئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کتاب نے اکثر غریب الفاظ کا احاطہ کرلیا، اور امام ابوعبیدؒ نے اس میں احادیث وآثار، اور اس سے متعلق لطیف علمی فوائد ونکات کا کثرت سے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم قتیبہ دینوریؒ ۲۱۳-۲۷۶ھ کا زمانہ آیا، اور موصوف نے اپنی مشہور کتاب تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں ابن قتیبہؒ نے ابو عبیدؒ کے منہج کو سامنے رکھا، اور ابو عبیدؒ سے جو چیزیں چھوٹ گئی تھیں صرف انھیں کو اس میں شامل کیا گیا۔ اس طرح سے متعدد کبارِ ائمہ جیسے مبردؒ، ثعلبؒ، محمد بن القاسم انباریؒ، سلمہ بن عاصم نحویؒ، محمد بن حبیب بغدادیؒ، عبد الملک بن حبیب مالکیؒ وغیرہ بے شمار علماءِ نحو ولغت، اور ائمۂ فقہ وحدیث نے اس موضوع کو اپنی علمی کاوش کا موضوع بنایا۔ اس کے بعد امام خطابیؒ متوفی ۳۷۸ھ کا دور آیا، اور موصوف نے غریب الحدیث کے موضوع پر اپنی مشہور تصنیف رقم کی۔ اس کتاب میں خطابیؒ نے ابو عبیدؒ اور ابن قتیبہؒ کے منہج ہی کو سامنے رکھا، اور خصوصی طور پر ان کلمات کی جانب توجہ دی جو ان دونوں حضرات کی کتابوں میں موجود نہ تھے۔

ابو عبیدؒ، ابن قتیبہؒ اورخطابیؒ کی کتابوں کو اس موضوع پر امہات الکتب سمجھا جاتا ہے، اور عالمِ اسلام میں ان کتابوں پر ہمیشہ علماء کا اعتماد رہا ہے؛ لیکن ان کتابوں کی ترتیب پیچیدہ ہونے کی وجہ ان سے استفادہ آسان نہیں تھا۔ کسی لفظ کو بڑی تلاش اور کافی جستجو کے بعد ہی پانا ممکن تھا۔ اس لیےامام ابو بید احمد بن محمد بن عبد الرحمن باشانی ہرویؒ متوفی ۴۰۱ھ نےغریب الحدیث کےموضوع پر اپنی مشہورتصنیف لکھی جس میں

قرآن اور حدیث دونوں ہی کے غریب کلمات کو جمع کیا گیا، اور اس کتاب کو حروف معجم کے مطابق مرتب کیا گیا جس کی بنا پر کسی بھی لفظ کو بڑی آسانی سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد **امام الادباء والمفسرین، قدوۃ اللغویین والنحویین امام ابوالقاسم جار اللہ زمخشری**ؒ متوفی ۵۳۸ھ کا دور آیا اور موصوف نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف الفائق في غریب الحدیث رقم کی۔

اس کے بعد ابو بکر محمد بن ابي بکر مدیني اصفہانیؒ متوفی ۵۸۱ھ نے ہرویؒ کے انداز پر ان غریب القرآن اور غریب الحدیث کو جمع کیا جو ان سے چھوٹ گئی تھیں، اور اس کتاب کو ہرویؒ ہی کی ترتیب کے مطابق رکھا۔اسی طرح سےامام ابوالفرج ابن الجوزیؒ نے ہرویؒ کے نہج پر اپنی کتاب لکھی؛ لیکن اس میں غریب القرآن کا ذکر نہیں کیا۔

اس کے بعد امام ابن الاثیر مجد الدین مبارک بن محمد بن محمد شیبانیؒ کا دور آیا اور موصوف نے اپنی عظیم الشان کتاب **النہایۃ في غریب الحدیث والأثر** تصنیف کی۔ اس ڈکشنری کو حروف معجم کے انداز پرمرتب کیا گیا۔ اس کتاب کو آج غریب الحدیث کے موضوع پر سب سے اہم مرجع مانا جاتا ہے۔

اس کے بعد علامہ محمد طاہر پٹنیؒ نے اپنی انتہائی عظیم الشان معجم موسوم **بمجمع بحار الأنوار في غرائب التنزیل ولطائف الأخبار** تصنیف فرمائی۔یہ اس موضوع پر جامع ترین تصنیف گردانی جاتی ہے۔ مؤرخ الہند، علامہ عبد الحیی حسنیؒ کتاب اور صاحبِ کتاب دونوں کے بارے میں **نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر** ج۴ص۴۱۰

پر فرماتے ہیں: **وله مصنفات جليلة ممتعة أشهرها وأحسنها كتابه مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار في مجلدين كبيرين، جمع فيه كل غريب الحديث وما ألف فيه، فجاء كالشرح للصحاح الستة، وهو كتاب متفق على قبوله بين أهل العلم منذ ظهر في الوجود، وله منة عظيمة بذلك العمل على أهل العلم۔** (موصوف متعدد عظیم الشان اور نافع کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سب سے زیادہ مشہور اور عمدہ آپ کی کتاب **مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار** ہے جو دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ مصنف نے غریب الحدیث کی تمام کتابوں کو اس میں جمع کردیا ہے۔ گویا کہ یہ کتاب صحاحِ ستہ کی شرح ہے اور جب سے یہ کتاب منصۂ شہود پر آئی ہے، اس وقت سے آج تک اس کی مقبولیت پر تمام اہلِ علم کا اتفاق رہا ہے۔ اس کارنامہ کے ذریعہ موصوف نے اہلِ علم پر احسانِ عظیم کیا ہے۔)

یہ کتاب مطبوع اور متداول ہے اور علمِ حدیث سے اشتغال رکھنے والے حضرات کے لیے ایک ناگزیر اور نہایت مفید تصنیف ہے۔ اس کتاب کے ایک نسخہ پر محدث الہند، علامہ حبیب الرحمن اعظمیؒ کی تحقیقات اور قیمتی حواشی بھی ہیں جو بیروت سے طبع بھی ہوچکا ہے.

ایک نامعلوم تعزیتی سفر

بقلم :- مولانا شیخ محمد خالداعظمی ، ترجمان پاسبان

8 اپریل بروز جمعرات ہمارا پانچ رکنی پاسبانی وفد مبارک پور خیرآباد ہوتے ہوئے مشرقی یوپی کے صنعتی شہر مئو پہونچا
مولانا عبد البر صاحب نے کسی کو راستے ہی میں کال کردیا تھا کہ ہم کچھ لوگ تعزیت کیلئے آرہے ہیں
مولانا اکرم صاحب نے بھی اپنے کسی سوشلیائی شناسا کو بتادیا کہ ہم مئو آرہے ہیں.اگر ممکن ہو تو ملاقات ہوجائے.
مغرب کا وقت ہوچکا تھا ہم لوگ سیدھے مولانا عبد البر صاحب کی رہنمائی میں وہاں پہونچے جہاں تعزیت کرنی تھی.
بندہ کی کسی سے شناسائی نہیں تھی اور نہ ہی تعزیت کے بارے میں پہلے سے علم تھا اور نہ ہی یہ معلوم تھا کہ کس کی تعزیت کرنی ہے.
ہم لوگ گاڑی سے اترے تو ان کے صاحبزادے پہلے سے موجود تھے جن کا دو ماہ قبل انتقال ہوا تھا.
وہ ہمیں پہلے مسجد لے گئے
جو پرانے زمانے کی ایک عالیشان مسجد تھی باہری حصے میں رنگ و روغن اور کچھ کمی زیادتی کے ذریعے اسے ایک جدید مسجد میں تبدیل کردیا گیا تھا لیکن اندر کا بالائی حصہ مرور ایام کے باوجود اب بھی اپنی دیرینہ شان و شوکت کا قصیدہ سنا رہا تھا

مفتی شاکر قاسمی صاحب نے لحن داؤدی میں مغرب کی نماز پڑھائی
نماز کے بعد سلام و مصافحہ کرنے والوں کا تانتا لگا ہوا تھا
شاید میزبان نے لوگوں کو بتادیا تھا کہ شیخ عبدالحق اعظمی نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے تشریف لائے ہیں.
شیخ نے زندگی کا معتدبہ حصہ مئو میں گزارا تھا آج بھی ان کے معتقدین اور محبین کی اچھی خاصی تعداد وہاں موجود ہے
وہ لوگ بھی انھیں میں سے تھے جنکے یہاں ہم لوگ تعزیت کیلئے گئے تھے.
ماموں مسجد میں سلام و مصافحہ کا والہانہ انداز دیکھ کر دنگ تھے وہ لمحہ موبائل میں قید نہیں ہوسکا جس کا ماموں کو از حد افسوس ہے..
بقول ماموں اس قدر والہانہ استقبال تو بڑے بڑے علماء و مشائخ کا بھی نہیں دیکھا
مطلع اب بھی میرے لئے گرد آلود تھا کیونکہ ابھی بھی مجھے معلوم نہیں ہوسکا تھا کہ ہم کس کی تعزیت کیلئے آئے ہیں
مسجد سے نکلنے کے بعد راستے میں میزبان کے گھر جاتے ہوئے معلوم ہوا کہ مئو کی ایک عظیم دینی علمی سماجی اور ملی شخصیت جسے زمانہ مولانا نذیر احمد نعمانی صاحب کے نام سے جانتا ہے انھیں کا دو ماہ قبل انتقال ہوا ہے اور مولانا عبد البر صاحب انھیں کے صاحبزادگان کی تعزیت کیلئے آئے ہیں.
مولانا نذیر احمد نعمانی صاحب رحمۃاللہ علیہ سے شیخ عبد الحق اعظمی نوراللہ مرقدہ کے گہرے مراسم اور گھریلو تعلقات تھے.
اور دونوں میں بہت محبت تھی..

جب شیخ عبدالحق اعظمی نوراللہ مرقدہ مئو سے دیوبند تشریف لے گئے تو مولانا نذیر احمد نعمانی صاحب اپنے چند رفقاء کیساتھ انھیں واپس مئو لانے کیلئے دیوبند گئے تھے تاکہ شیخ کو مناکر دوبارہ مئو لایا جائے جائے اس سے شیخ کے ساتھ اہل مئو خصوصاً مولانا نذیر احمد نعمانی صاحب کے تعلق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے.

مولانا نذیر احمد نعمانی صاحب کی عبقری شخصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے مولانا نورعالم خلیل الامینی، مفتی قاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم متہم دارالعلوم دیوبند ان کے اجل تلامذہ میں سے ہیں

بقول مفتی شاکر صاحب مولانا نور عالم خلیل الامینی صاحب اپنے سبق میں ایک مرتبہ ضرور ان کا تذکرہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج نورعالم انھیں کی وجہ سے نورعالم خلیل الامینی ہے.

بہرحال ہم لوگ پہلے مولانا نذیر احمد نعمانی صاحب کے پرانے مکان پر گئے جہاں ان کے ایک بیٹے سکونت پذیر ہیں اور مئو آنے پر شیخ عبدالحق صاحب عموماً یہیں قیام کرتے تھے.

وہاں کچھ دیر بیٹھے چاے وغیرہ سے اعزاز کیا گیا

پھر ہم لوگ مولانا نذیر احمد نعمانی صاحب کے بڑے بیٹے مولانا انظر کمال صاحب کیساتھ ان کے نئے مکان پر گئے

مولانا انظر کمال صاحب دامت برکاتہم ایک جید عالم دین ہیں

محدث اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ مرقاۃ العلوم میں شیخ الحدیث ہیں.

انتہائی متواضع اور خرد نواز ہیں.

یہاں پر کافی لوگ جمع ہوگئے تھے ماموں کو جن سے ملنا تھا وہ بھی یہیں آگئے تھے
شیخ عبدالحق اعظمی یہاں بھی تشریف لاتے تھے اور گھر کے مرد عورت بچے جوان
ان کے مواعظ سے مستفید ہوتے تھے...
مولانا نذیر احمد نعمانی صاحب رحمۃاللہ علیہ کے سانحہ ارتحال پر بہت سے بڑے بڑے
لوگوں کے تعزیتی پیغامات آچکے تھے اسے بھی ہم لوگوں نے دیکھا اور پڑھا
قاری محمود عالم بلباوی استاذجامعہ حسینیہ لال دروازہ جونپور کی ایک تعزیتی نظم بھی تھی
ماموں جان نے لوگوں کی فرمائش پر اپنے مخصوص لب ولہجے میں اسے پڑھ کر سنایا
جبکہ اس سے پہلے ماموں مبارک پور میں نان اسٹاپ بغیر تکان کے بہت کچھ سنا چکے
تھے
اللہ نے ماموں کو اتنی انرجی دی ہے کہ وہ پڑھتے ہوئے بالکل نہیں تھکتے البتہ سننے
والا تھک جاتا ہے
یوں تو مولانا عبد البر صاحب کا جلوہ ہر جگہ تھا
لیکن مئو میں کچھ زیادہ ہی تھا
انھیں کا جلوہ تھا کہ ہر جگہ حلوہ کھانے کو ملتا رہا
مولانا عبد البر صاحب سے تو ایک دینا آشنا ہے ان کی ہر دلعزیز شخصیت تعارف کی
محتاج نہیں
مئو میں جب وہ مفتی شاکر صاحب اور ماموں جان کا تعارف کراتے تو خوشی ہوتی
لیکن جب بندہ کا تعارف کراتے تو شرمندگی ہوتی کیونکہ اپنے پاس تعارف کیلئے کچھ
ہے ہی نہیں

مئو ہی میں معلوم ہوا کہ مئو ہی مولانا عبد البر صاحب کی جنم بھومی ہے اس لئے انھیں مئو و اہل مئو سے خاص لگاؤ ہے اور یہاں کی ہر گلی کوچے سے واقف ہیں.
یہاں کی دھول مٹی سے انھیں پیار ہے.
اور ہر وقت مئو کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں.
وہ تو مئو سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ یہیں آباد ہونے کی خواہش بھی کرتے رہتے ہیں.
بہرحال ہم لوگوں کو یہاں سے کوپا گنج جانا تھا اس لئے اجازت لی اور کوپا گنج کیلئے روانہ ہوگئے
عشاء سے کچھ پہلے کوپا گنج پہونچے....
اس طرح یہ سفر اور زیادہ کار آمد ثابت ہوا کہ ایک عظیم شخصیت کے انتقال پر ان کے اہل خانہ سے تعزیت کی سعادت نصیب ہوئی..
اور مولانا انظر کمال صاحب دامت برکاتہم ، ان کے بھائی و دیگر اقارب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا....
یہ بھی مولانا عبد البر صاحب کا کرشمہ ہے....

شیخ محمد خالد اعظمی
10 اپریل 2021

وقت ہی زندگی ہے

بقلم :- مفتی ولی اللہ مجید قاسمی

انسان کی زندگی بہت محدود ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ مسلسل ختم ہورہی ہے ، اور گزری ہوئی زندگی واپس نہیں لائی جاسکتی ہے اورنہ ہی موت کے بعد دوبارہ دنیا میں آنا ہے ۔ اور ہمیں اس حقیقت کا بھی یقین ہے کہ مرنے کے بعد اللہ کے سامنے جوابدہ ہونا اورزندگی کے ایک ایک پل کا حساب دینا ہے ، اس لئے برف کی طرح پگھلتے ہوئے زندگی کے اس سرمایہ کو جلد سے جلد نیک کاموں میں لگا دینا چاہیے ،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔

اوراپنے رب کی طرف سے مغفرت اور وہ جنت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ کر تیزی دکھاؤ جس کی چوڑائی اتنی ہے کہ اس میں تمام آسمان اور زمین سما جائیں۔ وہ پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔۔۔ (سورہ آل عمران: 133)

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۔

لہذا دوڑو اللہ کی طرف ۔ یقین جانو، میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صاف صاف خبردار کرنے والا (بن کر آیا) ہوں۔(سورہ الذاریات: 50)

یعنی اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے دین پر ایمان لانے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے میں جلدی کرو۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ لہذا تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ (سورہ البقرۃ : 148)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : نیک عمل کرنے میں جلدی کرو، (نہ معلوم پھر موقع ملے یا نہ ملے) ایسے فتنوں کے آنےسے پہلے اچھا کام کرلوجو تاریک رات کی طرح ہونگے، صبح کے وقت بندہ مومن ہوگا اور شام میں کافر ہوجائے گا، رات میں مومن ہوگا اور صبح میں کافر ہوجائے گا ، (آزمائش اور فتنے سے پریشان ہوکر) وہ اپنے دین کو دنیا کے بدلے بیچ دیگا۔ (مسلم)

سات چیزوں کے آنے سے پہلے نیک عمل کرلو ، تمھیں کس چیز کا انتظار ہے ؟ ایسی غربت اور افلاس کا جو انسان کو خود فراموشی میں مبتلا کر دیتا ہے ؟ یا ایسی مالداری کا جو سرکشی پر آمادہ کردیتی ہے؟ یا بیکارکردینے والی بیماری کا؟ یابے عقل کردینے والے بڑھاپے کا؟ یا کام تمام کر دینے والی موت کا ؟ یا دجال کا ؟ تو یہ ایک بدترین شخص کا انتظار ہے ، یا قیامت کا انتظار ہے ؟ تو یاد رکھو وہ بہت خوفناک اور کڑوا ہے ۔ (ترمذی) اللہ کے سامنے زندگی کےہر لمحے کاحساب دینا ہے ، اگر اس کی اطاعت اور عبادت میں زندگی بسر ہوئی ہے تو جنت کی بیش بہا نعمتیں میسر ہونگی اور اگر معاملہ اسکے برعکس ہے تو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ نصیب ہوگی،چنانچہ قرآن حکیم میں ہے :

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۔

اور وہ اس دوزخ میں چیخ پکار مچائیں گے کہ : اے ہمارے پروردگار ! ہمیں باہر نکال دے تاکہ ہم جو کام پہلے کیا کرتے تھے انہیں چھوڑ کر نیک عمل کریں۔

(ان سے جواب میں کہا جائے گا کہ) بھلا کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس کسی کواس میں سوچنا سمجھنا ہوتا، وہ سمجھ لیتا؟ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا بھی آیا تھا۔ اب مزا چکھو، کیونکہ کوئی نہیں ہے جو ایسے ظالموں کا مددگار بنے۔ (سورہ فاطر : 37)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : قیامت کے دن کوئی شخص اپنی جگہ سے قدم نہیں ہٹا سکتا ہےجب تک کہ وہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دے ، زندگی کہاں بسر ہوئی ؟ جوانی کہاں گزری ؟ مال کیسے کمایا ؟ کہاں خرچ کیا ؟ علم پر کہاں تک عمل کیا ؟(ترمذی : 2416)

اس لئے زندگی، صحت، فراغت اور جوانی جیسی انمول دولت کی قدر کرنا چاہئے کیونکہ یہ دولت ہمیشہ نہیں رہتی ہے ، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ، کب ساتھ چھوڑ دے ، مال ڈھلتی چھاؤں کی طرح ہے ، صحت ہمیشہ نہیں رہتی ، بیماری پوچھ کر نہیں آتی ، جوانی نیند کے جھونکے کی طرح ہے ، اور فرصت کے لمحات دبے پاؤں گز جاتے ہیں، اس لئے انھیں غنیمت سمجھنا چاہئے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو ، زندگی کو موت سے پہلے ، صحت کو بیماری سے پہلے ، فرصت کو مصروفیت سے پہلے ، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے ، مالداری کو محتاجی سے پہلے ۔ (الترغیب والترہیب للمنذری 1215)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے بہتر کون ہے ؟ فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور اچھا کام کرے ۔ دریافت کیا گیا: سب سے برا کون ہے ؟ فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو مگر عمل خراب ہو (مسلم)

اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو قضاعہ کے دو لوگ ایک ساتھ مسلمان ہوئے جس میں سے ایک کسی جنگ میں شہید ہوگیا اور دوسرا اس کے بعد ایک سال تک زندہ رہا ، طلحہ بن عبیداللہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دوسرا شخص شہید سے پہلے جنت میں داخل ہوگیا ، مجھے بڑا تعجب ہوا ، اور صبح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نےفرمایا: کیا اس نے اس کے بعد رمضان کا روزہ نہیں رکھا اور اتنی اتنی مقدار میں پورے سال نماز نہیں پڑھی ؟
(صحیح الترغیب والترہیب:365)

اس لئے ہمیں وقت کی قدر کی قدر کرنا چاہئے خصوصا رمضان کے اس مہینے کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک زریں موقع عنایت فرمایا ہے ، پچھلے رمضان میں بہت سی لوگ ہمارے ساتھ تھے لیکن ان کی زندگی پوری ہوگئی اور وہ اس گراں قدر دولت سے محروم ہوگئے اور ہوسکتا ہے کہ اگلے رمضان سے پہلے ہم بھی ان کے پاس پہونچ جائیں اور دوبارہ ہمیں رمضان میسر نہ ہو اس لئے پوری کوشش ہونی چاہئے کہ ہم بھی ان لوگوں میں شامل ہوجائیں جن کی مغفرت کردی جائے اور جنھیں باب ریان سے جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے اور ہمارا شمار ان بدنصیبوں میں نہ ہو جن کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : وہ شخص ناکام و نامراد ہو جس کے سامنے میرا نام آئے لیکن وہ درود نہ پڑھے ، وہ شخص ناکام و نامراد ہو جسے رمضان کا مہینہ ملا مگر وہ اپنی مغفرت نہ کرا سکا ، وہ شخص ناکام و نامراد ہو جس نے اپنے والدین کو پایا مگر وہ ان کے ذریعے جنت میں داخل نہ ہوسکا (صحیح الجامع الصغیر)

ذمہ داران مدارس سے کچھ باتیں

بقلم :- مولانا عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی ، مدیر تحریر ماہنامہ مظاہرعلوم سہارنپور

مارچ 2020 میں پوری دنیا میں ایک ایسی وبا (کرونا(Covid 19))آئی، جس سے تمام مرحلہ حیات میں دشواریاں ہی دشواریاں پیدا ہوتی چلی گئیں،جہاں ایک طرف اقتصادیات ومعاشیات بری طرح متاثر ہوئیں ،وہیں تعلیمی اعتبار سے دنیا کو بہت بڑے نقصان سے گزرناپڑا،ایک سال اسی مہا ماری میں گزرنے کے بعد صورت حال میں کچھ بہتری کے آثار دکھائی دینے شروع ہوئے تھے کہ اچانک پھر سے وہی کرونا وائرس کی مہا ماری ،اب یہ وبا اور بیماری بڑی بھیانک صورت اختیار کرچکی ہے ،اس وبا کی وجہ سے روزانہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ لقمہ اجل بن رہے ہیں ۔

کرونا وائرس کے بڑھتے اثرات کو ختم کرنے یا کم کرنے کے لئے ہندوستان کے سبھی تعلیمی ادارے بند کردیئے گئے ،اسکول ،کالج، یونیورسٹی اور دینی مدارس و جامعات میں بھی تعلیمی سلسلہ موقوف کرکے اس کے متبادل کے طور پر آن لائن تعلیم کا سلسلہ شروع کیا گیا ،یہ سلسلہ کس قدر مفید یا مضر رہا یہ ایک مستقل موضوع ہے ۔جو اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہے ۔

کرونا وائرس کی وجہ سے دینی مدارس میں تعلیم کا جو نقصان ہوا ہے ،ماضی قریب میں اس کی تلافی کی صورت بظاہر ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے ۔

دینی مدارس بھی ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں اور معیشت کی خوشحالی یا بدحالی کے

اثرات مدارس پر بھی پڑتے ہیں دینی مدارس حوصلہ مند دیندار اور مخیر مسلمانوں کے تعاون سے سے تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں ان مدارس میں مجموعی طور پر لاکھوں کی تعداد میں ایسے طالب علم تعلیم حاصل کرتے ہیں جن کی تمام ضروریات مدارس کی طرف سے پوری کی جاتی ہیں جن میں کھانا، رہائش، لباس، کتب ،علاج معالجہ اور ماہانہ وظائف شامل ہیں ۔الحمدللہ دینی مدارس وجامعات ملک وقوم کی جو خدمت سرانجام دے رہے ہیں وہ تاریخ کاروشن باب ہے،مدارس امتِ مسلمہ کا سرمایہ اور اثاثہ ہیں ۔

دینی مدارس سے تعلق رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ رجب شعبان اور رمضان المبارک کے مہینے دینی مدارس کی سالانہ تقریبات امتحانات اور اور تعطیلات کے ایام ہیں ان ایام میں اہل اسلام عشر، زکو ،صدقات اور عطیات سے دینی مدارس کی اعانت فرماتے ہیں

کرونا وائرس کی وجہ سے آنے والے معاشی بحران سے دینی مدارس بھی متاثر ہوئے ہیں ،اور ان کے متاثر ہونے سے دینی تعلیم اور مسلمانوں کی نوجوان نسل کی دینی و اسلامی تربیت جوان مدارس کےدم قدم سےوابستہ تھی وہ بری طرح متاثر ہوئی ہے ۔ مدارس اسلامیہ کے مثبت کردار،اور دین و ملت اور ملک و قوم کے لئے انکی خدمات کے اعتراف کے ساتھ ساتھ کچھ باتیں اربابِ مدارس کی خدمت میں عرض ہیں:

مدارس اسلامیہ کے تعلق سے آج کل بہت کچھ لکھا جارہا ہے ،ان کے مقاصد ،ان کے کردار اور ان کے مردم سازی و مردم گری کے حوالے سے روزانہ کوئی نہ کوئی تحریر نظر سے گذرتی ہے ،ذمہ دارانِ مدارس ان کو سرسری طور سے پڑھتے ہیں اور

گذر جاتے ہیں،لیکن حقیقت یہ ہے کہ رفتہ رفتہ دینی مدارس کے تعلیم و تعلم کا یہ نظام ایک رسم بنتا جارہا ہے، اور اس کا اصل مقصد نگاہوں سے اوجھل ہورہا ہے، جبکہ مدارس دینیہ کے قیام کا اصل مقصد کتاب الٰہی وسنت رسول اور ان سے ماخوذ فقہ اسلامی ہے، انھیں کی تعلیم و تدریس، افہام و تفہیم، تعمیل واتباع اور تبلیغ واشاعت مدارس عربیہ دینیہ کا مقصود اصلی ہے، بالفاظ دیگر یہ تعلیمی وتربیتی ادارے علوم شریعت کے نقیب،اور خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت، تلاوت قرآن، تعلیم کتاب اور تفہیم حکمت وسنت کے وارث وامین ہیں،اسی لئے یہ اسلامی قلعے،یہ دینی جامعات اوراسلامی مراکز اخلاص و للہیت کے ساتھ،اپنے ہر ہر عمل میں احتساب، احساسِ ذمہ داری ،با بصیرت بزرگانِ دین اور علما اسلام کے بنائے اور بتائے ہوئے اصول و ضوابط کی پابندی کے ساتھ ہی اپنے اصلی مقاصد تک پہونچا سکتے ہیں۔

ماضی کی تاریخ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ملک و ملت کی تعمیر اور اصلاح قوم و وطن کے سلسلہ میں ان دینی مدارس کا بڑا فیض رہا ہے ، ہر سال لاکھوں کی تعداد میں ان مدارس سے فارغ ہوکر طلبہ نکلتے ہیں لیکن عوام کی بھیڑ میں جاکر وہ کہاں گم ہوجاتے ہیں کچھ پتہ نہیں چلتا، اس کے پیچھے کوئی اہم وجہ ہے جس سے ذمہ داران مدارس چشم پوشی کررہے ہیں ، ذمہ داران مدارس کے دلوں سے اخلاص ِ عمل کے ساتھ ساتھ احساسِ ذمہ داری کا فقدان ہوتا جارہا ہے ، عوام کی حلال کمائی کے ایک ایک پیسے کو جوڑ کر مدارس چلانے کی فکر کے بجائے اب اکثر ارباب مدارس کی نگاہیں حکومت کی امداد اور اس سے ملنے والی مراعات کی طرف ہوگئی ہے ، اسی لئے ان دینی مراکز سے ملک و ملت کو جتنا کچھ نفع ماضی میں ہوا تھا، مدارس کی کثرت

کے تناسب سے اس وقت اس میں بہت زیادہ کمی ہے ،اور اسی لئے اب یہ مدارس اسلامیہ چوطرفہ حملوں اور تنقیدوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، کبھی ماڈرنائزڈ (جدیدیت کے سانچے میں ڈھالنے) کی کوشش کے نام پر مدارس کے خلاف آپریشن کی دھمکی دی جاتی ہے ، تو کبھی مدارس سے حب الوطنی کا ثبوت مانگا جاتاہے۔

دشمنوں کی عداوت تو ایک ناگزیر امر ہے ، اس کا خاتمہ ممکن نہیں ہے ، لیکن اس عداوت اور سازش کے ضرر سے خود کو بچانا ایک اہم کام ہے ، سازش کا جواب سازش نہیں ہے ، پروپیگنڈہ کی کاٹ ہماری تعلیمات میں پروپیگنڈہ نہیں ، جھوٹ کا جواب جھوٹ نہیں ہے ، طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف ظاہر وباطن میں رجوع ہوجائیں ، اپنے فریضے کی ادائیگی میں ، تعلیم وتربیت میں ، دعوت و تبلیغ میں ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں خوب مستعد ہوجائیں ، اور اس میں کسی طرح کی سستی اور لاپرواہی سے کام نہ لیں ، سہولت پسندی ، عیش کوشی سے دور رہیں ،پھر اللہ تعالی سے خوب دعائیں مانگیں ، اگر یہ باتیں مجموعی اعتبار سے حاصل ہوجائیں تو نصرت الہی ہر طرف سے حفاظت کرے گی ، اور کسی دشمن کا کید اور اس کی سازش نقصان نہ پہونچا سکے گی ۔

”آج ہم اپناجائزہ لیتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خطائیں ہی خطائیں ہیں ، کوتاہیاں ہی کوتاہیاں ہیں ، عہدوں کیلئے لڑائیاں ہیں ، اساتذہ ٹولیاں بناکر افتراق میں مبتلا ہوتے ہیں ، طلبہ الگ من مانی کرتے ہیں ،چونکہ ان مدارس کا قیام اور ان کی بقا کا تعلق عالم اسباب میں عوامی چندوں سے ہے ، تو چندوں میں اتنا انہاک ہوتا ہے کہ بعض اوقات حرام وحلال کی حدیں ٹوٹ جاتی ہیں ، اور اس سلسلے میں نامناسب

امور کا اتنا ارتکاب ہوتا ہے اور انھیں اتنا غیر اہم سمجھا جاتا ہے جیسے ان کیلئے شریعت کی کوئی ہدایت ہے ہی نہیں ، کمیشن پر چندہ کرنا ایک دستور سا بن گیا ہے، حالانکہ شرعا وہ جائز نہیں ہے ،پھر بہت سے مدارس میں تعلیم کی مدت میں طلبہ اور اساتذہ سب کو چندہ کے کام میں لگادیاجاتا ہے ، اس سے تعلیم کا ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے ، اور مزاج بگڑجاتا ہے ، یہ تو چندے کے حصول کا مسئلہ ہے ، اس کے خرچ کا مسئلہ بھی کچھ کم نازک نہیں ہے ، مصارف کی بے احتیاطیوں سے ارباب مدارس خوب واقف ہیں ۔

ایک افسوسناک اور قابل اصلاح صورت حال یہ ہے کہ عموما دینی مدارس کے اہل انتظام کالجوں اور یونیورسٹیوں کی ریس میں تعلیم سے زیادہ تعمیر کا جذبہ رکھتے ہیں ، کارکنوں کی تنخواہیں تو کم ، بہت کم ہوتی ہیں ، لیکن تعمیر میں بے تحاشا دولت صرف کی جاتی ہے ، اور بعض اوقات بالکل بے ضرورت! ان کی طویل وعریض عمارتوں کا اور کوئی نقصان ہو یا نہ ہو ، ہمارے اس ملک میں جہاں تعصب کا الاو ہر طرف جل رہا ہے ، مدارس کی ان بلند وبالا خوبصورت عمارتوں پر فرقہ پرستوں کی نگاہیں پڑتی اور ان میں خطرے کی علامتیں ڈھونڈھتی ہیں ، نہیں ملتیں تو زبردستی تہمت تراشی کرتی ہیں، حالانکہ اگربقدر ضرورت عمارتیں بنوائیں اور انھیں سادہ انداز پر رکھیں ، تو تعلیمی وتربیتی مواقع پر خرچ کرناا آسان ہو ، اور ان پر ناجائز نگاہیں بھی نہ پڑیں ۔

کیااچھا ہوتا کہ اربابِ مدارس بہت زیادہ شاندارعمارتیں نہ بناتےتوبہت سے فتنوں سے محفوظ رہتے۔(ماخوذ از مدارسِ اسلامیہ مشورے اور گزارشیں:مولانا اعجاز احمد اعظمی)

آئین ہندکی دفعہ کے مطابق ہندوستان میں بسنے والی تمام قوموں کو اپنے مذہب،اپنی

تہذیب اور اپنے مرتب کردہ نصاب تعلیم کے مطابق اپنے بل بوتے پر اپنے اپنے تعلیمی ادارے چلانے کا مکمل اختیار حاصل ہے، تو پھر اہل مدارس اس آئینی اور قانونی حق کا استعمال کیوں نہیں کرتے ؟بغیر کسی سرکاری امداد کے، قومی و ملی اعتبار سے اپنے خود کفیل ادارے کیوں نہیں بناتے ؟جب ذمہ داران مدارس کلی یا جزوی امداد کے لئے حکومت کے سامنے کاسہ لیسی کریں گے تو پھر ان کو اس کا نصاب بھی پڑھانا پڑے گا ،اس کی جانب سے ملنے والی ہدایات پر عمل کرنا ہوگا۔

تھوڑی دیر کے لیے آپ یہ سوچیں کہ آج تک جتنے مدارس سرکاری تحویل میں پہنچے ان کا کیاکیا حشر ہوااور کیسی کیسی گت بنی یہ بالکل مشاہدہ ہے ، آج جو مدارس حکومت کے تنخواہ دار ہیں، ان میں نظام تعلیم کتنا ابتر ہے کچھ کہا نہیں جا سکتا ،اساتذہ کرام اور ملازمین میں احساس ذمہ داری کا کتنا فقدان ہے یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے،دینی تعلیم کی اصل روح اخلاص ہے ، جب وہی روح ختم ہوجائے گی تو پھر ان مدارس کا وجود خطرے میں کیوں نہیں پڑے گا؟ حکومت ہی نہیں بلکہ تمام اسلام دشمنوں کی سازش یہی ہے کہ کسی طرح ان مدارس کا تشخص و امتیاز ختم کردیا جائے ،ان مدارس کی الگ سے جوشناخت ہے اسے ان سے چھین لیا جائے۔

کیونکہ کسی زندہ قوم کوناکارہ اور بیروح وجان ،اور ختم کرنے لئے بم برسانے، ایٹم بم گرانے کی ضرورت نہیں ہے، بس اس کو بنیادی تعلیم سے محروم کردو، آج حکومتیں اسی نظریہ پر عمل پیرا ہیں اور افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ تمام سرکاری مدارس اسی مشن ہیں غیر محسوس طریقے سے حکومت کاساتھ دے رہےہیں، جو کچھ کمی رہ گئی ہے نئے نئے سرکلر جاری کرکے اس کو بھی مکمل کرنے کی کوشش ہورہی ہے۔

اس نازک وقت پر اگر ارباب مدارس نے ہوشیاری اور تدبیر سے کام نہیں لیا،ہمارے اکابر واسلاف نے مدارس کی جو شبیہ بنائی تھی اور اس کو باقی رکھنے کے لئے جو اصول و ضوابط بنائے تھے اگر ان کو پیش نظر نہ رکھا گیا مدارس و مکاتب کو اپنے مقاصد میں مکمل طور سے کامیاب بنانے کی اصل روح اخلاص و للہیت کو اگر بروئے کار نہیں لایا گیا تو ملت اسلامیہ ایک عظیم خسارہ اور نقصان سے دو چارہوگی جس کی تلافی کی بظاہر کوئی شکل بھی نظر نہیں آتی۔

مولانا عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی
مدیر تحریر ماہنامہ مظاہرعلوم سہارنپور
7895886868

حسن اخلاق کی اہمیت

بقلم :- مفتی عبید اللہ شمیم قاسمی

حسن اخلاق اسلامی تعلیمات کا خلاصہ، حاصل اور لب لباب ہے۔ یہ کمال ایمانی کا لازمی نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ اگر ایمان و اخلاص کے ساتھ اعلی اخلاق کسی کو نصیب ہو جائے تو اس کے ذریعہ وہ آسانی سے خالق کی خوشنودی اور مخلوق میں ہردلعزیزی بلکہ دونوں جہاں کی دائمی کامیابی حاصل کرسکتا ہے ۔

اسلام میں اخلاقیات کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ ایمان و عقائد کی درستی کے بعد نیک اعمال و افعال کرتے ہوئے جب تک ایک مسلمان حُسنِ اخلاق جیسی صفت سے متصف نہ ہوجائے اس کی زندگی دوسروں کے لیے نمونۂ عمل نہیں بن سکتی۔ جب کہ ہر مسلمان دین کا داعی ہے۔ اس لحاظ سے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اخلاقِ حسنہ سے آراستہ و پیراستہ کرے۔ ابتدائے اسلام میں جہاں مجاہدینِ اسلام کی کوششوں سے اسلام کی ترویج و اشاعت ہوئی وہیں زمانۂ خیرالقرون کے نیک سیرت داعیانِ اسلام کے اخلاقِ حسنہ سے بھی اسلام خوب خوب پھیلا ۔

اسلام میں عقائد و عبادات کے بعد اگلا درجہ اخلاقیات کا ہے، اخلاق، جس کے معنی عادت اور خصلت کے ہیں، انسانوں کے باہمی تعلقات میں خوش نیتی اور اچھائی برتنے اور اس سلسلہ میں ایک دوسرے پر عاید ہونے والے فرائض کو خوش اسلوبی سے ادا کرنے کا نام اخلاق ہے۔ اخلاق کا اطلاق انسان کی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی خوبیوں پر ہوتا ہے، اسلام نے اخلاق کا ایک مکمل نظام پیش کیا۔

اسلام کے نظام اخلاق کی خوبیوں کے لئے بس یہی شہادت کافی ہے کہ وہ عرب جو اخلاق کے پست ترین نقطہ پر تھے، اسلام کے نظام اخلاق نے انہیں اس اوج کمال پر پہنچایا، جس کی بلندی تک کوئی ستارہ آج تک نہ پہنچ سکا۔ عفو ودرگزر، حلم و بردباری، جود وسخا، صبر و تحمل، رحمت و شفقت، محبت و مودت، عدل و انصاف، نرم خوئی و خوش چینی اور عفت و پاکدامنی اسلام کے اخلاق حسنہ کی وہ تابناک کڑیاں ہیں، جن سے یہ پورا نظام جگمگا رہا ہے، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے ہجرت حبشہ کے وقت نجاشی کے دربار میں جو ولولہ انگیز تقریر کی تھی، اسلام کے نظام اخلاق کی اس میں بہترین تصویر کشی کی گئی ہے، آپ نے بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: " أیھا الملک! ہم جاہل تھے، بتوں کی عبادت کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائیوں کے مرتکب تھے، قرابتوں کو قطع کرتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، قوی ضعیف کو کھا جاتا تھا، ہم جاہلیت کی اسی وحشت کا شکار تھے، کہ اللہ نے ہم ہی میں پیغمبر مبعوث فرمایا، ایسا پیغمبر کہ جس کا حسب اور جس کا نسب، جس کا صدق اورجس کی دیانت، جس کی امانت اور جس کی عفت ،سب سے ہم خوب واقف ہیں،اس نے ہمیں توحید ربانی کی دعوت دی ،بے جان پتھروں اور بتوں کی پرستش کو یکلخت چھوڑ دینے کی ہدایت کی ،بات کی سچائی اور امانت کی ادائیگی، اپنوں کے ساتھ صلہ رحمی، اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، حرام کاموں سے رکنے اور فساد و خونریزی سے بچنے کا حکم دیا، بے حیائی سے ہمیں روکا، ناحق بات کرنے کی ممانعت کی، یتیم کا مال کھانے سے منع کیا، پاک دامن پر تہمت سے بچنے کی تاکید کی، اور ہمیں حکم دیا، کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، صرف

اسی کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں، زکوۃ دیں اور روزہ رکھیں۔"
(سیرۃ ابن ہشام ج1 ص 336)۔
آپ ﷺ کو اللہ کریم جل جلالہ نے اخلاقِ حسنہ کا پیکرِ حسین بنایا اورآپ کی ذات کو جمیل اور اخلاق کو عظیم قرار دیا ۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: "وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" "اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر" (سورۃ القلم آیت:٤، ترجمہ شیخ الھند)
قرآن جس نیکی، جس خوبی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ھے وہ آپ میں فطرۃً موجود اور جس بدی سے روکتا ھے آپ طبعا اس سے نفور وبیزار ھیں۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاقی پہلو سے اپنی بعثت کی تکمیلی حیثیت کا اعلان فرمایا، ارشاد ہے: "إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق" (رواه البخاري في الأدب المفرد: 273)"میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں"۔
مسند احمد کی روایت میں صالح الاخلاق کا لفظ آیا ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ" (أحمد، رقم ٨٩٥٢).
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " میں اچھے اخلاق کو اُن کے اتمام تک پہنچانے کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں ۔"
ایمان سے بڑھ کر اسلام میں اور کیا چیز ہوسکتی ہے، تاہم اخلاق کے بغیر اس کی تکمیل ممکن نہیں، فرمایا گیا: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا» سنن أبي داود (4682)"مؤمنین میں کامل

ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں "۔
آج اگر ھم اپنے ارد گرد اور معاشرے پر نظر ڈالیں تو یہ صفت ہمارے اندر سے مفقود ہو رہی ہے اور حسن اخلاق کی جگہ بد خلقی نے معاشرے میں جنم لے لیا ھے، اس لیے جس طرح ہم عبادت کے لیے کوشاں رہتے ہیں اسی طرح اچھے اخلاق اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن خلق، نرمی اور اچھے برتاؤ کرنا بھی چاہیے تاکہ ہماری زندگی تمام شعبوں میں حسن خلق کا ایسا نمونہ ہو جس سے دوسرے بھی متاثر ہوں اور اس صفت کے ساتھ خود کو متصف کرنے کی کوشش کریں۔

جھارکھنڈ کا ایک خوشگوار سفر

بقلم :- مولانا امجد صدیقی

ایک قول تو بہت زیادہ مشہور ہے کہ کسی انسان کے بارے میں مثبت اور منفی رائے قائم کرنے سے پہلے،اس انسان سے ربط وضبط کے ساتھ کوئی مشترکہ معاملہ کیا جائے ، یا ہمراہ سفر کیا جائے تو انسان کی اچھائیوں کے ساتھ برائیاں بھی کھل کر آجاتی ہیں، بلکہ کسی بھی شخص کے ساتھ چند گھنٹے گزارنے کے بعد بے تکلفانہ کیفیت کا ہونا بعید از قیاس نہیں ہے، گزشتہ دنوں میں نے حضرت مولانا ابو طالب رحمانی صاحب رکن مسلم پرسنل لاء بورڈ سے مختصر ملاقات کی چند جھلکیاں قلمبند کی تھیں، جس میں مولانا رحمانی صاحب کی شخصیت کھل کر نہیں آسکی تھی ،مجھ میں، مولانا رحمانی میں ،تحریر میں اسی طرح ملاقات میں تشنگی رہ گئی تھی، دل میں خواہش پیدا ہونے لگی کہ کاش مولانا سے ملاقات کا وقت طویل ہوتا تو کئی مسائل پر گفتگو بھی ہوتی اور ان کے نظریات کا بھی علم ہوتا، لیکن جو خدا کی مرضی

وصل کا دن اور اتنا مختصر : دن گنے جاتے تھے اس دن کے لیے

امیر مینائی

20 نومبر کو بوکارو جھارکھنڈ میں ایک اصلاحی جلسہ ہونا تھا جس میں، مولانا ابو طالب رحمانی صاحب بحثیت مقرر خصوصی مدعو تھے، ایک دن بعد مغرب مولانا ابو طالب رحمانی صاحب نے فون پہ کہا،کہ مولانا میرے دل میں یہ بات آئی کہ بوکارو

چونکہ آپ کا وطن ہے اس لئے آپ ہمراہ ہوں تو سفری سہولت کے ساتھ ناشناسائی کا احساس بھی نہیں ہوگا، میں نےفورا ہامی بھر دی ،بھلا کون بد بخت ہوگا جو اتنے حسین موقعے کو یوں ہی گنوا دے گا؛میری تو دل کی مراد پوری ہوگئ تھی، میں نے تو اس سعادت مندی پر اللہ کا شکر ادا کیا،

اور دل یوں گویا ہوا

بس ایک لمحہ ترے وصل کا میسر ہو
اور اس وصال کے لمحے کو دائمی کیا جائے

20 نومبر بروز جمعہ صبح نو بجے بھون چودھری مسجد کولکاتا پارک سرکس سے بذریعہ سوفٹ کار روانگی کی ترتیب بنائی گئ، میں صبح نو بجے سے قبل ہی مقام روانگی پوری تیاری کے ساتھ پہونچ چکا تھا؛ ذہن میں سوالات ،دل شادمانی سے لبریز، اچانک مسجد پہونچنے کے بعد پتا چلا کہ مکتب عباسیہ کے مایہ ناز استاذ قاری عباس صاحب بھی ہمارے ہم رکاب رہیں گے

قاری عباس صاحب خوش کن اور سحر انگیز آواز کے مالک ہیں، کہنہ مشق قاری ہیں، مدرسہ مکتب عباسیہ کے قدیم استاذ ہیں ،تھوڑی دیر انتظار کے بعد مولانا رحمانی تشریف لے آئے، سلام مصافحہ کے بعد مولانا نے مجھ سے پہلا سوال یہی پوچھا کہ ،زیادہ دیر انتظار تو نہیں کرنا پڑا، میں نے نفی میں جواب دیا، مکمل تیاری کے ساتھ ہم مسنون دعاؤں، اوراد وظائف کے ساتھ گاڑی پہ سوار ہوگئے ،

کولکاتا مصروف ترین شہروں میں سے ایک ہے ،سڑکیں وسیع تر ہونے کے باوجود تنگ محسوس ہوتی ہیں، شکم شہر میں سمندر کا وجود حسن و دلکشی کو بڑھانے کے لئے

کافی ہے،مسافت شہر کو طئے کرنے میں ہی گھنٹہ بھر لگ گیا ، اچانک خیال آیا کہ مولانا سے کچھ تجرباتی و مشاہداتی گفتگو کی جائے،لیکن یہ دیکھ کر میں خاموش ہوگیا کہ مولانا رحمانی صاحب قرآن کی تلاوت میں مصروف ہیں، میں اس انتظار میں تھا کہ فارغ ہوتے ہی سب وہ کہیں اور میں سنوں، تقریبا دو گھنٹے تک تلاوت قرآن میں غرق رہے، بعد میں معلوم ہوا کہ مولانا رحمانی سفر کی ابتداء تلاوت قرآن سے ہی کرتے ہیں

ہم کولکاتا دہلی نیشنل ہاوئے پر چل رہے تھے،تلاوت قرآن سے فراغت کے بعد مولانا رحمانی صاحب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ چائے نوشی کی خواہش ہورہی ہے ؟ میں نے دبی آواز میں کہا حضرت چائے نوشی کی خواہش تو فطری ہے، کہیں پاکیزہ اور نفیس چائے صاف و شفاف کپ میں نصیب ہوجائے تو جام و ساغر، صہبا و ساقی کی صحبت آسانی سے ترک کی جاسکتی ہے ، میراچائے کی عظمت کا اقرار کرنا تھا کہ مولانارحمانی کی رگ عشق بھڑک اٹھی،چائے کی تعریف میں رطب اللسان ہوگئے، چائے پر لکھے مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ علیہ کے خطوط پر تبصرے ہونے لگے، اس پر مولانا ابو طالب رحمانی صاحب نے کہا کہ مولانا آزاد چائے کہ معاملے میں اتنے حساس تھے کہ صرف چائے نوشی پر ہی متعدد ادبی خطوط لکھ ڈالے،چائے کی عظمت ، چائے کا وقار اور چائے نوشی کے مفید اثرات کو ثابت کرنے کے لئے، جو مستند اور معتبر دلائل اخذ کئے ہیں،وہ چائے نوشی کے عدم قائلین پر کاری ضرب ہے

مولانا رحمانی نے یہ بھی کہا کہ اگر قرآن کی کسی آیت میں چائے کا صرف تذکرہ ہوتا تو اسے بھی مولانا آزاد اپنے قول اور چائے نوشی کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے

بطور دلیل پیش کر دیتے ،تھوڑی دیر بعد ایک ایسی جگہ ساحل سڑک گاڑی روکی گئی، جہاں نفیس چائے کا عمدہ انتظام تھا

مولانا رحمانی صاحب نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہاں چائے اچھی ہوتی ہے ،چونکہ مولانا کی طبعی پسندیدگی کا معیار اعلی ہونے کے ساتھ مختلف بھی ہے ،چائے سے قبل اٹلی (جنوبی ہندوستان کی ایک ڈش) سے ناشتہ ہوا، وہاں سے نکلتے ہی ہم جمعہ کی نماز کے لئے تعین کردہ مسجد ، جی ٹی روڈ نذد بردوان شہر میں داخل ہوگئے، جس سے متصل ایک عالی شان اور وسیع مدرسہ بنام دارالعلوم حسینیہ بھی تھا،افسوس کہ ہم ایسے وقت پہونچے جس وقت تعلیمی انقطاع عروج پہ تھا، مدرسے کا اتنا وسیع میدان بے رونق تنہائی کا رونا رو رہا تھا ،عمارتیں سونی پڑی تھیں ،نہ بچوں کا شور نہ ہنگامہ نہ درسگاہوں میں آمد و رفت کا سلسلہ، بس باہر ایک مدرس اور دو مقامی افراد کرسی پر براجمان تھے،مولانا ابوطالب رحمانی صاحب کودیکھ کر استقبال کے لئے لپک پڑے ،ہم جمعہ کی تیاری کر ہی رہےتھے کہ مدرسے کے مہتمم محترم حسیب صاحب تشریف لے آئے، مجھے دیکھ کراندازہ ہوا کہ مولانا رحمانی صاحب سے بے تکلفانہ مراسم ہیں، ، معاصرانہ تعلقات ہیں ،بعد میں معلوم ہوا کہ واقعی دونوں بے تکلف دوست ہیں، جمعے کی نماز پڑھنے پڑھانے کی ترتیب بھی بڑی انمول تھی ، مولانا ابو طالب رحمانی صاحب کا حکم ہوا کہ نماز قاری عباس صاحب پڑھائیں گے ،خطبہ جمعہ راقم کے حصے میں آیا اور خطبہ سے قبل مولانا رحمانی صاحب خود بیان کریں گے، مجھ سمیت تمام سامعین کو بے انتہا حیرانی ہوئی کہ مولانا رحمانی نے سلیس بنگلہ زبان میں تقریبا بیس منٹ تقریر کی، زبان کی روانی،سلاست، طرز ادائیگی،اور بنگلہ محاوروں کا بر محل استعمال

سے سامعین کا دل جیت لیا تھا،یہ احساس تک نہیں ہوا تھا کہ مولانا رحمانی صاحب غیر بنگالی ہیں، میری بنگلہ زبان سے تھوڑی بہت واقفیت ہے،لفظوں کے مفہوم تک بھی رسائی ہے ،البتہ اس طرح سے بولنے پر قادر نہیں ہوں،مولانا رحمانی کی بنگلہ تقریر سے اتنا اندازہ ہوا کہ ان کے کمال ذہانت کا دخل ہے، ورنہ تو بنگالی عالم بھی اس طرح صاف و شفاف اور ادبی زبان پرعبور نہیں رکھتے ہوں گے ، نماز کے بعد ظہرانہ کا معقول انتظام تھا، ویسے معقول غذا سے میں صرف بریانی ہی مراد لیتا ہوں۔ دوپہر دو بجے وہاں سے ہم نکلیں ،پھر تھوڑی مسافت طئے کرنےکے بعد چائے نوشی کی محفل لگی،آپس میں علمی باتیں ہوتی رہیں، گاڑی اپنی درمیانی رفتار سے چلتی رہی اور ہم بنگال کی حسین وادیوں کے نظاروں میں کھوتے چلے گئے، تب تک ہم رانی گنج میں داخل ہوچکے تھے،یہ رانی گنج آسنسول سے تقریبا دس کیلو میٹر پہلے ہی ہے، لیکن متصل ہے ،بلکہ دونوں شہروں میں کوئی خاص فاصلہ نہیں ہے،رانی گنج کو کوئلہ کی کان کی وجہ سے بھی شہرت ملی ہے،جگہ جگہ آپ کو کوئلے کا سیاہ پن نظر آجائے گا، یہاں کاغوث بنگالہ مزار بھی ہند وبیرون ہند میں مشہور ہے ، مولانا رحمانی صاحب کی خواہش ہوئی کہ مزار پر حاضری دے کر عصر کی نماز وہیں پڑھی جائے،

ہم گوگل میپ کی رہنمائی سےمزار تک پہونچ گئے ،دیکھ کر دل خوش ہوگیا، مزار کے مشرقی جانب عالیشان مسجد ہے اورمزار پر لوگوں کا ہجوم ہے ،معلوم ہوا کہ یہاں سال بھر مسلسل زائرین دور دراز سےآتے رہتے ہیں، عورتوں کا ہجوم دیکھا ،مردوں کی بھی بھیڑ دیکھی، مگر افسوس اس بات پر ہوا کہ قریب کی مسجد میں عصر کی نماز ہو رہی ہے اور نمازی گنے چنے چند ہی تھے،

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صرف اللہ کے ولی کو خوش کرنا ہے، خواہ اللہ ہی ناراض کیوں نہ ہوجائے ،العیاذ باللہ

وہاں سے نکل ہی رہے تھے کہ قریب میں مولانا رحمانی صاحب کے شناسا معتقد پہونچ گئے، اصرار کر کے گھر لے آئے ،وہاں بھی چائے ناشتہ سے ضیافت ہوئی، مولانا سے معلوم ہوا کہ میزبان صاحب اچھے اور کہنہ اردو شاعر ہیں، !

چائے نوشی کے بعد ہم رانی گنج سے آسنسول کے لئے نکل گئے، آسنسول بھی قدیم اور صنعتی شہر ہے، کثیر مسلم آبادی ہونے کے ساتھ اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں کافی سرگرم ہے، جگہ جگہ اردو کے بینرو اشتہارات لٹکے ہوتے ہیں ،کئی نامور اور روایتی شعراء بھی ہیں جن سے میرے اچھے اور خوشگوار مراسم ہیں، ہمیں آسنسول کی جامع مسجد میں مغرب کی نماز پڑھنی تھی، لیکن تھوڑی دیر ہوگئی، نماز کی ادائیگی کے بعد ہم امام مسجد قاری خورشید صاحب سے بھی ملے، ان کے گھر میں پھر چائے نوشی کا دور چلا، وہاں سے جلدی نکلنا پڑا، آسنسول سے دو گھنٹے کی مسافت ابھی باقی تھی، حالانکہ اس عزم کے ساتھ ہم چل رہے تھے کہ مغرب کی نماز منزل مقصود پہونچ کر ادا کی جائے، لیکن سفر کے دیگر تقاضوں اور کچھ عقیدت مندوں کے تکلفات کے باعث دیر ہوگئی، البتہ ہم شب 8 بجے اس بستی میں داخل ہوگئے تھے،جہاں جلسہ ہونا تھا،

لوگ مولانا ابوطالب رحمانی صاحب کو ایک جھلک دیکھنے کو بیتاب تھے ،آنکھیں بچھائے استقبال کے لئے کھڑے تھے، پہونچتے ہی لوگ مولانا سے مصافحہ و معانقہ کے لئے کود پڑے، عقیدت مندوں کا ایک جم غفیر تھا، سب بے چین تھے، پلکیں

بچھایے تھے ،جنہیں شاید مولانا رحمانی کا ایک دیدار راحت و سکون فراہم کرسکتا تھا،
اور فراہم کیا بھی! ان عقیدت مندوں کے درمیان مولانا ابو طالب رحمانی صاحب کو
دیکھ کر اس حدیث کے مفہوم کا قریب سے تجربہ بھی ہوا ، کہ جب کوئی بندہ اللہ
سے محبت کرتا ہے تو اللہ فرشتوں میں اعلان کرتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت
کرتا ہوں سو تم بھی کرو ،اور لوگوں سے بھی کہو کہ اس سے محبت کریں! لوگ
ٹوٹ ٹوٹ کر مولانا رحمانی صاحب سے مل رہے تھے، قطار در قطار لوگ منتظر
تھے ،خوبصورت اور پر کشش نظارہ تھا،
نوڈیہا گاؤں کا نام ہے ،یہ بوکارو ضلع کا مردم خیز اور مسلم اکثریتی گاؤں ہے،
بستی کے ساحل میں تالابوں کی بھرمار ہے، کھیت کھلیانوں کی وجہ سے، سبز وشادابی
کے خوبصورت مناظر، اور پر کشش فضائیں ہیں ،بستی کے باہر مغرب میں ایک وسیع
وعریض ندی بھی ہے، جس کا وجود، اس گاؤں کے لئے نعمتہائے غیر مترقبہ
یہاں مختلف برادریاں ہیں، الگ الگ قبرستان ہیں، ہر حلقے میں اپنی مسجدیں ہیں
تقریبا چھ سے سات ہزار کی آبادی ہے، ایک بڑا طبقہ دینی تعلیم یافتہ ہے، حفاظ اور
علماء، کی تعداد عام لوگوں سے زیادہ ہے! اگر کوئی شخص غیر عالم یا غیر حافظ ہے تو
ان کے لباس، وضع قطع اور دیگر تمام افعال عالمانہ ہی ہیں ، گرچہ گفتگو کے بعد غیر
عالم کے عالمانہ رازہائے سربستہ فاش ہوجاتے ہیں، دینی ماحول کے ساتھ ظاہری طورپر
لوگ دین کے پابند ہیں، دینی اور اسلامی ادارے چہار سمت پھیلے ہوئے ہیں، دارالعلوم
دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کے فضلاء بھی لاتعداد ہیں،
اس بستی میں جلسے جلوس ہر ماہ منعقد ہوتے ہیں، کبھی پندرہ دنوں میں بھی انقلابی

جلسے منعقد ہو جایا کرتے ہیں، گرچہ کسی بھی طرح کا کوئی انقلاب آج تک نہیں آیا۔ علماء سمیت اہل بستی روایتی ہیں ، سفید پوشوں کی چہل پہل سے بستی کی رونق دوبالا ہوجاتی ہے، البتہ ابھی تک عصری اداروں کی یہاں ضرورت محسوس نہیں ہوئی ہے، اور نہ عصری تعلیم کی ، اگر ہوئی بھی تو اس ضرورت کو بطور ضرورت ابھی تک تسلیم نہیں کی گئی ہے، جس وقت ضرورت تسلیم کی جانے کے بعد عملی جامہ پہنا دیا جائے تو اس وقت اس گاؤں کے نقشے کی تکمیل ہوجائے گی انشاء اللہ

جلسہ گاہ

ناشتہ اور دیگر لوازمات سے فارغ ہوکر مولانا کو جلسہ گاہ لے جایا گیا، جہاں اسٹیج پر اکابر علماء تشریف فرما تھے، وہیں سامعین بھی کثیر تعداد میں تھے ،مولانا رحمانی صاحب کا جلسہ گاہ میں نعرے سے استقبال کیا گیا، تھوڑی دیر کے بعد ہی مولانا ابوطالب رحمانی صاحب کا نمبر آیا، ایک گھنٹہ مسلسل اصلاح معاشرے کے مختلف گوشوں پر پر مغز اور دل آویز خطاب فرمایا، جس تحمل اور سنجیدگی سے سامعین نے مولانا کو سنا وہ قابل ستائش ہے،

مولانا نے خصوصی طور پرعلماء کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے کئی ممالک کا سفر کیا ،دنیا کے کئی گوشوں کی سیاحت کی، معلوم ہوا کہ ہر ملک کی تہذیب خاکستر ہو گئی، سرے سے مٹ گئی لیکن ہندوستانی تہذیب وثقافت ابھی تک محفوظ ہے اور اس کے محافظ دینی مدارس اور علماء ہیں، خدا ناخواستہ اگر علماء نے غلط سمت اختیار کر لی تو یہ پوری قوم تباہ ہوجائے گی ،ملک کی سالمیت خطرے میں پڑ جائے گی، قومی وملکی وجود سوالیہ نشان بن جایے گا

مولانا رحمانی صاحب کی ان باتوں سے ان کے دل کے کرب ،ان کے ملی درد کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں،

ملت کے لئے مولانا کے ذہن ودل میں جو حساسیت پنہاں تھی وہ تقریر کی شکل میں باہر آگئی!

تقریبا شب ساڑھے گیارہ بجے تک مولانا ابوطالب رحمانی صاحب کی اثر انگیز اور پرزور خطابت ہوئی، پورا مجمع گوش بر آواز،ایسا محسوس ہورہا تھا کہ گویا سامعین کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں ، ایک ایک جملہ دریا بکوزے کے مانند، الفاظ کانوں میں رس گھولتے ہوئے دل میں اتر رہے تھے، میں نے اس سے قبل بھی کئی بار سنا، لیکن اس بار ان کی تقریر میں درد تھا ،بے چینی والا کرب تھا، جو دوسرے دنوں کے بالمقابل زیادہ تھا،

ساڑھے گیارہ بجے سے قبل ہی حضرت مولانا رحمانی نے بات ختم کر دی، پھر جلسہ گاہ سے قیام گاہ مولانا کو لائے گئے

بلا کسی تاخیر کہ مولانا رحمانی نے مجھ سے کہا کہ مولانا امجد صاحب میرے سونے کے وقت میں تاخیر ہورہی ہے بلا کسی تکلف وتصنع کے میرے سونے کا انتظام کروا دیں، میں نے پانچ منٹ میں سونے کے سارے انتظامات کروا دئے ، مولانا رحمانی نے کسی سے کچھ کہے بنا ہی اوراد و وظائف اور مسنون دعائیں پڑھتے ہی آغوش نیند میں چلے گئے !

بہت سارے معتقدین مولانا سے ملاقات کی حسرت لئے سراپا منتظر تھے ! میں نے سب سے یہ کہ کر معذرت کر لی کہ مولانا سے ملاقات اب صبح فجر کے بعد ہی

ممکن ہے ! سبھی اپنے چہرے کی مایوسی لئے واپس ہوگئے،
میں نے صبح مولانا رحمانی سے اس بابت پوچھا کہ آپ اتنی جلدی بستر استراحت میں چلے جاتے ہیں ؟
مولانا رحمانی صاحب نے کہا کہ مسلسل کئی سالوں سے میرا یہ معمول ہے کہ رات گیارہ بجے تک سوجاتا ہوں !
اسی طرح شب بھر چلنے والے جلسوں پر بھی نقد کرتے ہوئے فرمایا کہ،لوگ اپنی اصلاح کرنے کے لئے آتے ہیں ،لیکن افسوس کہ اختتام ہوتے ہی فجر کی نماز ترک کر دیتے، اور اپنی اصلاح نہ کرنے کی علماء کو یقین دلاتے ہوئے گھر چلے جاتے ہیں !
مولانا رحمانی صاحب نے کہا کہ پوری رات کے جلسے میں فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے، مولانا رحمانی صاحب کی اس بات پہ مجھے شدید اتفاق ہے، رات کے جلسوں میں جس ظالمانہ طریقے سے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہوتا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، اس سے حکومت کی نگاہ میں آنا ضروری ہے ، لاؤڈ اسپیکرپر پابندی عائد کی جانے کی اصل وجہ یہی جلسوں میں بے جا اور ظالمانہ استعمال ہے!
صبح آٹھ بجے ناشتے سے فراغت کے بعد ہم وہاں سے نکل گئے !
گاڑی مسلسل درمیانی رفتار سے بنا سانس لئے چل رہی تھی، ہم نے آنکھ اٹھاکر نظارہ ارض دیکھا تو ،رانی گنج (جس کا ذکر دوسری قسط میں آچکا ہے) پہونچ چکے تھے کچھ کھانے کی خواہش ظاہر کی گئی،مولانا نے کہا کہ خواہش تو کھانے کی ہورہی ہے ،مگر خواہش کے مطابق کھانا ملے تب تو ؟ہم نے لوگوں سے نفیس اور ذائقہ دار کھانا ملنے کا ایڈریس پوچھا تو لوگوں نے ارسلان ہوٹل کا نام بتایا ، اب ارسلان ہوٹل

تلاش کرتے کرتے ایک لمبا وقت گزر گیا،پر اللہ کا شکر ہے کہ ہم ہوٹل تک پہونچ چکے ،

بھوک کی شدت، اور نفیس کھانے کی خواہش نے ہوٹل تک پہونچانے میں بہت حد تک تعاون بھی کیا،

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد لگا کہ بل مجھے ادا کرنا چاہئے! لیکن مولانا رحمانی نے میری حرکت دیکھ کر ایسا جملہ کہا جو تا عمر یاد رہے گا، مولانا نے فرمایا کہ آپ ہمارے ساتھ ظلم کر رہے ہیں! جو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا، میں نے اپنا قدم پیچھے ہٹا کر خاموش ہوگیا!

وہاں سے ہم نکلیں تو ایک جگہ عصر کی نماز کے لئے رک کر باجماعت نماز پڑھی اور پھر چل دیے، تھوڑی دیر بعد ہم کولکاتا شہر میں داخل ہو گئے، مغرب کی بھی نماز باجماعت پڑھ لی، پورے سفر میں نہ بوریت ہوئی اور نہ تھکان کا احساس، اس طویل سفر کی خوشگوار کیفیت،زندگی بھر سانسوں کو مہکاتی رہے گی، یادوں کو تر و تازہ رکھے گی، ذہن کے مسرت آمیز دریچے میں تادیر نقش رہے گی، اس سفر کو خوشگوار کہنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہیکہ ہم سے ایک وقت کی نماز بھی قضا نہیں ہوئی،الحمد اللہ یہ مولانا رحمانی کی دو دنوں کی صحبت کا دلپزیر اثر تھا،اللہ تعالی ایسے بزرگوں کا سایہ ہم پر تا دیر قائم رکھے آمین

شان صحابہ

بقلم :- مولانا زین العابدین باگلکوٹ کرناٹک

صحابہ محمد کے ___ پیارے صحابہ
محمد کے آنکھوں کے تارے صحابہ

صحابہ کا کردار ___ اونچا، مثالی
صحابہ کی ہے شان سب سے نرالی

ضیاء نبوت نے___ ایسا بنایا
ستاروں کی مانند ان کو بتایا

نگاہ رسالت کو جچتے بہت تھے
نبی سے محبت وہ کرتے بہت تھے

فدا اپنی جانیں نبی پر وہ کرتے
ہر اک شئ کو اپنی نچھاور وہ کرتے

صحابہ ہی ایماں کا میعار ٹھہرے
یقیناً وہ جنت کے حقدار ٹھہرے

صحابہ ہیں سارے کےسارے ہی عادل
نبی سے ہوا ہے ___ یہ اعزاز حاصل

صحابہ پہ گر کوئی انگلی اٹھائے
خدا اس کا مسکن جہنم بنائے

صحابہ پہ معروف _ قربان کردو
نچھاور تم ان پر دل وجان کردو

اب انھیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لیکر

بقلم :- مولانا محمد آصف اعظمی قاسمی

کل من علیہافان کاجملہ دنیا ومافیہاکی حقیقت کو آشکارہ کرنےکیلیے کافی ہے آمدو رفت کاسلسلہ ہرساعت لگارہتاہے کبھی توایک ہی گھر میں ایک ہی دن میں کسی نومولودد کا جشن ابھی شباب پرہوتاہے کہ اچانک کسی کافراق اشکبارکرجاتاہے موت ایسی شیٔ ہے جسکاکوئی زندیق وملحدبھی منکر نہیں ملتاہےجبکہ بہت سے حرماں نصیب ذات باری کے انکارسےاپنادامن متعفن کرجاتے ہیں

بہت سے جانےوالےاپناایسانقش چھوڑےجاتےہیں جونقش کالحجرثابت ہوتاہےاور عرصہ دراز کےبعد بھی جانےوالی کی یاد قلب وجگر کوپارہ کرتی رہتی ہے انھیں پاک طینت شخصیات میں شمارہےمحدث جلیل عالم نبیل فنافی اللہ مستجاب دعوات ازہرہنددارالعلوم دیوبندکےمقبول ترین شیخ الحدیث ہمارےقلب وزبان پرکثرت سےآنےوالےلفظ شیخ ثانی کے مصداق سیدی و سندی مشفقی مکرمی حضرت استاذی استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی کا (نوراللہ مرقدہ طاب اللہ ثراہ)حضرت کانام زبان وقلم پرآتےہی یادوں کے جھروکےذہن کےپردےپرآنےلگتےہیں مزید اس عاجزوخاسر کویہ فخرو اعزاز حاصل ہے کہ اس ولی کامل کی سفروحضرمیں خدمت کےمواقع باربار ملتے رہے لیکن آج تڑپ کریہ شعرباربار زبان پرآرہاہے

وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جنکے دیکھنے کوآنکھیں ترستیاں ہیں۔

مادر علمی دارالعلوم دیوبند وہ مبدءفیاض ہےجہاں بےشمارچشمہ صافی تشنگان علوم ومعرفت کی تشنگی دورکرنے کے لئے ہردور میں رہےہیں لیکن اگربہت سے قلوب کسی کی دل آویزی کو مدت دراز کےبعد بھی یادکرکے کڑھن اورکسک محسوس کرتے ہیں تویہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ اس مقبول عنداللہ بندےکی محبت دل کے نہاں خانے میں جاں گزیں کرنےوالی ذات خالق ارض وسماں ہے

ع زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو

حضرت الشیخ کےدیدو شنید کاپہلا موقع آج سےتقریبا25سال پہلے کا ہے جب آپ مادر علمی مدرسہ منبع العلوم خیرآباد کےجلسہ دستاربندی میں تشریف لائے تھے حضرت کی آمد سےایک مہینہ پہلے سےہی حضرت کے قدیم شاگرد رشیداستاذمحترم حضرت مولانا فضل حق صاحب عارف خیرآبادی مختلف مجالس میں حضرت کے والہانہ ذکرسے قلوب کومعطرکیےہوئےتھےجس نےمزیداشتیاق پیداکردیاتھامعینہ تاریخ کوحضرت کی آمدکاانتظارکرنےوالوں میں علماء حفاظ صلحاءاورطلبہ کاایک جم غفیرتھادیکھتےہی دیکھتےوہ مبارک ساعت آپہنچی کہ حضرت کی مدرسہ میں آمدہوگئ اس وقت ایساروحانی سماں دکھائی دےرہاتھاجیسے نوروسرور کی پھوار سےلوگ مخمورہورہےہوں حضرت کی قیام گاہ میں بیٹھ کرفرمودات حسنہ سننےکاحسین موقع پہلی بارملاتھا

محفل کاانداز مختلف النوع تھاکبھی محبت آمیز جھڑکیاں ملتیں ،کبھی عمدہ پندونصائح والہانہ انداز کےساتھ، کبھی حضرت کے جملے محفل کوقہقہ زار بنادیتے

بعدنمازعشاء جلسہ کاآغازہواقرأت ونعت کےبعددوتقریریں ہوئیں اسکےبعددستاربندی اور اسکےمعابعد حضرت کاکلیدی خطاب ہونےوالا تھا دل فرحت وانبساط کےشادیانےبنارہاتھا

کہ ابھی چندمنت بعد حضرت کے دست مبارک سے دستارفضیلت میسر ہو گی حسن اتفاق کہ اس اجلاس میں شریک جن دوشخصیات سے انس ومحبت زیادہ تھی انھیں پاکیزہ صفات اکابر کے مبارک ہاتھوں سے میری دستاربندی کا عمل مکمل ہوا(۱) حضرت الشیخ علیہ الرحمۃ (۲)حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی علیہ الرحمۃ (انس ومحبت کی زیادتی کی مختلف وجوہات میں سے ایک وجہ والد صاحب کے ان اکابر سے گہرے مراسم تھے) حضرت نے دستاربندی کے بعد فضائل قرآن کریم اور حفاظ کی اہمیت اوراحساس ذمہ داری کے عنوان پراثرانگیز خطاب کیااور حضرت ہی کی رقت آمیز دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا دوسرے روز حضرت کی واپسی ہو گئ اسکے بعد علاقے کے مختلف مدارس کے جلسوں میں حضرت کی زیارت اوراستفادے کے مواقع میسر آتے رہے یہاں تک کہ ہماری تعلیم و تعلم کاسلسلہ آخری پڑاوپر آپہنچا سن ۲۰۰۰ کے اواخر میں جلالین شریف پڑھ کرمادر علمی دارالعلوم دیوبند کے لیے رخت سفر باندھ لیا گیامادر علمی کے معروف رعب کیوجہ سے لڑکھڑاتے قدم کے ساتھ دیوبند حاضری ہوئی وہ منظر بھی تاحیات نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوگا کہ دیوبند کے پہلے تعلیمی سفر کاآغاز بھی بہت یادگار ثابت ہوا تھاسفر کے دوروز قبل دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مہتمم وشیخ الحدیث حضرت سیدی ومرشدی مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب سے دعا کیلیے فون کیاتو حضرت نے اپنے انداز خسروانہ کے ساتھ سفر کی تفصیلات معلوم کی جب میں نے بتایاکہ مغل سرائے سے ہمگری اکسپریس سے ٹکٹ بناہے اور دو رفقاء درس کی معیت ہے((۱)مولانا آفتاب عالم صاحب قاسمی (۲)مفتی اشرف علی صاحب قاسمی محمد پوری)(حقیقت یہی ہے یہی میرے دوایسے رفیق ہیں جنکی رفاقت کازمانہ سب سے طویل ہےاول الذکردرجہ اطفال سے دورہ حدیث تک درمیان میں کچھ وقفہ بھی رہاہے

ثانی الذکر عربی چہارم تا تکمیل ادب ۔۔
ہم تینوں کاقیام وبعام تکرارو مطالعہ عموماساتھ ہی ہواکرتا) حضرت مفتی صاحب نے
ازراہ شفقت ومحبت ارشاد فرمایا کہ وہ ٹرین بنارس ہوتے ہوئے جائے گی
پہلے گھرآکر کھاناکھالوپھربنارس سےسوارہوجاؤحکم کی تعمیل ہوئی اورحضرت کی دعائیں لیتے
ہوئےدیوبندحاضری ہوگئ دیوبند پہنچ کرحدسےزیادہ رعب طاری رہااللہ کرکے رزلٹ
آیاداخلہ کی خوشخبری کاپیغام ملاپھرتوخوشیاں ہی خوشیاں تھیں لڑکھڑاتےقدم میں سرعت
رفتار کی طاقت مل چکی تھی آپس میں باتیں ہونے لگیں کہ اس مسرت کااظہار کس
طرح ہوتینوں رفقاء کےمشورےسےطےہواکہ احباب کےعلاوہ وطن سے تعلق رکھنے
والے اساتذہ کرام کوبھی میٹھائی پیش کیجائے سب سےپہلےمیٹھائی لیکر ہم لوگ حضرت
شیخ کےدربادربارمیں حاضری ہوئے حضرت نے آنےکی غرض معلوم کرنےسے پہلے
تھوڑامصنوعی ناگواری کااظہارکیا ہم بھی فیصلہ کر کےگئے تھےکہ
ع _-_ اب تواس درسے نہ سراٹھےگاان شاءاللہ
بہرحال احوال کی اطلاع کےبعدڈھیرسی دعائیں اور اسقدر شفقتیں نچھاورکیں کہ نہ
بیان پر قدرت نہ تعبیرکی مجال حضرت کی مجلس میں یہ احساس ہواکہ غریب الدیار
میں اپنےکسی سرپرست کاٹھکانہ ڈھونڈنکالنے میں کامرانی ملی ہے گفتگوکےدرمیان حضرت
کی زبان سےاعظم گڈھ کی مادری زبان جھلکتی رہتی جس سے مزیداپنائیت اورمسرت
ہوتی ایسالگاکہ جیسے ہم نےاپنےایک گھریلوبڑےسرپرست کوپالیاہےبحمداللہ حضرت کی
وہی بلکہ اس سےبھی بڑھ کر شفقت حضرت کی پوری حیات میں ملتی رہی مشکوۃ
کے سال کوئی کتاب پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن پورےسال حاضری کی سعادت

بلاتخلف باقی رہی دوسرے سال چوں کہ دورہ حدیث کاسال تھا اس لیے بعد نمازعشاء حضرت کے درس بخاری سے باضابطہ استفادے کاموقع ملاحضرت کا سبق علمی گہرائی وگیرائی کے ساتھ ساتھ اس قدرپرلطف ہوتاکہ رات کے بڑے حصہ گذرجانے کے بعد بھی طلبہ میں نشاط بدرجہ اتم باقی رہتا حضرت گفتگو مدلل فرماتے کبھی کبھی اعظم گڈھی زبان بھی آجاتی جس سے مزادوبالا ہوجاتا حدیث کی تشریح انتہائی سادہ مگر ایسی دلنشیں کہ سننے والے عش عش کرنے پر مجبور ہوجاتے بطور خاص جب کتاب المغازی کادرس چلتاتویوں محسوس ہوتاکہ جیسے ایک جرنیل مجاہد احقاق حق کیلیے بیک لمحہ میدان کارزار میں چھلانگ لگا کر اپنی جان کی بازی لگادے گا یہ اوراس طرح کی دیگر خصوصیات کاہونا بھی چاہیے تھااس لیے کہ جس ساقی سے علمی پیاس بجھانے کاآپ کو موقع ملاتھاوہ بیک وقت محدث عصر، بطل جلیل، علوم عقلیہ ونقلیہ کی جامع شخصیت تھی عرصہ دراز تک جسکادرس مسجد نبوی میں مسالک اربعہ کے حاملین کےدرمیان ممتاز تھا جسکی ولایت کی قسم فریق مخالف بھی کھانےکیلے تیارہو وہ مجمع الکمالات شخصیت حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب کی تھی

حضرت شیخ کے خصائص

(۱)61سالہ ایام تدریسی دور میں شایدوباید گنتی کےچندسال ہوں جب کہ آپ سے متعلق اسباق میں درس بخاری شریف نہ ہوآپ نےدرس کاآغازہی بخاری شریف سے کیامجھےاپنےناقص مطالعہ میں ابتک کوئی اور شخصیت نہ مل سکی جسکو درس بخاری کااتنالمبازمانہ میسرآیاہواگرعالمی طورپرتلاش بسیارکےبعد کچھ خوش نصیبوں کےنام آئیں گے بھی تووہ بھی معدودے چندہی ہوں گے

(۲) رجوع الی اللہ انابت وتقوی اور پرہیز گاری جسکے نتیجے میں مستجاب الدعوات کاشرف میسر ہواجسکامشاہدہ براہ راست راقم الحروف کوکئ بارہوااورایک بارتواتناواضح ہواکہ اسکاانکارسورج کی تابانی کاانکارہوگا واقعہ کاذکربعض مصالح کی بناءپر نامناسب ہے

(۳)ہرخاص وعام کیلیےانتہائی مخلصانہ کردار، بہت سے واقعات صف بستہ شہادت کیلیےحاضرہیں صرف ایک واقعہ پراکتفاکرتاہوں دارالعلوم دیوبند میں ہمارےدورہ حدیث کےسال اسٹرائیک کی کچھ شکل بن گئ ایسےمواقع پرجو کچھ ہوتاہےکام شروع ہوگیا تھا اس موقع پرکچھ تعلیمی تعطل بھی ہوگیا اس ہنگامہ کاجب پہلا دن تھاکسی نے حضرت کو اطلاع کردیاکہ اسمیں اعظم گڈھ کےطلبہ شریک ہیں یہ سنناتھاکہ حضرت بےقرارہوگئےبہت جلدی سے دارالعلوم آنےکاوہ راستہ اختیار کیا جسکوشایدوبایدہی کبھی استعمال کرتے ہوں گےاحاطہ مطبخ میں تشریف لائے اوراس پیری اور بڑھاپےمیں آوازلگارہےہیں کہ کسی طرح اعظم گڈھ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ میں کچھ بہت اہم بات کرناچاہتاہوں اتنی بلندآوازسےپکاررہےتھےجیسےآپ کی حقیقی اولادکسی جاں گسل واقعہ میں گرفتارہےآنکھوں سے آنسوں جاری تھےاوراپنادامن بچوں کےسامنے پھیلائےامن کی بھیک مانگ رہےتھےاورفرمارہےتھےبچو!خداکےواسطہ اس واقعہ میں شریک نہ ہونا ! اخراج کےبعدتمھیں کوئی نہیں پوچھےگابچو!ایسانہ کروآج ۱۸سال بعد اس واقعہ کورقم کرتے وقت ایسالگ رہاہےجیسےحضرت کی آوازمیرےکانوں میں سنائی دےرہی ہے........ ع آنکھوں نےکہاں دیکھا ہوگااخلاص کاایساتاج محل

(۴) مدرسہ بیت العلوم کےسالانہ اجلاس میں آپ کا ایک کلیدی خطاب

مدرسہ بیت العلوم سرائےمیرحضرت کامادرعلمی بھی تھا اس بناءپرآپ کااس ادارہ سے

غایت درجہ تعلق تھا بیت العلوم کے سالانہ اجلاس کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ یہاں اجلاس کے موقع پر اہم عنوان اصلاح عقائد ہوا کرتا ہے ایک سال جبکہ راقم بھی مدرسہ سے باضابطہ مربوط تھا مرشد ملت حضرت مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری نوراللہ مرقدہ نے احوال زمانہ کے پیش نظریہ فیصلہ کیا کہ اس بار لامذہبیت یعنی غیر مقلدیت کے تار پود بکھیر دیے جائیں تاکہ عوام زیغ ضلال سے بچ جائے اس موقع پر امیر ملت حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند بھی مدعو تھے حضرت مفتی صاحب اور بھی اکابر اس موضوع پر اہم گفتگو فرما چکے تھے حضرت شیخ سے میں نے بڑی لجاجت سے درخواست کیا کہ حضرت اس مرتبہ تمام مقررین کا عنوان ردغیر مقلدیت رہا ہے میری خواہش ہے آپ بھی اسی موضوع پر ایسا کلیدی خطاب فرمادیجیے جسکو اجلاس کا خلاصہ قرار دیا جائے حضرت نے مسکرایا اور بظاہر انظر انداز کردیا لیکن آپ نے جب خطاب کیا تو غیر مقلدین کے سب سے بڑے اعتراض کہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کو علم حدیث میں درک نہیں تھا ،

اس اعتراض کا ایسا جواب دیا کہ بہت سے وہ لوگ جنکی عمریں فرق باطلہ کے رد میں تمام ہورہی ہیں وہ بھی سر دھننے لگے آپ نے فرمایا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کو علم حدیث نہیں تھا تو سنو میری اس بات کو لکھ لو اور جب حوصلہ ہوجایئے جواب دیدینا کہ بخاری شریف میں ثلاثیات کل ۲۲ روایتیں ہیں جن پر امام بخاری کو بھی ناز ہے اور ان بائیس میں تقریبا ۱۸ روایتیں ایسی ہیں کہ وہ مکمل نہیں ہوں گی جبتک ان روایات میں امام اعظم ابو حنیفہ یاانکے شاگرد درمیان میں نہ آجائیں اور بھی بہت قیمتی باتیں تھیں لیکن یہ بات اتنی زبردست ایسی گہرائی کو محیط تھی کہ اسکی ترجمانی کچھ اسطرح ہوسکتی ہے۔ **ع سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے**

دانتوں کی حفاظت

بقلم :- مولانا محمد صابر القاسمی

ہمارا جسم اور جسم کے تمام اعضاء اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں، ان کی نگہداشت اور دیکھ ریکھ بےحد ضروری ہے، دانت بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہیں، ان کی ناقدری اور انکی حفاظت سے غفلت پورے جسم پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے، دانت خراب ہونے کی وجہ سے معدہ متاثر ہوتاہے اور معدہ کا متاثر ہوناپورے جسم کو بیماریوں کی آماجگاہ بنا دیتا ہے،جسم کوصحت مند رکھنے میں صحت مند دانتوں کا بڑا دخل ہے، دانتوں کی صفائی اور حفاظت جسم کے ساتھ ساتھ شخصیت پر بھی مثبت اثر ڈالتی ہے،خوبصورت اور چمکدار دانت چہرے کے حسن کو دوبالا کردیتے ہیں، موتیوں جیسےدانت کے ساتھ مسکرانا خوشنما لگتا ہے، پیلے اور میلے دانت سے گھن ہوتی ہے، چہرہ بدنما معلوم ہوتا ہے اور قریب آنے سے لوگ کتراتے ہیں۔

دانتوں کی صفائی اور ان کی دیکھ بھال جسم اور شخصیت دونوں کو نکھارتی ہے اس لئے ان کی حفاظت کا اہتمام ہونا چاہئے، اسلام میں دانتوں کی صفائی کی بھی بڑی تاکید کی گئی ہے، مسواک کے بڑے فضائل بیان کئے گئے ہیں، مسواک کااہتمام کرکے دانتوں کے ڈاکٹر سے بےنیاز ہوا جاسکتا ہے، پیلو کی مسواک سب سے بہتر ہے، نیم کی بھی عمدہ ہوتی ہے، اس کے علاوہ ببول، شیشم اور جامن کی ٹہنیوں سے بھی مسواک کا کام لیا جاسکتا ہے، مسواک کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

,,اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں مسواک کو لازم کر دیتا ہر نماز کے وقت یا ہر وضو کے وقت اوکماقال علیہ السلام،،

مسواک کو مسلمانوں نے چھوڑ رکھا ہے، غیر اس کو اپنائے ہوئے ہیں، بغیر مسواک کے ان کی صبح نہیں ہوتی اس لئے انہیں دانتوں کی بیماریاں کم لاحق ہوتی ہیں۔

دانتوں کی صفائی اور حفاظت کا جو فارمولہ اسلام میں ہے وہ کہیں اور نظر نہیں آتا بس ضرورت اسے اپنانے کی ہے۔

نماز کی ادائیگی میں کوتاہی بالکل نہیں ہونی چاہئے اور وضو بغیر مسواک کے نہ کریں، اگر ہر وضو کے لئے مسواک میں دشواری ہو تو اپنے جسم اور شخصیت پر رحم کھاتے ہوئے کم از کم اتنا تو ضرور کرلیں کہ رات میں کھانے پینے کے بعد سونے سے پہلے برش منجن کرکے سوئیں اور صبح میں مسواک لازمی کریں ان شاء اللہ دانتوں کے امراض سے محفوظ رہیں گے۔

دارالفلاح ممبرا کا ایک مختصر تعزیتی سفر

بقلم :- مولانا حفظ الرحمن اعظمی

حضرت مولانا صہیب احمد صاحب قاسمی نوراللہ مرقدہ شاہراہ حیات کے اس مسافر کا نام تھا جس کے عزم سفر نے چٹانوں کو تراش کر کامیابی کی راہ نکالی تھی ، اس شمع ہدایت کا نام تھا جسے ظلمت کی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں انوار شریعت کی ترسیل کے لئے مامور کیا گیا تھا ، اور قران ناطق کے اس ترجمان کا نام تھا جسے گونگو ، بہروں کے شہر میں دلوں کی کایا پلٹنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔افسوس عظمت و رفعت کے چرخ کا یہ نیر تاباں ۳اپریل ۲۰۲۱ کو ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگیا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔
مولانا کے وصال پر یہاں کے مغموم و افسردہ چہرے بتارہے تھے کہ جانے والا اس گلشن میں باغباں اوراس میکدہ میں پیرمغاں کی حیثیت رکھتا تھا ، مگر بوجوہ چند جنازے میں شرکت سے محروم رہا ، جن میں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ رح کے سانحۂ ارتحال تک چونکہ میں ممبئ کے لئے ایک انجان اور گمنام مسافر کی طرح تھا ، اس لئے یہاں کے مزاج اور یہاں کی شخصیات سے بہت زیادہ واقفیت نہیں ہوسکی تھی۔۔
آپ رح کے انتقال کے دو تین دن بعد میرے ہم زلف "مولانا اشرف صاحب قاسمی " نے مجھ سے رابطہ کیا اور جنازے میں شرکت کی بابت پوچھا ، میرے نفی میں جواب دینے پر انھوں نے تنبیہ فرمائی کہ وہ میرے قریبی لوگوں میں سے تھے تم کو شرکت کرنی چاہئیے تھی ، بہرحال موقع نکال کر چلے جانا ، اس کا تذکرہ میں نے ادیب زماں مفتی شرف الدین صاحب زید مجدھم سے کیا ، خوبئ قسمت " دونوں

طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی " مولانا رح کے اعز و اقارب خصوصا حضرت مولانا امجد صاحب قاسمی سے گہرے مراسم کی وجہ سے مفتی صاحب بھی ممبرا کے سفر کی تمنا رکھتے ہیں ۔۔

مولانا امجد صاحب سے مراسلت اور گفت و شنید کے بعد رمضان سے دو دن پہلے جانے کا پروگرام طے ہوا ، مگر قسمت کی بازی دیکھیے کہ جس وقت ہمیں ممبرا کے لئے نکلنا تھا اس سے دو تین گھنٹہ پہلے ریاست میں سخت لاک ڈاون نافذ کردیا گیا جس سے آمد و رفت کے سارے راستے مسدود ہوگئے ، اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ خواہشوں کے پر کو پرواز دینے کے لئے عید الفطر کی بہاروں کا انتظار کیا جائے ۔۔۔۔

خیر رمضان گزرا عید آئی اور عید بعد کئی مرتبہ خواہش نے انگڑائیاں لی ، ارادے نے رخت سفر باندھا مگر ہر بار ایک نئ مشکل ایک نئ افتاد پیروں کی زنجیر بن جاتی ، کبھی میزبان کی کاروباری مصروفیت ، کبھی مسافر کا فرض منصبی تو کبھی ممبئ کے موسم کی بے وقت راگنی ، اور ہر بار یہ کہہ کر سفر ملتوی کرنا پڑتا کہ

آج پھر یہ سوچ کے رکھ دی ہے کہ اب کل ہوگی
جانے کب تک تیری تصویر مکمل ہوگی

" کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے " آرزؤوں کی تکمیل کا دن آہی گیا ، رات مفتی شرف الدین صاحب زید اکرامہ نے فون کیا کہ کل اتوار کے سبب تمہارے یہاں بھی چھٹی ہوگی اور ممکن ہے مولانا امجد صاحب وغیرہ بھی خالی ہوں اس لئے آج کا دن سفر کے لئے موزوں رہے گا ، اور بہتر رہے گا اگر ابھی گوونڈی آجاؤ تاکہ فجر بعد معا روانہ ہولیا جائے ، خاکسار تعمیل حکم میں حاضر خدمت ہوگیا ۔۔۔۔۔

آج صبح ممبئ کا موسم انتہائی خوشگوار تھا ، باد صبا کے خنک جھونکیں اور بارش کی ہلکی پھواروں نے فضاء میں ارتعاش پیدا کررکھا تھا ، اس بیچ سمندر کی لہروں ، پہاڑ کی چٹانوں

اور شاہراہوں کے بیچ لگی پھول کی کیاریوں سے آنکھوں کو لذت آشنا کرتے ہوئے یہ دو نفری قافلہ آٹھ سوا آٹھ بجے اپنی منزل مقصود " مدرسہ دارالفلاح کوسہ ممبرا " پہونچ گیا ---

چند ہی ساعتوں بعد قاصد یہ پیغام لیکر حاضر ہوا کہ مولانا امجد صاحب نے اپنے دولت کدے پر یاد فرمایا ہے ، مولانا کا گھر مدرسے سے چند قدم کے فاصلے پر تھا ، اس لئے تھوڑی ہی دیر میں شرف باریابی حاصل ہوگئی ، مولانا امجد صاحب ایک باوقار ، سنجیدہ اور خوش مزاج عالم دین ہیں ، خاکسار کی مولانا سے پہلی ملاقات تھی لیکن مولانا نے کہیں سے بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیا ، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ آپ کے یہاں محفل جمی رہی ، چونکہ آپ اور مفتی شرف الدین صاحب دونوں جامعہ حسینیہ کے ابنائے قدیم تھے ، اس لئے حسینیہ اور اس سے وابستہ یادیں ہی گفتگو کا محور بنی رہی ----

ناشتہ وغیرہ سے فراغت کے بعد اب موقع تھا مولانا صہیب صاحب رح کے کارناموں کو ، آپ کے خوابوں کی حسین تعبیر کو ، آپ کے جہد مسلسل اور عمل پیہم کے ثمرات کو قریب سے دیکھنے تفصیل سے دیکھنے کا ، گھر سے نکل کر تھوڑی ہی دیر میں ہم " مسجد دارالفلاح " پہونچ گئے ----

یہ مسجد مولانا صہیب صاحب علیہ الرحمہ کی عملی جد و جہد کی پہلی گواہ ہے ، مولانا رح نے یہیں سے اپنی عملی زندگی کا آغاز فرمایا تھا ، جس وقت مولانا یہاں جلوہ رو ہوئے تھے اس وقت ایک ویرانے میں واقع یہ ایک چھوٹی سی ____ بہت ہی چھوٹی سی ______ مسجد تھی ، لیکن مولانا کی انتھک کوششوں اور برسوں کے مجاہدے نے آج "مسجد دارالفلاح " کو وسیع و عریض رقبے پر پھیلی چار منزلہ عالیشان مسجد میں تبدیل کردیا ہے ، اور آج یہ مسجد صرف توحید کے متوالوں کی سجدہ گاہ ہی نہیں بلکہ صوبہ مہاراشٹر میں دعوت و ارشاد کا ایک اہم مرکز بھی ہے ، اس کے میناروں سے اگر ایک

طرف " حی علی الفلاح " کا صور پھونکا جاتا ہے تو دوسری طرف اس کے منبر و محراب سے رشد و ہدایت کی کرنیں بھی پھوٹتی ہیں ، اور یہاں انجام دئے جانے والے ہر عمل میں مولانا رح کے اخلاص کا تاج محل صاف جھلکتا ہوا محسوس ہوتا ہے ، مولانا اس مسجد میں اپنے انتقال سے تین سال پہلے تک ___ جب کہ ان پر فالج کا اثر ہوا تھا ___ بلا انقطاع امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے تھے ---

مسجد سے چند قدم کے فاصلے پر مولانا رح کی ایثار و قربانی کا ایک اور شاہکار "مدرسہ دارالفلاح " بھی ہے ، یہ مدرسہ اپنی مقبولیت کے باعث محتاج تعارف نہیں ، ممبئ ومضافات میں اس کی ایک شان اور حیثیت ہے' تقریباً تین دہائیوں پہلے مولانا رح کے ذریعے اس کا قیام عمل میں آیا تھا اور اس دوران مولانا کی توجہ اور جد وجہد کے نتیجے میں اس نے اس قدر تیز رفتاری سے ترقی کی راہیں طے کی ہیں کہ آج اہم اداروں میں اس کا شمار ہوتاہے ، موقوف علیہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تعمیری ترقی بھی قابل دید ہے ، ممبئ جیسے علاقے میں جہاں ہر شخص کو " پیر پھیلائیں تو دیوار میں سر لگتا ہے " کا خوب خوب مشاہدہ ہوتا ہے ، وہاں ایک وسیع و عریض آراضی پر سات منزلہ عمارت تعمیر کردینا جو ممبئ کے پوش علاقوں کے رنگ و آہنگ میں بالکل ڈھلی ہو یہ وہ کارنامہ ہے جو مولانا کو زندہ و جاوید رکھنے کے لئے کافی ہے

کوویڈ 19 کے قہر و غضب اور اس کے نتیجے میں برپا ہونے والے لاک ڈاون کی وجہ سے فی الحال تو مدرسہ اپنے مکینوں سے خالی تھا اور مدرسے کے اکثر حصے مقفل بھی تھے پھر بھی مولانا امجد صاحب کی معیت میں اچھا خاصا وقت مدرسے میں گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی ----

وہاں سے نکلے تو مولانا امجد احب اپنی دوکان پر لے گئے جو مسجد سے بالکل متصل ہے۔

اس نشست میں دنیا جہان کی بہت باتیں ہوئیں ، بہت سی شخصیات کے تذکرے ہوئے ، پاسبان اور اس کے بعض اکابر کا بھی مقدس آیتوں کی طرح ورد ہوا لیکن عموما مولانا صہیب صاحب رح کی شخصیت ، اپ کے کمالات ، آپ کی خصوصیات ، آپ کی طلاقت لسانی اور زور بیانی کا ہی چرچا ہوتا رہا ، اور اس ضمن میں مولانا کے ایسے ایسے واقعات سنائے گئے جس سے آپ کی قدر و منزلت دو چند ہوگئی ۔۔

تذکرہ مولانا صہیب صاحب رح اور ان کے کارناموں کا ہو اور راوی مولانا امجد صاحب جیسی معتبر ذات ہو تو کس کا دل نہیں کرے گا کہ گفتگو طویل سے طویل تر ہو لیکن گھڑی کی سوئی اگیارہ کے قریب پہونچ چکی تھی ، اور طے شدہ پروگرام کے مطابق یہ واپسی کا وقت تھا ، اس لئے بادل نہ خواستہ ہم دونوں نے آداب کہا اور رخصت کی اجازت چاہی ، جو بخوشی میسر بھی ہوگئی ، گوکہ ابھی مولانا کی قبر کی زیارت باقی تھی لیکن بعض عوائق کی وجہ سے اس کو کسی دوسرے سفر پر معلق کردیا گیا ، اس طرح یہ یادگار سفر اپنے مستقر پر آکر تمام ہوا ۔۔۔۔۔

اہل مدارس کو وقتی طور پر حکمتِ عملی تبدیل کرنے کی ضرورت

بقلم :- مولانا اظہارالحق بستوی ، مدرسہ عربیہ قرآنیہ، اٹاوہ، یوپی

کورونا وبا کا دوسرا سال چل رہا ہے اور یہ وبا ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہے۔ بل کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس میں اضافہ اور اس کی شکلوں میں تنوع آتا جا رہا ہے۔ ہر دن کورونا کی نئی شکل دریافت ہو رہی ہے جو اپنی گزشتہ شکل سے زیادہ خطرناک معلوم ہو رہی ہے۔

دوسری طرف اہل مدارس کا گزشتہ ایک سال مدارس کھلنے کے انتظار میں گزر گیا۔ دوسرے اداروں، اسکولوں اور تعلیم گاہوں نے آن لائن تعلیم کے ذریعے کچھ حد تک تعلیمی نقصان کی بھرپائی کرلی اور اپنے طلبہ کا سال ضائع ہونے سے بچا لیا۔ مگر ہمارے مدارس کے طلبہ کا مکمل سال ضائع ہوگیا۔

اہل مدارس پورے سال منتظر رہے کہ شاید اب، شاید تب مدارس کھولنے کی اجازت مل جائے مگر سب کچھ کھلنے اور کھولنے کے باوجود مدارس نہ کھل سکے۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ چھوٹے مدارس نے چپکے سے کچھ دن مدرسہ چلا لیا یا صرف مقامی چند طلبہ کو لے کر پڑھ پڑھا لیا مگر نوے فی صد طلبہ مدارس کا سال برباد ہوگیا۔

جس کے نتیجے میں طلبہ کا مزاج پڑھنے سے کافی دور چلا گیا ہے اور وہ اپنی خواندہ کتابوں کو بھی ذہنوں سے محو کر چکے ہیں۔ اطلاع یہ بھی ہے کہ بے شمار طلبہ اب ضروریات خانہ کی تکمیل کے لیے چھوٹی موٹی ملازمتوں اور کاروبار میں لگ چکے ہیں

اور پڑھائی سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔ سمجھا جا سکتا ہے کہ سوا سال تک تسلسل کے ساتھ کتابوں سے دوری اور حالات کی مار طلبہ کو کیا گل کھلائے گی۔ جن طلبہ کو ایک دن کتاب سے دوری پر بتلایا جاتا تھا کہ وہ کئی روز تک اس کا نقصان اٹھائیں گے ان کا پندرہ مہینے اپنی کتابوں سے دوری پر کیا حال ہوگا سمجھا جا سکتا ہے۔

کورونا کی وبا ابھی کب تک رہے گی کچھ واضح نہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ کورونا کے بعد کی دنیا اب پہلے کے جیسی کبھی نہیں ہوگی۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ یہ بیماری اب دو سو سال رہے گی۔ چار پانچ سال اس کا باقی رہنا یقینی بتایا جا رہا ہے۔ پھر کورونا کی تیسری لہر کے بارے میں پیش گوئیاں کی جا چکی ہیں کہ وہ اب تک سب سے خطرناک لہر ہوگی جس سے بچے سب سے زیادہ متاثر ہوں گے۔

ایسی صورت حال میں (خدا نہ کرے) مدارس کا اپنی اصلی حالت پر جلد لوٹ پانا آسان نہیں لگ رہا ہے۔ پھر جب کہ شر پسند عناصر مدارس کو اپنی آنکھ کا کانٹا سمجھتے ہیں تو وہ ہر ممکن کوشش سے مدارس کے کھلنے میں رکاوٹ پیدا کریں گے۔

جب صورت حال ایسی ہے تو کیا مدارس والوں کو ابھی بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے حالات کے نارمل ہونے کا انتظار کرنا چاہیے اور چاہے جتنا وقت گزر جائے مگر مدارس کو اپنی قدیم شکل کے علاوہ کسی شکل میں چلانے پر غور نہیں کرنا چاہیے یا اس صورت میں وقتی طورپر اپنی حکمت عملی کو تبدیل کرکے اپنے طلبہ کی تعلیم کی فکر کرنی چاہیے اور ان کے مزید سال ضائع ہونے اور انھیں علم سے محروم رہنے سے بچانا چاہیے۔

سوال یہ ہے کہ ایسے حالات میں مدارس کو کیا کرنا چاہیے کہ بچوں کو بآسانی پڑھایا جا سکے اور ان کا وقت ضائع نہ ہو اور باطل، مدارس کو بے کار بنانے کے مشن میں کامیاب بھی نہ ہو۔

ایسے میں سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اہل مدارس خود اس مسئلے پر سر جوڑ کر بیٹھیں اور کسی حل تک پہونچنے کی کوشش کریں۔ نئ تبدیلیوں کو قبول کرنے کے لیے خود کو تیار کریں۔ امت کو درپیش چیلنج سے نکالنے کے لیے پر عزم ہوں۔

کچھ باتیں میرے ذہن میں بھی ہیں۔ چوں کہ ہم نے سال گزشتہ اپنے مدرسے میں کئ مہینے اس کا عملی اور مفید تجربہ بھی کیا ہے اس لیے ان کو بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

1۔ آن لائن تعلیم ہی آف لائن تعلیم کی متبادل ہے۔ لہذا مدرسے کی ہر جماعت کا الگ الگ واٹساپ یا ٹیلیگرام گروپ بنا لیا جائے جس میں ایک جماعت کے سارے طلبہ کو جوڑ لیا جائے تاکہ اس میں وقتاً فوقتاً طلبہ کو ہدایت دی جاسکے۔ اس گروپ میں سارے متعلق اساتذہ کو ایڈمن بنایا جائے تاکہ وہ حسب ضرورت طلبہ کو جوڑ سکیں یا اس کے نظام میں تبدیلی کر سکیں۔

2۔ آن لائن پڑھانے کی ایک شکل یہ ہے کہ طلبہ کی ہر جماعت کو زوم یا گوگل میٹ ایپ یا کسی اور ایپ پر پڑھایا جائے۔ اسکول والے عموما یہی طریقہ اپناتے ہیں۔ سبق اسی پر سنا بھی جائے اور پڑھایا بھی جائے۔ یاد داشت والی کتابوں کو بھی پڑھانے کا یہی بہتر طریقہ ہے۔

اگر زوم وغیرہ کا سبسکرپشن لے لیں تو بہت مفید رہے گا۔ مدارس اپنا جو خرچہ طلبہ کی خوراک، رہائش اور لائٹ وغیرہ پر خرچ کرتے تھے اس کا کچھ حصہ اب اس طرف موڑ دیں تو بڑی سہولت ہو جائے گی۔

تفہیم و تشریح والی کتابوں کو پڑھانے کی زیادہ بہتر شکل یہ ہے کہ اساتذہ اسباق کی اسکرین ریکارڈنگ کرلیں اور مدرسہ اسے اپنی یوٹیوب سائٹ پر اپلوڈ کردے۔ (اپلوڈ کرنے کے لیے چند لوگوں کی خدمات بھی حاصل کی جا سکتی ہیں۔ تیز انٹرنیٹ کے ساتھ

چند گھنٹوں میں سارے اسباق اپلوڈ ہو جائیں گے ان شاءاللہ۔) اپلوڈ ہونے کے بعد متعلقہ درجے کے گروپ میں اس کی لنک بھیج دی جائے اور طلبہ کو سبق سننے کا پابند کردیا جائے۔ اور اگلے دن زوم وغیرہ پر کچھ طلبہ سے سبق ضرور سنا جائے۔ اس طرح طلبہ جڑ بھی جائیں گے اور گھرِ بھی جائیں گے اور پڑھ بھی لیں گے۔

3۔ اسکرین ریکارڈنگ کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ ویڈیو کے جواز کے عدم قائلین بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں کہ اسکرین پر صرف کتاب کھلی رہے گی اور استاذ کی آواز ریکارڈ ہوجائے گی۔ Xrecorder کے نام سے ایک ریکارڈر ایپ پلے اسٹور پر موجود ہے۔ اس کے لیے علاوہ ایپس کو بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

4۔ روزانہ چالیس منٹ کی زیادہ سے زیادہ چار گھنٹیاں پڑھائی جائیں۔ ہر جماعت کی صرف تین اہم ترین کتابیں باقاعدہ پڑھائی جائیں اور دیگر کتب کو دو دن اور تین دن کے حساب سے تقسیم کردیں۔

5۔ حفظ کی تعلیم عموماً مقامی طلبہ کی ہوتی ہے اس لیے انھیں استاذ مختلف اوقات میں ایک دو گھنٹے بلاتا رہے۔ اور دور کے بچوں کو بھی مقامی علماء و ائمہ سے استفادہ کرنے کے لیے کہہ دیا جائے۔ اور اساتذہ انھیں اپنے ربط میں رکھیں۔ اس میں والدین کا تعاون بھی لیا جائے۔ پارہ ختم ہونے پر جائزہ کا نظم رکھیں وغیرہ۔ حسب ضرورت گھنٹہ دو گھنٹہ زوم ایپ پر یا گوگل میٹ اور واٹساپ پر بھی پڑھا سکتے ہیں۔

6۔ آج پوری دنیا آن لائن تعلیم سے جڑ چکی ہے اس لیے اس کے اور بھی نئے طریقے ہوں گے جن کی تلاش کرکے اٗدہ اٹھانا چاہیے۔اس حوالے سے اساتذہ کی کسی قدر ٹریننگ کی بھی ، ضرورت ہو سکتی ہے جس کے لیے کسی ماہر سے ٹریننگ بھی لی جا سکتی ہے۔

7۔ جس طرح آف لائن کلاس میں چار، دس، بیس، پچاس، سو، پانچ سو اور ہزار طلبہ

سبق میں شریک ہو سکتے ہیں اسی طرح آن لائن میں بھی جڑ سکتے ہیں۔

8۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اس سے طلبہ موبائل کے عادی ہو جائیں گے تو اسے یہ جاننا چاہیے کہ طلبہ ہی نہیں، پوری دنیا اس وقت موبائل کی عادی ہے۔ اچھی بات یہ ہوگی کہ یہ عادت مفید بنا دی جائے۔ پچانوے فیصد گھروں میں بڑے فون انٹرنیٹ کے ساتھ موجود ہیں۔ بقیہ پانچ فیصد بھی حسب تقاضا انتظام کرلیں گے ان شاءاللہ۔

9۔ شروع میں یہ تھوڑا اٹ پٹا ضرور لگے گا مگر یہ جاننا چاہیے کہ یہ نیو نارمل یعنی نیا معمول بہا کام ہے۔ بہت ممکن ہے کہ دنیا اب اسی ڈھرّے پر باقی رہے۔ اس لیے ہم کو بہت تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

10۔ اس سلسلے میں متہم و صدر مدرس حضرات کا پختہ عزم سب کو کام پر لگا دے گا۔ راہ فرار اختیار کرنے والوں کا علاج یہ ہے ان کی ٹریننگ کروائی جائے اور انھیں شوق دلایا جائے۔ چند دن میں وہ سب لوگ عادی ہو جائیں گے ان شاءاللہ۔ آج کون ہے جو ویڈیو کال نہیں کرتا! یا ویڈیو خطاب نہیں کرتا۔ یا آن لائن تعزیت نہیں کرتا۔ ٹھیک ہے کہ ویڈیو ریکارڈنگ کو بہت سے لوگ غیر جائز کہتے ہیں ایسے لوگ اسکرین ریکارڈنگ سے سبق پڑھائیں اور آن لائن سبق سن لیں۔

یہ بات مفید تر معلوم ہوتی ہے کہ موقع کی نزاکت سے اپنی پالیسی فوراً تبدیل کی جائے۔ شوال کا مہینہ بھی چل رہا ہے اس لیے اس میں مزید تاخیر سے گریز کرنا چاہیے۔ مدارس جب کھلیں گے (خدا کرے کہ وہ دن جلد آئے) تو ان شاءاللہ حسب سابق قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہوں گی۔ ابھی وقت ہے کہ آن لائن اس صدا کو بلند کیا جائے تاکہ باطل ہمیں پیچھے سے پچھے تر کرنے اور رکھنے کی اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو اور ہم اپنے طلبہ کو مزید نقصان سے بچا سکیں۔

عام علماء سے بھی گزارش ہے کہ کہ وہ اس حالت میں جہاں بھی ہیں تعلیم کے قدیمی نظام کو بھی زندہ کریں، یعنی اپنے مقام پر مسجد، مکان، ڈیوڑھی میں درس وتدریس کی بساط بچھائیں اور جیسے بھی ممکن ہو طالبان علم کی پیاس بجھانے کی شکلیں نکالیں۔

چندے کے سلسلے میں بھی حکمت عملی تبدیل ہو

گزشتہ رمضان میں مالی فراہمی نہ ہوسکنے کے سبب اکثر اہل مدارس پورا سال زبوں حالی کا شکار رہے۔پھرامید تھی کہ سال رواں رمضان میں گزشتہ غموں کا کچھ ازالہ ہو جائے گا مگر کرونا کے عفریت نے اس رمضان ایک بار پھر اپنے پیر پسار دیے اور اہل مدارس ایک بار پھر مدارس کی ضروریات کی فراہمی نہ کرسکے۔

اس سلسلے میں بھی حکمت عملی کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے کہ ماہ رمضان کے علاوہ حالات کودیکھتے ہوئے چند بڑے اداروں کا وفاق کسی مہینے کے سلسلے میں طے کردے کہ فلاں مہینے میں ملک گیر سطح پر سفراء چندہ کریں گے۔ ملکی سطح پر اس کا اعلان بھی کردیا جائے تو چھوٹے مدارس بھی زندہ رہ سکیں گے۔ اس کے کامیاب ہونے کی صورت میں مستقبل میں کسی بھی مشکل صورت میں اہل مدارس پریشان نہیں ہوں گے، **ان شاءاللہ۔**

اللہ تعالیٰ پوری انسانیت پراور بطور خاص ہندوستان کےاہل مدارس پراپنا خاص رحم و کرم فرمائے اورمدارس کے طلبہ کی مزیدتعلیمی نقصان سے حفاظت فرمائے اور مدارس کے جلد کھلنے کی سبیل فرمائے۔ جو آن لائن کی ہمت کرسکیں ان کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔

فتنوں کی بارش

بقلم :- مولانا محبوب عالم قاسمی

قرب قیامت کی علامات میں سے فتنوں کی کثرت ہے، نوع بنوع کے فتنوں کا ظہور ھر روز نیے رنگ وروپ میں ہورہا ہے یہ فتنے شجر و حجر، برگ و ثمر، شمس و قمر، سے نہیں نکل رہے ہیں، نہ .ہی ہواؤں و فضاؤں کے سہارے پھیل رہے ہیں، انہار و ابحار کی لہروں کا بھی اس میں کوئی دخل نہیں ہے، یہ فتنے انسان نما درندوں کے برپا کردہ ہیں، یہ فتنے خدافراموش قوموں کےایجاد کردہ ہیں، یہ فتنے ارباب اقتدار کے جابرانہ طرز حکمرانی کا نتیجہ ہے، قوموں کی تباہی وبربادی خود ان کے اعمال واخلاق کےفساد سے ہوتی ہے، زوال وادبار کی داستان افکار وکردار کی پستی سے رقم ہوتی ہے، ظھر الفساد فی البر والبحر بماکسبت ایدی الناس، دینی تصلب، اسلامی تشخص، شعائر کا تقدس، اھل ایمان کا سب سے قیمتی جوھر تھا افسوس ہے کہ ہم اسکی بھی حفاظت نہیں کرپارہے ہیں، پہاڑوں کی بلندی، سمندروں کی طغیانی، آبشاروں کے ترنم، چمن کی شادابی، نکہت گل کی شام نوازی، چڑیوں کی نغمہ سنجی، نمود جہاں کی سہانی گھڑی، تبسم فشاں زندگی کی کلی، شا م کا سکوت، سحر کی خنکی، شب دیجور کی ظلمت، آفتاب کی تمازت، موسم کی حرارت، خزاں کی شرارت، بہار کی لطافت، پھلوں کی لذت، گلوں کی

رنگینی، کھیتوں کی ھریالی، باغوں کی دلفریبی، جانوروں کی محبت، مال کی کثرت، اولاد کی قوت، بدن کی طاقت، جوانی کا نشہ، یہ ساری چمک دمک عارضی و فانی حطام دنیا ومتاع عاجل ہیں جس کے دام حسن میں گرفتار ہو کر اچھے اچھے حکیم و دانا اپنے قصر ایمان و یقین ، وایوان استقامت کو متزلزل کر ڈالتے ہیں انجام کار فتنوں کے جراثیم اندر تک سرایت کرنے لگتے ہیں

فتنوں کادروازہ جب کھل جاتا ہے تو اسکو بند کرنا سخت دشوار ہوتاہے ،پھر حرم پر تالے لگتے ہیں، حج و عمرہ پر پابندی لگتی ہے، قرآن کریم کو الماریوں سے غائب کردیاجاتاہے ، تراویح پر بینڈ لگتاہے، جمعہ و عیدین پر کرفیو لگایا جاتا ہے، دینی اجتماعات وجلسوں کا انعقاد جرم قرار پاتا ہے، تعلیم گاہیں، مدارس، ادارے، جامعات، ویران کردیے جاتے ہیں، مساجد کو ہاسپیٹل بنانے کے فتوے صادر ہوتے ہیں، مدارس کو گودام بنانے کی تدبیریں یکجاتی ہیں،

اصحاب دعوت وعزیمت کی سیرت وتاریخ ہم کو پھرسے پڑھنا چاہیے اور نیاگان کہن سے اخلاص عمل مانگ کر کفن بردوش سربکف سربلند میدان عمل میں نکلنے کا فیصلہ کرنا چاہیے ، ورنہ یہی کہنا پڑے گا....

حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے

جوانان تتاری کسقدر صاحب نظر نکلے

(مولانا) محبوب عالم قاسمی

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ

موت کو سمجھے ہے غافل اختتام زندگی !

بقلم :- مفتی اظفر زبیر اعظمی

بحیثیت مسلمان ہمارا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ ہم اس دنیا میں رہنے کے لیے نہیں آئے بلکہ ہماس دنیا میں چند روزہ مہمان ہیں اور یہاں رہنے کی ہماری ایک مدت ہے جوں ہی یہ مدت پوری ہوگی ہمیں اس دنیا کو الوداع کہنا ہے،

"إذا جاء أجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون"

اور اب ہمارا یہ سفر آخرت ہی ہمیں ہماری منزل تک پہونچائے گا اور اسی کے ذریعہ ہم اپنے پروردگار سے ملاقات کرسکیں گے۔

"وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة"

موت کو مومن کا تحفہ کہا گیا ہے اور موت کو ناپسند کرنا شریعت میں برا بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں پر اس وقت آفت کا سماں ہوگا جب ان کے اندر یہ خرابی پائی جائے گی "حب الدنيا وكراهية الموت"

ہر مسافر کو اپنے وطن پہونچنے کا شوق و جذبہ اسے پورے سفر بے چین کیے رہتا ہے کہ وہ کتنی جلدی اپنے وطن پہونچے مسلمان کو بھی دنیا میں ایک مسافر کی طرح جینا ہے اور آخرت ہی اس کا وطن ہے جس کا شوق انتظار اسے بے چین کیے رہتا ہے. "كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل"

اپنوں کی موت یقینا غم کی چیز ہوا کرتی ہے اور یہ انسانی فطرت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی جدائی کے وقت کہا تھا:

"إن العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول إلا ما يرضى ربنا وإنا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون"

اس وقت اموات کی خبروں نے دنیا میں ہاہاکار مچا رکھی ہے مگر رمضان کا بابرکت مہینہ ہمارے لیے باعث تسکین ہے کہ اس ماہ میں جانے والوں کے لیے خدا تعالی کی طرف سے خاص انعام ہے۔

اب ہمارے لیے کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم موت سے پہلے موت کی تیاری کریں اس فانی زندگی کے سب سے حسین تحفہ "**خاتمہ بالخیر**" کے لیے دعاوں کا اہتمام کریں۔۔۔

فاطر السموات والأرض أنت ولي في الدنيا والآخرة توفني مسلما وألحقني بالصالحين۔

کہ:

ہے یہ شام زندگی صبحِ دوامِ زندگی

دہشت نے اعصاب کو کمزور کردیا

بقلم :- مولانا طہ قاسمی جون پوری

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں، دنیا میں ایک سے ایک خطرناک بیماریاں، وائرس، فلو، اور جراثیم آئے اور آتے رہیں گے. کتنی بیماریوں نے، علاقے کے علاقے کو اپنی زد میں لے لیا اور بعض خطرناک جراثیم کے اثرات نے، نسلوں کے اعضاء کو لنگڑا اور اپاہج بنادیا.

اس وقت بھی، اکیسویں صدی ایک عجیب صورت حال سے گذر رہی ہے. **کورونا** نامی وائرس (کسبی یا وہبی) پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے. اپنے مولد **ملک چین** سے لے کر، ہر طرف شطرنج کی بساط کی طرح پھیل چکا ہے. اور اس سے بچاؤ کی تدبیریں اور علاج اختیار کیے جارہے ہیں.

لیکن جس چیز پر سب سے زیادہ حیرت ہے، وہ اس بیماری کی **دہشت** ہے. اس میں کوئی شک نہیں، کہ کوئی مرض کبھی چھوٹا نہیں ہوتا. بلکہ ہر مرض اپنے آپ میں جان لیوا ہو سکتا ہے اور اس کی لاکھوں مثالیں دنیا میں دیکھی جاسکتی ہیں. مزید یہ کہ بعض بیماریاں تو ایسی ہیں، کہ ان کے ہونے کے بعد، انسان کو **موت** یقینی نظر آنے لگتی ہے. مثال کے طور پر **کینسر** کو لے لیا جائے، کہ اس کے وجود کے بعد، **موت** کی گھنٹی سر پر بجنے لگتی ہے. اس کے علاوہ دنیا میں اور بھی بیماریاں ہیں، جن سے روزانہ اموات ہوہی رہی ہیں. لیکن **کورونا** کی اس وبا کے بعد، سے جو **دہشت** پھیلی یا پھیلائی گئی ہے، وہ حد درجہ افسوس ناک ہے۔

بندہ نہ تو **نفسیات** کا طالب علم ہے، اور نہ ہی اس سلسلے میں کچھ شد بد، لیکن **حدیث پاک** کے اس لفظ سے، جو کسی مریض کی عیادت کے موقع پر خاص طور سے بولا اور پڑھا جاتا ہے، کہ "لا بأس طهور إن شاء الله" اس میں **لابأس** کہ کر مریض کو حوصلہ دیا جاتا ہے، اس کے اعصاب کو مضبوط کیا جاتا ہے، تاکہ وہ جلد بیماری سے صحت یاب ہو، لیکن اس بیماری میں، اس کبی **دہشت** سے تو، سب سے پہلے، مریض کے اعصاب پر ہی زد پڑتی ہے، اس کے حوصلے کو پست کردیا جاتا ہے. اس لیے وبا کو وبا سمجھ کر، ہی کام کیا جائے. مریض کے حوصلے کو بڑھایا جائے، اس کو اعصاب کو بجائے کمزور کرنے کے تقویت دی جائے، کیوں کہ یہ بھی تو تعلیمات رسول کا حصہ ہے، جس طرح علاج و تدابیر حصہ ہیں.

بلاشبہ بیماریوں سے بچاؤ کے لیے تدبیریں، اور علاج اختیار کیے جانے چاہیے، لیکن **کورونا** کے نام پر تدبیر کے ساتھ، جو **دہشت** پیدا کی گئی ہے، اس کو ختم کیا جانا چاہیے. اللہ کرے اس وبا (کسبی یا وہبی) کے سلسلے میں کم سے کم یہ مزاج بن جائے اور ہم مریض کو حوصلہ دینے والوں میں سے بن جائیں.

بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی

بقلم :- مولانا کلیم احمد نانوتوی

کورونا کے نام پر کھیلا جانے والا ظلم و ستم کا کھیل ساری دنیا کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، اور طوعا یا کرہا خاموشی اختیار کر کے لبوں کو سی کر تماشائی بنی ہوئی ہے۔ ہسپتالوں میں اموات کی کثرت نے بہت سے دلوں کو مغموم اور آنکھوں سے ابلنے والے چشموں کو جاری کر دیا ہے، ویکسین کے نام پر زہر کا استعمال زوروں پر ہے جس کی وجہ سے ہر دن بہت سے بھولے بھالے لوگ اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے دنیائے فانی کو الوداع کہہ رہے ہیں، ماسک نہ لگانے والوں سے ہزاروں روپے جرمانے کے نام پر وصول کر سرکاری پیٹوں کو بھرا جا رہا ہے : ہر چہار سو انسانیت سسکتی، بلکتی اور تڑپتی، معصوم شکل بنائے مظلومیت کے کٹھ گھرے میں کھڑی بے بسی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔

ان مہیب حالات نے بہت سے دلوں کو خائف بھی کیا ہے کہ وہ ہر لمحہ ڈرے ہوئے ہیں اور ان کا چین کھو گیا ہے، سکون لٹ گیا ہے، ہر وقت موت کی خبروں نے ان کے اعصاب کو یرغمال بنا لیا ہے۔ ان میں اکثریت ان حضرات کی ہے جو چالیس کی عمر سے تجاوز کر چکے ہیں۔ خوف و ہراس کا شکار ہو کر یہ لوگ عدم اطمینانی کے سازشی جال میں الجھے ہوئے ہیں : حالاں کہ دنیا کے حالات سے گھبرانا اور نا امید ہونا، بہادروں کا شیوہ نہیں ہے، یہ تنگی و سختی کے حالات، دنیا اور اہل

دنیا پر پہلی بار نہیں آئے ؛ بل کہ ان سے بھی سخت حالات کا سامنا ہمارے اگلوں نے کیا ہے، جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔

چناں چہ مفکر ملت : مولانا علی میاں ندوی صاحب مرحوم اپنی مشہور و معروف کتاب : تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول میں، البدایہ والنہایہ جلد ۳ کے حوالے سے، ۵۹۷ھ کے حالات کے سلسلے میں رقم طراز ہیں :

"کہ دریائے نیل میں طغیانی نہیں آئی، اور مصر میں ایسی گرانی رونما ہوئی اور ایسا شدید قحط پڑا کہ آدمی نے آدمی کو بھون کر کھایا، موت کی ایسی گرم بازاری تھی کہ مردوں کو کفن دینا ممکن نہ تھا،مؤرخ ابو شامہ کے بیان کے مطابق تنہا الملک العادل (سلطان مصر) نے صرف ایک مہینے میں، دو لاکھ بیس ہزار مردوں کو اپنے ذاتی مال سے کفن دیا، کتوں اور مردوں کو کھانے کی نوبت آ گئی، بہت بڑی تعداد میں بچے بھون بھون کر کھا لیے گئے، اور اس کی ایسی عمومیت ہوئی کہ اس میں لوگوں کو کوئی قباحت نہیں محسوس ہوتی تھی۔ مؤرخ ابن کثیر کے بیان کے مطابق : جب کھانے کے لیے بچے اور چھوٹی عمر کے لڑکے نہیں رہے تو جس آدمی کا جس آدمی پر زور چلا، اس نے اس کو بھون کر کھا لیا۔ سنت اللہ کے مطابق آسمانی تنبیہات کا سلسلہ بھی جاری تھا، اور ایسے غیر معمولی واقعات پیش آ رہے تھے جو توبہ، انابت اور اصلاح حال کا خیال و جذبہ پیدا کرنے کے لیے کافی تھے ؛ چناں چہ اسی ۵۹۷ھ میں ایک عظیم زلزلہ آیا، جس کی زد میں خاص طور پر ملک شام، بلاد روم اور عراق تھے۔ اس کی ہلاکت آفرینی اور دہشت انگیزی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ تنہا شہر نابلس اور اس کے اطراف میں بیس ہزار انسان زلزلے میں دب کر مر گئے"

(تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول صفحہ نمبر : ۳۰۸، ۳۰۹)

یہ ایک ہلکی سی جھلک تھی ؛ ورنہ اس طرح کے حالات کا تذکرہ بہت سی تاریخی کتابوں میں ملے گا۔ آج کے حالات بھی پرخطر ہیں اور یقینا ہیں ؛ لیکن ہمیں ڈرنے، گھبرانے، ٹینشن میں مبتلا ہونے اور دہشت کے مارے ہوئے لوگوں میں شامل ہونے کے بجائے تقوی کے حصول میں لگنا چاہیے، فاطر کائنات کے سامنے سوالی بن کر پیش ہونے کو راہ نجات سمجھنا چاہیے اور موجودہ حالات کو خدا کی قہاری کا ادنی سا نمونہ سمجھ کر اس کی غفاری کے طالب بننا چاہیے۔ ہم نے زندگی رب کی معصیت میں گزاری اور فراعنہ و نمارده کے سامنے ہزاروں بار سر بسجود ہوئے، اب بھی مسجود الکل کے سامنے گڑگڑا لیں اور اپنا رونا رو لیں تو شاید رحم و کرم کے فیصلے ہم سے کچھ زیادہ دور نہیں؟؟

ہندوؤں کو سی اے اے مسلمانوں کو وسیم رضوی

بقلم :- مولانا حبیب اللہ قاسمی ،مدرسہ تعلیم القرآن روپولیا بازار مغربی چمپارن

ایک طرف ملعون وسیم رضوی نے قرآن پاک کی آیات کو پھیر بدل کر ایک نئ ترتیب دینے کی شرمناک حرکت کی ہے

اور اس ناقابل برداشت ترتیب کا ایک نسخہ وزیر اعظم نریندر مودی کو بھیج کر اس کی طرف سے یہ درخواست بھی کی گئ ہے کہ ملک کے تمام دینی اداروں میں اسی قرآن پاک کی تعلیم کو لازم کیا جائے جو کہ تاقیامت ناممکن ہے،

دوسری طرف وزیر داخلہ امت شاہ کی طرف سے سی اے اے سے متعلق ایک اعلان بطور حکم آیا ہے کہ غیر ملکی ہندؤں کو شہریت دینے کا کام جلد ہی شروع ہونے جارہا ہے،

پہلی خبر کا تعلق براہ راست مسلمانوں سے ہے تو دوسری خبر ہندؤں سے متعلق ہے ان دونوں خبروں میں اتفاق یہ ہے کہ جیسے ہی امت شاہ کی طرف سی اے اے کا نوٹیفکیشن جاری ہوتا ہے اس کے فوراً بعد ملعون وسیم رضوی اپنی شرمناک حرکت کے ساتھ میڈیا میں چھا جاتا ہے

ان دونوں خبروں کو وائرل اور ہائی لائٹ کرنے کا بیڑا گودی میڈیا نے اٹھا لیا ہے اور تقریباً اس وقت تک یہ دونوں خبریں ملک کی سیاست کا اہم حصہ بنی رہیں گی جب تک مرکزی حکومت کی ناکامی اور بدنامی پس پشت نہیں چلی جاتیں کیونکہ ملک کے حکمرانوں کی فی الحال جو بدنامی پوری دنیا میں ہورہی ہے شاید ہی گزشتہ سات

سالوں میں ایسی تذلیل ہوئی ہو اس لیے ملک کے سیاسی اور سماجی حالات کا رخ موڑنا بھی حکومت کے لیے ضروری ہے تاکہ چہار جانب ہورہی ذلت و رسوائی سے شاطرانہ طور پر حکومت بچ نکلے

ان دونوں خبروں کو سرخی مہیا کرنے سے حکومت کی منشا یہ ہے کہ ملعون وسیم رضوی کے ذریعے مسلمانوں کو ایسا الجھایا جائے جیسے چند ماہ قبل قرآن مجید کی چھبیس آیتوں کو لیکر الجھایا گیا تھا (حالانکہ سپریم کورٹ نے ملعون کی اپیل سرے سے خارج کرتے ہوئے پچاس ہزار کا جرمانہ بھی عائد کیا تھا)

دوسری طرف غیر ملکی ہندؤں کو شہریت دینے کی بات اس لیے کی جارہی ہے تاکہ ہندو شہریت معاملے میں اس طرح مشغول ہوں کہ انہیں حکومت کی ناکامی اور بے بسی کے باعث اپنوں کے کھونے کا خیال بھی نہ رہے اور ظالم و جابر حکمران بڑی چالاکی کے ساتھ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوجائیں

حکومت ملک کے عوام کو منظم طریقے سے دھوکہ دینے میں مصروف ہے اب ہماری باری ہے کہ ہم دھوکہ کھاتے ہیں یا حکومت کو دھوکہ دیتے ہیں

ملعون وسیم رضوی نے جو شرمناک حرکت کی ہے تمام مسلمانوں سے میری ناقص رائے کے مطابق گزارش ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کے تحت اس کی حرکات کو سرے سے نظر انداز کیا جائے تاکہ وہ اپنی موت خود ہی مرجائے

اور کاش کہ ہندوؤں کو بھی سمجھ میں آتا کہ سی اے اے، این آر سی اور این پی آر حکومت کی بڑی چالیں ہیں جن کی زد میں ہندوستان کا ہر اک فرد یکے بعد دیگرے آنے والا ہے اس لیے تمام ہندو بھی مذکورہ کالے قوانین کے خلاف صدائے احتجاج

بلند کرتے اور مسلمانوں کے ساتھ کھڑے ہوتے تو ملک کی صورت کچھ اور ہوتی گزشتہ چند مہینوں سے ہندو مسلم کے درمیان جو نفرت کی دیواریں حائل کی گئی تھیں وہ تقریباً مکمل تباہی کے دہانے پر تھیں اور ایسا محسوس ہورہا تھا کہ فرقہ وارانہ تشدد کے علمبردار حکومت کا خاتمہ قریب ہے

مگر ہندو مسلم اتحاد اور ان کے درمیان بھائی چارگی کی خوشگوار فضا موجودہ مرکزی حکومت کو کیونکر بھائے تب ہی تو پھر حکومت نے ایسی چال چلی ہے کہ دونوں اپنے اپنے مذہبی سماجی اور اقتصادی مسائل میں ایسے مشغول ہوں کہ انہیں ایک دوسرے کے قریب آنے کی فرصت ہی نہ ملے اور حکومت کی بدعنوانی اور کالے کرتوتوں کی نقاب کشائی کا عمل ملتوی ہوجائے،

نـــظـــم

بقلم :- مولانا محمد اکرم خان قاسمی

نظم بوقت تکمیل حفظ قرآن عزیزم **محمـد** سلمہ ابن جناب محترم مفتی ڈاکٹر
عبید اللہ صاحب قاسمی مدظلہ العالی پروفیسر دہلی یونیورسٹی دہلی

"**محمـد**" آپ کو یہ دولت قرآں مبارک ہو
مبارک آپ کو بخشش کا یہ ساماں مبارک ہو

یہ دولت بندگان حق کو ملتی ہے مقدر سے
مقدر ہے تمھارا کس قدر تاباں مبارک ہو

مسرت سے ہیں کہتے آج **مولانا عبیـد اللّٰـہ**
میرے گھر میں نزول رحمت یزداں مبارک ہو

قیامت میں جسے چاہو گے رب بخشواوءگے
تمھارے واسطے بخشش کا یہ اعلاں مبارک ہو

خدا نے اتنی کم عمری میں یہ نعمت عطا کی ہے
مبارک ہو خدا کا فضل اور احساں مبارک ہو

خوشی میں آج **مریم** ہے ہبہ کو بھی مسرت ہے
ہواہے حافظ قرآن ـــــ بھائی جاں مبارک ہو

تمھاری **والدہ** بھی کہہ رہی ہیں یہ مسرت سے
تمھیں قرآن کی دولت عزیز ازجاں مبارک ہو

خلوص و پیار ہے **حافظ زماں** کا اور محنت ہے
انھیں کی جہد سے منزل ہوئی آساں مبارک ہو

جناب محترم **آس محمد** کی دعائیں ہیں
سبھی کو ایسا ناظم نیک دل انساں مبارک ہو

سبھی خرد و کلاں گھر کے ـــ غریق بحر فرحت ہیں
ہوئے پورے سبھی کے قلب کے ارماں مبارک ہو

ہے عیسوی دوہزار انیس ـــ اور اپریل کی تیرہ
یہ چودہ سو ہے چالیس اور مہ شعباں مبارک ہو

کلام حق کو جو سیکھے سکھائے خیر امت ہے
مسلمانوں نبی کا تم کو یہ فرماں مبارک ہو

گاؤں کی باتیں ، اب گیہوں کے خالی کھیت آباد نہیں ہوتے

بقلم :- مولانا حمزہ فضل اصلاحی

ہ گاؤں کی آبادی سے قریب کا ایک کھیت ہے ، یہاں تھوڑی دیر میں ٹریکٹر آنے والا ہے۔ بارش ہوئی تو کسان نے سوچا کہ جتائی بوائی کرلی جائے، پتہ نہیں بعد میں اس کا موقع ملے گا یا نہیں ؟اس سے پہلے والے سال بوائی کے وقت سے برسات کے آخر تک مسلسل بارش ہوتی رہی،نتیجتاً ارہر اور مکئ کی بوائی کی مہلت ہی نہیں ملی اور اُس سیزن میں اکثر کھیت خالی رہ گئے ۔ امسال کھیت کے مالک کو گزشتہ سال کے تجربہ نے قبل ازوقت بوائی پر مجبور کردیا ہے۔وہ ٹریکٹر والے کا انتظار کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں اس کھیت کی جتائی کی خبر پھیل گئ ۔ یہ سن کر ایک ایک کرکےنوجوان کھلاڑی جمع ہوئے، کھیت کے مالک سے ملے، اس سے پوچھا : ”کیا واقعی آج ہی ٹریکٹر آئے گا؟ پورے کھیت کی جتائی ہوگی ؟ “ جواب ملا:” ہاں آج ہی جتائی ہوگی ، پورے کھیت کی جتائی ہی نہیں بوائی بھی ہوگی ، مکئ بونے کا ارادہ ہے۔اب کھیت کے آس پاس بھی نظر مت آنا۔ “

یہ سن کرسب کے چہرے اتر گئے ہیں ، ان پر ہوائیاں اڑنے لگی ہیں۔ کسی کھلاڑی کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہاہے۔ان کھلاڑیوں نے چلچلاتی دھوپ میں پچ بنائی تھی، بہت محنت کی تھی ، اب اس پر ہل چلنے والا ہے۔سب ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں:

” پچ بنانے سے پہلے پوچھا تھا کہ ابھی جتائی ہوگی یا نہیں ؟ اس وقت کہاتھا کہ پندرہ جون کے بعد جتائی ہوگی مگر ۲۵, مئی ہی کو پچ میں ہل چلنے والا ہے... ۔ “

پیچھے کھڑا ایک شخص نوجوان کھلاڑیوں کو پریشان دیکھ کر خوش ہورہا ہے ، اس نے جواب دیا :'' بارش ہوگئی ہے ، اب تمہارے کھیل کی وجہ سے وہ اپنا نقصان نہیں کرے گانا ، موقع ملا ہے ، بوائی کر لے گا ، تم لوگوں کو کھیل کے آگے کچھ نظر نہیں آتا تھا ،اب کھیلو جاکر،کسی کی بات نہیں سنتے تھے ۔''

اس حوصلہ شکنی اوروعدہ خلافی پرکوئی نوجوان کھلاڑی گیہوں کے خالی کھیت میں پچ بنانے کی ہمت کیسے کرے گا؟

یہ اِس سال کا قصہ ہے ، ایسا ہر سال ہوتا ہے ، اسی لئے اب گیہوں کے خالی کھیت میں پچ بنانے کا رجحان کم ہور ہا ہے ۔ بچے کہیں کہیں پچ بنا لیتے ہیں لیکن نوجوانوں کی اکثریت اس سے دور دور ر ہتی ہے ، اس جھمیلے میں نہیں پڑتی ہے ۔

ایک وقت تھا، جب گاؤں میں گیہو ں کی فصل کٹتے ہی اس میں نوجوان کھلاڑیوں کی فوج اترتی تھی جواس میں دن رات محنت کرکےپچ بناتی تھی ، ان کے ساتھ بچے بھی ہوتے تھے ، گیہوں کی جڑوں والی او بڑ کھابڑ زمینوں کو ہموار کرنے کیلئے ہزاروں جتن ہوتے تھے ۔ ان پر پھاوڑا چلتا تھا، اینٹ سے زمین کے ابھر ے حصے کو برابر کیا جاتا تھا ۔ نا ہموار زمینوں پر 'پلیا'چلائی جاتی تھی۔پچ بنانے کیلئے اپریل اور مئی کی گرمی میں ہینڈ پمپ سے پانی لایا جاتا تھا ۔ پانی کی بالٹی اٹھانے کیلئے کمزور سے کمزور بازؤں میں طاقت آجاتی تھی ۔ کھلاڑیوں کو کھانے پینے کی بھی سدھ نہیں رہتی تھی ، پوری پوری دوپہر گھر سے باہررہتے تھے۔ پچ بنانے کیلئے کم سن ہتھیلیاں بھی کھیتی کسانی کے بڑے سے بڑے اور بھاری بھر کم اوزار اٹھاتی تھیں ۔ اب کھیل کا یہ جنون دیکھنے کیلئے آنکھیں ترستی ہیں ۔ اس ہمت اور حوصلہ کے سامنے ناہموار زمین

کی کیا حیثیت ؟ چند دنوں میں پچ بن جاتی تھی ،اسکے بعد خالی کھیت آباد ہوجاتے تھے دن کے اکثر حصے میں یہاں بچے کھیلتے نظر آتے تھے۔لو کے تھپیڑوں کے درمیان گیند بازی اور بلے بازی ہوتی تھی۔ان مناظر کو کسی کیمرے میں قید نہیں کیا جاسکا ہے، ہاں اس زمانے کی ایک تصویر دیکھئے:

یہ دس بیس سال پہلے کا منظر ہے ۔ گیہوں کی فصل تیار ہو گئی ہے، اس کھیت کے قریب کسان کے ساتھ ساتھ بچے بھی نظر آرہے ہیں۔ جب گیہوں کی بوائی ہوئی تھی ، یا فصل ہری بھری تھی تو وہاں صرف کھیت کا مالک یا اس کے گھر والے ہی آتے تھے،کوئی بچہ نظر نہیں آتا تھا۔ آخرایسا کیا ہوگیا کہ اتنے سارے بچوں کو کھیت کی فکر ہوگئی ہے۔ اس کے اطراف میں منڈلانے لگے ہیں۔کچھ بچے تو ایسے ہیں کہ فصل پکنے کے بعد روزانہ کئی کئی مرتبہ کھیت کا چکر لگاتے ہیں ، نظر دوڑاتے ہیں ، ادھر ادھر دیکھتے ہیں، سن گن لیتے ہیں اور پھر آگے بڑھ جاتے ہیں ۔

دراصل انہیں کھیت خالی ہونے کا انتظار ہے ، انہیں گیہوں کی فصل سے کوئی مطلب نہیں ہے، انہیں اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ یہ کس کی فصل ہے یا کیسی فصل ہے ؟ گیہوں کی جگہ کسی اور چیز کی فصل ہوتی ، تب بھی یہ بچے اسی بے تابی سے فصل کٹنے کا انتظار کرتے، اسی طرح آتے جاتے ، انہیں تو بس ایک ہی فکر ہے کہ کسی طرح انکی پچ بن جائے، انہیں کھیلنے کاوسیع وعریض میدان مل جائے جہاں گلیوں اور محلوں کی طرح کوئی روک ٹوک نہ ہو ، وقت کی بھی کوئی پابندی نہ ہو، جب جی میں آئے یہاں کھیلنے کیلئے آجائیں اورجب تک جی چاہے کھیلتے رہیں۔ اس طرح کی پچ بارش تک محفوظ رہتیں ۔ جیسے ہی پہلی بارش ہوتی ، اس پچ پر صبح و شام کھیلنے والوں کی دھڑکنیں تیز ہوجاتیں۔وہ پریشان ہوجاتے ۔انہیں لگتا کہ اب ان کی پچ اور میدان ان سے چھین لیا جائے گا۔ اگر کسی کسان کی کھڑی فصل پر ہل چلادیا جائے تو اس پر کیا گزرے گی ؟اس کا ہر کسی کواندازہ ہے لیکن کسی کی پچ پر ہل چلانے سے کتنی تکلیف ہوتی ہے؟ کتنادکھ ہوتا ہے؟کتنی پیڑا ہو تی ہے؟ شاید بہت سوں کواس کااحساس تک نہیں ہے ۔

بے وقت کی راگنی سے بچئے

بقلم :- مولانا منصور احمد جون پوری

کسی بھی عمل کا خاطر خواہ نتیجہ حاصل کرنے کیلیۓ چند شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔
کام کی بنیاداخلاص و سنجیدگی پر مبنی ہو، محنت و لگن کے ساتھ کیا جائے اور
موسم و ماحول کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے ۔
گرمی میں کمبل بیچنا، سردی میں برف بیچنا سودمند کاروبار نہیں ہوسکتا چاہے
تجارت کیلیۓ سنجیدگی، محنت ،لگن سے آپ کتنا ہی معمور کیوں نہ ہوں نتیجہ "
ڈھاک کے تین پات "کی مایوس کن شکل میں آئیگا ۔چونکہ آپ نے وقت اور
موسم کا انتخاب غلط کیا ہے!
وقت کی ظالم ترین حکومت جس نے ملک کی ساخت اور اسکے تانے بانے میں
نفرت وعداوت کی گرہیں لگانے میں کافی حد تک کامیابی حاصل کرلی ہے،کروڑوں
اقلیتی عوام کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا ہے، ظلم و جبر اپنی انتہاء کو پہنچ چکاہے
صرف اپنی ذات، پات کےچند افراد پر داد و دہش دہانہ کھول دیا گیا ہے ، مختصر
یہ کہ ایسا خوفناک ماحول ستر سالوں میں نہیں دیکھا گیا اور نہ سنا گیا ایسے جان و
ایمان سوز ماحول میں کانگریس کی ستر سالہ بوسیدہ ساڑی بیچنا نہایت غیر دانشمندانہ
سودا ہے جس میں گھر کا باقی بچا سرمایہ بھی ڈوب جانے کا قوی امکان ہے ۔

سات سالہ ایسے پر آشوب حال میں ماضی کے ستر سال کا حساب مانگنے کا مشورہ چاہے اردو میں دیا جائے اور چاہے عربی میں وہ آپ کے مخلص و مخیر قطعی نہیں ہو سکتے ۔

ہمیں ایسی کسی بھی سازشی کوششوں سے احتیاط کرنے کے ساتھ ساتھ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ہمارا حریف ہماری آنکھوں پر پردہ ڈالکر ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچانا چاہتا ہے، جسے ہر باشعور سمجھتا ہے مگر دشمن کے الجھاوو ں الجھا ہوا ہے

دوستو! ایسے ماحول سے نکلنے کیلئے کسی مخلصانہ کوشش سے پہلے ایک بار ملک کے زمینی حقائق پر نظر ڈالئے، موسم کے بدلتے تیور کو سمجھئے، جغرافیائی خطوط کو دماغ میں بٹھایئے، بزرگوں اور تجربہ کاروں سے مشورے کیجئے پھر آگے بڑھنے ۔ان شاء اللہ وہ وقت بھی آئے جب کانگریس سے حساب مانگا جائے گا، لیکن ابھی نہیں قطعاً نہیں!!!

(مولانا) منصور احمد جونپوری

عالمی وبا کورونا اور طاعون عذاب یا رحمت؟ کی آمد

بقلم :- مولانا پھول حسن بیگوسرائے

آج صبح مکتب سے فارغ ہوکر مسجد آیا اور معمولات میں مصروف اہلیہ سے فون پر ہمکلام تھا کہ دروازے کو ناک کیا (کھٹکھٹایا) گیا

اہلیہ پھسپھسائی کہ کون آیا ہے؟

میں سراپاسوال تھاکہ کون اورکیوں آیاہے؟دومنٹ بعد پتہ چلا کہ کوئی کتاب آئی ہے میری بڑی بیٹی مرسل کا نام وپتہ پڑھ کر بتائی، میں مطمئن ومسرور ہوا ۔

پچھلے سال کورونا کا شور ہوا دنیا بھر کے ملکوں نے دھڑادھڑ اپنے اپنے دروازے مقفل کرلئے نقل وحمل کا سلسلہ ساقط پڑگیا، گویا دنیا منجمد ہوگئی ۔

ہمارے بھارت کی تصویر کچھ مختلف تھی ہر طرف خوف کے سائے، پریشانیوں کا شور، مصیبت زدوں کی چیخ وپکار تھی، بس اور ٹرین کی ٹانگیں توڑ دی گئی تھیں ہاں کچھ بسیں اور موٹریں حکام کے پیروں سے سفر کر رہی تھیں

اور سفر کر رہے تھے بےیار ومددگار مرد وعورت، جو اپنے گاؤں اور اپنوں کی چاہ میں بھوکے پیاسے لدے پھندے چلے جا رہے تھے۔

اور چل رہے تھے مولانا عبد القادر فیضان بھٹکلی دامت برکاتہم العالیہ اس سوال کے جواب کی تلاش میں

جو ہر مؤمن کے چہرے سے عیاں تھا کہ آیا اس وبا کی صورت میں جو تعطل، افراتفری، موت اور پریشان کن زندگی، یہ ہمارے لئے رحمت ہے یا عذاب؟

اس طرح کے موقعوں پر عموماً آدمی کا ذہن مفلوج ہوجاتا ہے کیا کریں اور کیا نہ کریں کی صورت حال سے دوچار رہتا ہے اکثریت شکست کھا جاتی ہے لیکن مولانا فاتح نکلے اور آپ کی کوشش کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور *عالمی وبا کورونا اور طاعون عذاب یا رحمت* کی صورت میں ہمارے سامنے ہے

اس کامیابی پر بے شمار مبارکباد!۔

سات اپریل کو مفتی عبید اللہ شمیم صاحب مدظلہ العالی نے پرسنل پر رابطہ فرمایا اور ایڈریس طلب کیا اور بتایا کہ مولانا عبد القادر فیضان بھٹکلی صاحب کی کتاب.......... آپکو ہدیۃً دی جائے گی ۔

پھر اکیس اپریل کو اطلاع دی کہ آج آپ کے پتے پر کتاب روانہ کر دی گئی ہے میں نے دل سے شکریہ ادا کیا ۔

آج چھبیس اپریل کو الحمد للہ کتاب میرے گھر پہنچ گئی

عبد القادر بھائی کی توجہات کا تو میں پہلے ہی سے گرویدہ ہوں اور آپکی محبتوں سے مالا مال ہوں اب اس مزید خصوصی عنایت پر آپکا بے انتہا مشکور ہوں

اور مفتی عبید اللہ شمیم صاحب کا بھی بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ کی توجہ خاص سے کتاب مجھ تک پہنچی ۔

جزاکم اللہ خیرا

پھول حسن بیگوسرائے ممبر آف پاسبان علم وادب

ایک سفر مسلسل کی مختصر روداد

بقلم :- مولانا ضیاء الحق خیرآبادی

میرے محترم اورعزیز دوست مولانا مفتی محمد اجمل صاحب (استاذ مدرسہ شاہی مرادآباد) کا ایک عرصہ سے ارادہ تھا کہ دیار اعظم گڈھ ومئو کا ایک سفر کیا جائے ، جس میں دوست احباب سے ملاقات کے علاوہ بطور خاص دارالمصنفین اعظم گڈھ ، شبلی کالج ، جامعہ اسلامیہ مظفر پور،جامعہ عربیہ احیاء العلوم ، مدرسہ مرقاۃ العلوم مئو ، اور محدث اعظمی لائبریری مئو کی سرسری ہی سہی ایک زیارت ہوجائے۔ وہ شعبان کےاخیر میں مرادآباد سے اپنے وطن برہی امیبڈکر نگر آگئے ، اور ۲۷ شعبان ۱٤٤۲ھ مطابق ۱۰ اپریل ۲۰۲۱ء کو اپنے دوست مولاناحافظ اخلاق احمدصاحب کے ہمراہ صبح ساڑھے سات بجے اعظم گڈھ آئے ، میں نے اعظم گڈھ روڈ ویز پر ان کا استقبال کیا ۔ وہاں سے ہم لوگ مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجداعظم گڈھ آئے، میں نے اپنے تلمیذ عزیزاور اس مدرسہ کے ناظم مولانا انتخاب عالم صاحب کے بھانجے مولانا محمد حامداعظمی سلّمہ کو اپنی آمد کی اطلاع کردی تھی۔مدرسہ پہنچے تو ناظم مدرسہ مولانا انتخاب عالم صاحب خود بنفس نفیس موجود تھے ، جاننے والے جانتے ہیں مولانا موصوف نہایت خلیق ومتواضع او مہمان نواز شخص ہیں ، وہ خودہی ہم لوگوں کی ضیافت میں لگ گئے تھے۔ یہاں چائے اور ناشتے سے نپٹ کر ہم لوگ ساڑھے آٹھ بجے دارالمصنفین پہنچے ، اس کے کھلنے کا وقت ساڑھے آٹھ بجے سے ڈیڑھ بجے تک ہے۔ پہلے علامہ شبلی علیہ الرحمہ کے مرقد پر پہنچے ، ان کے لئے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کی ، مسجد، مہمان ا ور

دیگر عمارتوں کو دیکھتے ہوئے لائبریری آئے ، یہاں صرف ملازم موجود تھا ، میں نے اس سے کہا کہ نوادرات والا حصہ کھول دو ، ہم اسے دیکھنا چاہتے ہیں ، اس نے کہا کہ جب تک کوئی ذمہ دار موجود نہ ہو ہم نہیں کھول سکتے ، میں نے مولانا عمیر الصدیق صاحب ندوی کو کال کی ، مولانا ازراہ کرم فوراً ہی تشریف لائے اور نوادرات والا حصہ کھلوایا ، اور خود ہی ایک ایک چیز دکھلائی ، ان کی اس شفقت اور توجہ پر ہم سب ان کے بیحد ممنون ہیں ۔

دارالمصنفین کے اندروالے گیٹ سے ہم لوگ شبلی کالج پہنچے ، اور کالج کا ایک راؤنڈ لگایا اور اس کا سرسری جائزہ لیا ، اسی دوران اس کے پرنسپل ڈاکٹر محمد سلمان انصاری کا فون آیا ،کچھ دیر میں وہ خود کالج پہنچ گئے ، ہم لوگوں کے پاس بہت محدود وقت تھا ، اس لئے ان سے بس کھڑے کھڑے چند منٹ کی ملاقات ہوئی اور ہم چاہنے کے باوجود ان کی ضیافت سے شادکام نہ ہوسکے ۔ یہاں سے ماہر شبلیات ڈاکٹر محمد الیاس صاحب اعظمی کے درِ دولت پر حاضر ہوئے ، ڈاکٹر صاحب عرصہ مختلف قسم کے امراض وعوارض میں گھرے رہتے ہیں ،اللہ تعالیٰ انھیں شفاء کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے ، انھوں نے عزیزم مولوی عرفات سلّمہ کی مرتبہ کتاب " ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی بحیثیت مصنف " عطا کی ۔ وہاں سے جامع مسجد واپس آئے ۔ آج کا پروگرام یہ تھا کہ عزیزم مولانا عبداللہ صاحب قاسمی (کھنڈواری) اپنی گاڑی لے کر آئیں گے اور بقیہ سفر انھیں کی گاڑی سے ہوگا، ہم لوگ جب دارالمصنفین میں تھے تو مفتی شاکر صاحب نے بتایا کہ مولانا انور داؤدی کی بہن کا انتقال ہوگیا ہے اورجنازہ دس بجے ہے ، ہم لوگوں کی خواہش تھی کہ جنازہ میں شرکت ہوجائے لیکن وقت اتنا

تنگ تھا کہ پہنچنا ممکن نہ تھا ۔ ادھر تقدیر کی کرشمہ سازی کہ مولانا عبداللہ صاحب بھی اپنی مصروفیات کی وجہ سے وقت پر پہنچ نہ سکے ۔اللہ بھلا کرے مفتی شاکر صاحب کا انھوں نے مولانا عبداللہ صاحب سے گاڑی لے لی اور چیک پوسٹ پر آگئے ، ہم لوگ روڈ ویز کی بس سے چیک پوسٹ پہنچے ۔ ہماری اگلی منزل اِ سرولی تھی ،جہاں مفتی اجمل صاحب کے دوست مولانا ابوسعد صاحب ان کے منتظر تھے ۔ چیک پوسٹ پر مفتی شاکر صاحب نے اپنے قد کی طرح طویل مسکراہٹ کے ساتھ ہم لوگوں کا استقبال کیا اور ہمیں لے کر اسرولی چلے ۔ اسرولی سرائمیر سے کچھ پہلے شیرواں والے راستہ پر شیرواں سے چند کلومیٹر کی مسافت پر بجانب جنوب واقع ہے ، ساڑھے گیارہ بجے کے قریب ہم لوگ اسرولی پہنچے ، وہاں پہنچ کر مجھے اپنا شیخوپور یاد آگیا ، وہی دل کو موہ لینے والا دیہاتی کلچر کا نمونہ ، ایک گھنے درخت کے نیچے کرسیاں لگی تھیں ، مولانا ابوسعد صاحب نے پرزور استقبال کیا ، ہمیں تو وہ دیکھنے میں تو بڑے کم گو اور عام سے آدمی لگے ، لیکن ان کے جو اوصاف وخصوصیات مفتی اجمل صاحب نے بتائی تھیں وہ کچھ اور ہی کہانی سنارہی تھیں ، لیکن محسوس ہوا کہ ع ______ وہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جواں تھا

مولانا ابوسعد صاحب نے ضیافت میں کوئی کسر نہ چھوڑی ، بلکہ بارہ بجے ناشتہ کے نام پر مچھلی ، گوشت اور فیرنی کے ساتھ روٹی اور چاول تک دسترخوان پر رکھ دیا، اپنی اپنی بساط کے مطابق لوگوں نے دسترخوان کے ساتھ انصاف کیا۔ مولانا ابوسعد صاحب نے ادیب پاسبان عزیز اعظمی کو بھی مدعو کررکھا تھا ، عزیز بھائی کی نثر مجھے بیحد پسند ہے ، نہایت شستہ اور رواں دواں ! ان سے بھی مختصر لیکن بہترین ملاقات رہی ۔

اسرولی میں کہنے تو ہم لوگ گھنٹہ بھر رہیں گے لیکن اس گھنٹہ بھر نے سالہاسال کی مسافت طے کرادی اور اس حال میں وہاں سے رخصت ہوئے کہ جی چاہتا ہے پھر جلد ہی اسرولی پہنچیں ، وہاں دونوں دوستوں نے اپنے بچھڑے ہوئے رفیق مولانا یعقوب صاحب (ارنولہ) کو بہت یاد کیا ، مولوی یعقوب بھی تصورات و تخیلات کی دنیا میں کہتے رہے ہوں گے کہ

فقا نبک من ذکریٰ حبیب ومنزل

اسرولی سے نکلے تومولوی عبداللہ سلّمہ کے یہاں کھنڈواری پہنچے ، وہ اس بات پر افسوس کررہے تھے کہ اپنی مصروفیت کی وجہ سے میں اس سفر کا حصہ نہ بن سکا ، لیکن انھوں نے اپنی کار ہمارے حوالہ کرکے ہم لوگوں کے لئے سہولت کا سامان تو پیدا کرہی دیا جس پر ان کے لئے تہ دل سے دعائیں ہیں ۔ کچھ دیر ان کے یہاں رک کر منگراواں روانہ ہوگئے ، اپنے مخلص دوست مفتی ذیشان صاحب کے دوپہر کا کھانا کھایا ،اور ان کے چھوٹے بھائی مولوی فیضان کے ساتھ حافظ مفید صاحب کی عیادت کے لئے ان کے گھر پہنچے ۔ حافظ صاحب کے صاحبزادے مولاناآصف صاحب ہمیں لے کر اپنے والد محترم کی خدمت میں پہنچے ، حافظ صاحب ایک فرد فرید اور نابغہ روزگارہستی ہیں، گزشتہ دوسالوں سےایک ایسے مرض میں مبتلا ہیں جس نےان کوبالکل گھلا کر رکھ دیا ہے، باری تعالیٰ ان کے ساتھ اپنے خصوصی فضل اور عافیت کا معاملہ فرمائے ۔ حافظ صاحب ہم لوگوں کو دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے ،باوجودے کہ بات کرنے میں دشواری تھی ، لیکن حافظ صاحب رک رک کر کچھ نہ کچھ بات کرتے رہے۔ حافظ صاحب نہایت باذوق، سخن فہم اورایک اچھے شاعر ہیں ،ناصح تخلص ہے ،

البدر کے ابتدائی شماروں میں ان کی متعدد غزلیں میں نے دیکھی ہے،خمار بارہ بنکوی ان کے پسندیدہ شعرا میں سے ہیں ، میں نے ان کی زبان سے خمار کی بہت ساری غزلیں سنی ہیں، دوران گفتگو ایک مناسبت سے میں نے خمار کا یہ شعر سنا دیا

بھولے ہیں رفتہ رفتہ انھیں مدتوں میں ہم
قسطوں میں خود کشی کا مزا ہم سے پوچھئے

توتمام تر امراض وعوارض کے باوجود حافظ صاحب کا ذوق شعری جاگ اٹھا ، انھوں نے کئی اعلیٰ درجہ کے شعر سنائے ،اس میں سے آخری شعر یہ تھا، جو اپنی معنویت کی بنا پر یاد رہ گیا

غم جو بڑھتا ہے تو خوشیوں سے ملادیتا ہے
درد جب حد سے گزرتا ہے شفا دیتا ہے

(اس تحریر کی تکمیل کےوقت حافظ صاحب جوارِرحمت میں منتقل ہوگئے ،ملاقات کے تیسرےروز ۳۰ شعبان ۱٤٤۲ء کو سہ پہر ساڑھے تین بجے انھوں نےجان جاں آفریں کے سپرد کی ، اور "درد جب حد سے گزرتا ہے شفا دیتا ہے" کا مصداق بن گئے ، باری تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں اور اعلیٰ علیین میں جگہ دیں، آمین یارب العالمین)

آدھ گھنٹہ حافظ صاحب کی خدمت میں رہ کر ان کو دعا دے کر اور ان کی دعائیں لے کر اگلی منزل جامعہ اسلامیہ مظفرپور روانہ ہوگئے ۔ یہاں مفتی اجمل صاحب کے دوست مولانا ہاشم صاحب اور میرے محب وکرم فرما مولانا صلاح الدین صاحب ندوی ہم لوگوں کے منتظر تھے ، پہلے مولانا صلاح الدین صاحب سے ملاقات ہوئی ، انھوں نے مہمان خانہ کھلواکر ہمیں ٹھہرایا ، کچھ ہی دیر میں مولانا ہاشم صاحب اپنے لمبے

چوڑے دسترخوان کے ساتھ موجود تھے، یہاں سے فارغ ہوکرمولانا جمیل احمدصاحب ناظم کتب خانہ کو زحمت دی گئی اور ناوقت حاضری پر پہلے ہی معذرت طلب کرلی گئی ، وہ نہایت بشاشت کے ساتھ تشریف لائے اور کتب خانہ کی زیارت کرائی ۔ مولانا وسیم صاحب بھیروی بھی ازراہ محبت آگئے ، ان سبھی لوگوں کے خلوص ومحبت کا گہرا اثر دل پر پڑا کہ ہم لوگوں کے لئے اپنے راحت وآرام کو قربان کیا۔
فجزاھم للہ احسن الجزا

واپسی میں مولانا عبد الرحیم صاحب (حیدرآباد) کے والد محترم اور جامعہ کے متہم مولانا عبدالرشید صاحب مدظلہ سے ملتے ہوئے اور ان کی دعاؤں کے ساتھ جامعہ سے رخصت ہوئے ۔

ہماری اگلی منزل لال گنج تھی ، جہاں ہمیں پاسبان کے ہردلعزیز ممبر اور طبیب حاذق ڈاکٹر محمد ارشد صاحب سے ملنا تھا ۔ ہم لوگوں نے عصر کی نماز مدنی مسجد لال گنج میں پڑھی ، وہیں ڈاکٹرارشد صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ نماز کے بعد ان کے مطب " شفاء چائلڈ کیر " پر آئے ۔ جامعہ سے نکلنے سے پہلے مفتی اجمل صاحب نے مجھ سے کہا کہ ڈاکٹرصاحب سے کہہ دیں کہ مولاناخالد صاحب کو بھی مطب پر بلوالیں ، وقت کم ہےاس لئے کہیں اور جانا ممکن نہ ہوگا ، ڈاکٹر صاحب سے میں نے یہ بات کہہ دی، انھوں نے مولانا خالد صاحب کو اپنے یہاں مدعو کرلیا، جب ہم لوگ وہاں پہنچے تو ترجمان مولانامحمدخالدصاحب بہترین قسم کی رس ملائی لےکرموجود تھے، اطلاع پاکرمولانا عبدللہ صاحب اعظمی بھی حاضرہوگئے۔ترجمان صاحب کی رس ملائی کےساتھ ڈاکٹرصاحب کاگرم گرم برگر لطف دے گیا ، ڈاکٹر صاحب نے زوردار ضیافت کی ۔

بندی کا دن ہونے کے باوجوداتنی ہی دیر میں سات آٹھ مریض آگئے جس کی وجہ سے ڈاکٹرصاحب کی توجہ مہمانوں اورمریضوں میں بٹی رہی ۔ ڈاکٹر صاحب نے دعاؤں اورتحائف کے ساتھ ہمیں رخصت کیا،مفتی اجمل مجھ سے کہنے لگے کہ اِن ڈاکٹر ارشد اور جو پاسبان میں ڈاکٹرارشد لوہ افروز ہوتے ہیں دونوں میں بڑا فرق ہے ، وہاں تو یہ بڑے بے باک ، تڑاق پھڑاک جواب دینے والے اور یہاں اس قدر لجائے شرمائے ہوئے لگ رہے تھے، میں انھیں کیا کہتا

بسیار شیوہا ست بتاں را کہ نام نیست

وہاں سےدیوگاؤں فیض عام کے مہتمم مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی سے ملنے مدرسہ فیض عام پہنچے ۔ چند منٹ میں مدرسہ اور مدرسہ میں واقع شاہی انداز کی سرخ رنگ کی بنی ہوئی مسجد کو دیکھ کر مولانا کے دسترخوان پر پہنچے جو گھانس کے قدرتی فرش پر لگایا گیا تھا ، مولانا نے خوانِ کرم سےلطف اندوز ہونے کے بعد مغرب سے کچھ پہلے یہاں سے نکلے ، مدرسہ اشاعت العلوم کوٹلہ میں مغرب کی نماز پڑھی گئی ، وہاں سے پھریہا پہنچے جہاں مولاناعبداللہ صاحب ہمارے منتظر تھے ، یہاں مفتی شاکر صاحب نے گاڑی مولانا عبداللہ صاحب کے حوالہ کی اور اپنی بائیک سے گھر روانہ ہوئے ،اللہ ان کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کی وجہ سے سفر بڑا پُربہار رہا ۔

یہاں سے مولانا عبداللہ صاحب نے اسٹیرنگ سنبھالی ، اعظم گڈھ میں ایک دو جگہ وہ اپنی کاروباری ضرورت سےچند منٹ رکے، اور ہمیں ساڑھے آٹھ بجے خیرآباد پہنچادیا ، وہ اپنی مصروفیت کی وجہ سے فوراً بلریاگنج روانہ ہوگئے ، ہم لوگوں نے گھر پہنچ کر عشاء کی نماز ادا کی ، ہلکا پھلکا کھانا کھایا، دن بھر بھاگ دوڑ میں گزرا تھا ، اس لئے

جلد ہی سو گئے۔ صبح مبارکپور اورمئو کا پروگرام تھا ، مفتی یاسر صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ احیاء العلوم مبارکپور سے بات ہوئی ، انھوں نے صبح گاڑی بھیجنے کے لئے کہا ۔ فجر کے بعد ٹہلتے ہوئے مدرسہ منبع العلوم کی طرف گئے ، تعطیل کی وجہ سے مدرسہ بند تھا ، باہر سے ہی ایک نظر ڈال کر واپس آگئے ۔ سات بجے قاری شمیم انظر صاحب گاڑی لے کر پہنچے، پندرہ بیس منٹ کے بعد ہم لوگ جامعہ احیاء العلوم کے دفتر اہتمام میں تھے، یہاں سے ناشتہ کے بعد میں اپنے مدرسہ دارالعلوم تحفیظ القرآن سکھٹی لے گیا ، اپنے ناظم مولانا عبد العظیم صاحب قاسمی کی دوکان پر بھی لے کر گیا ، وہاں سے کچھ عمدہ کھجوریں لی گئیں ، انھوں نے مفتی اجمل صاحب ومفتی یاسر صاحب کو بہترین قسم کا عطر ہدیہ کیا ۔ یہاں سے جامعہ عربیہ احیاء العلوم کی جدید عمارت جامعہ آباد گئے ، تعطیل کی وجہ سے بس مدرسہ اور مسجد کی عمارتوں کا ہی دیدار ہوسکا ۔ ہمیں جامعہ آباد میں ہی دس بجے گئے ، جبکہ پروگرام کے مطابق ہمیں دس بجے مئو میں ہونا چاہئے تھا، یہاں سے قدیم احیاء العلوم واپس ہوئے، اور وہاں سے مدرسہ کی گاڑی سے سٹھیاؤں آگئے۔

یہاں سے روڈ ویز کی بس سے ساڑھے گیارہ مئو پہنچے ،اور وہاں سے سیدھے محدث اعظمی لائبریری۔ لائبریری کے گیٹ پر ہی مفتی اجمل صاحب کے رفیق درس مولانا امداداللہ صاحب اور ان کے شاگرد مولانا مکی سفیان موجود تھے ۔ محدث اعظمی کے پوتے مولانا کوثرصاحب کے ساتھ لائبریری معائنہ کیا گیا، احاطہ لائبریری میں حضرت محدث اعظمی اوران کے شاگرد رشید مولانا عبدا لجبار صاحب مئوی علیہماالرحمہ کی قبریں ہیں ،یہاں کچھ دیر ٹھہر کر ان دونوں بزرگوں کے لئے دعاء مغفرت کی گئی ۔

وہاں سے مدرسہ مرقاۃ العلوم گئے جو لائبریری سے بالکل قریب ہی ہے ، مولانا انور رشید الاعظمی موجودہ متہم سے ملاقات ہوئی ۔ ان سے مل کر مولانا امداد صاحب کے گھر آگئے جو مدرسہ کی جنوبی سمت سے بالکل متصل ہے ، گویا ایک پیر مدرسہ میں تو دوسرا ان کے گھر میں ۔ مولانا امداد صاحب کو اللہ تعالیٰ حسن ظاہری و معنوی دونوں سے بہرہ ور فرمایا ہے ، بڑے سلیقہ منداور منتظم انسان ہیں ، پہلے مشرقی یوپی والا پانی پلایا، اور کہا کہ اب جب آپ لوگ چاہیں دوپہر کا کھانا پیش کردیا جائے گا ۔ میں نے کہا کہ پہلے حضرت محدث الاعظمی کے خلف الرشید مولانا رشید احمد صاحب مدظلہ سے ملاقات کرلیں اس کے بعد ہی کچھ کیا جائے گا ، میں نے فون کرکے مولانا سے ملاقات کی اجازت لی اورہم سب لوگ مولانا کی خدمت میں حاضرہوئے ، مولانا کی عمراس وقت اکیانوے سال ہے، عمر کے اعتبار سے صحت بہت غنیمت ہے ، مولانا کی شفقت اس عاجز پر بےحدہے، اس وقت مولانا کی طبیعت منشرح دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ مفتی اجمل صاحب مرادآباد میں مدرس ہیں ، نہ جانے کب دوبارہ ان کا آنا ہو اس لئے میری درخواست ہے کہ ان کو حدیث کی اجازت عطا فرمادیں ، مولانا مدظلہ کواپنے والد گرامی کے علاوہ علامہ زاہد کوثری اور علامہ صدیق الغماری سے بھی اجازت حدیث حاصل ہے مولانا نے الراحمون یرحمھم الرحمٰن ۔ پوری حدیث تلاوت فرمائی اور اجازت عامہ سے سرفراز فرمایا ،اور مولانا امداد سے کہا کہ ان لوگوں کانام لکھ کرسند پر مجھ سے دستخط کرواکے اجازت نامہ ان کے حوالہ کردینا۔ آدھ گھنٹہ کی یہ مجلس پورے سفر کا حاصل رہی ، باری تعالیٰ تادیر مولانا مدظلہ کا سایۂ شفقت ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھیں ، اور ان کے فیوض وبرکات سے متمتع فرمائیں۔

مولانا سے اجازت لے کر مولانا امداد صاحب کے یہاں آئے ، کھانا تناول کرکے کچھ دیر سوئے ، اس کے بعد ظہر کی نماز ادا کی گئی ، پھر لیموں والی چائے نوش کی گئی ، مولانا نے اپنی تازہ کتاب" گلدستۂ احکام " پیش کی۔ تین بجے ہم لوگوں نے واپسی کی اجازت چاہی ، جو حالات اور وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے بادل ناخواستہ مولانا کو دینی پڑی۔ پروگرام یہ تھا کہ روڈ ویز سے اعظم گڈھ کی بس پر ہم لوگ سوار ہوں ، میں محمد آباد اتر کر خیرآباد چلاجاؤں اور مفتی اجمل اور ان کے دوست مولانا اخلاق صاحب اعظم گڈھ میں عصر پڑھ کر کسی دوسری بس سے بسکھاری چلے جائیں گے ۔ صدر چوک پر پہنچے تو مولانا عبدالرب صاحب اعظمی (صدر جمعیۃ علماء یوپی) مل گئے ، وہ مجھے لے کر خیرآباد آگئے ، اور مفتی اجمل صاحب سابقہ پروگرام کے اعتبار سے روڈویز سے اعظم گڈھ پہنچے ، وہاں سے عصر بعد بس سے بسکھاری کے لئے روانہ ہوئے اور عشاء سے پہلے پہلے اپنے برہی بخیر وعافیت پہنچ گئے ۔اس طرح دو دن کا یہ سفر تمام ہوا ۔

میں نے عادت کے مطابق بطوریادداشت کے پورے سفر کے احوال مختصر طور پر لکھ لئے جو پیش خدمت ہیں،اب مفتی اجمل صاحب قلم اٹھائیں اور اپنے مخصوص انداز واُسلوب میں مفصل سفرنامہ تحریر کریں۔

۲۸/۲۷ شعبان ۱۴۴۲ھ

مطابق ۱۱/۱۰ اپریل ۲۰۲۱ء

مولانا ضیاء الحق خیرآبادی

غاصب اسرائیل فلسطینیوں کے خلاف نسلی امتیاز کا مرتکب

بقلم :- مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی

غاصب ریاست اسرائیل،اس کی قابض فوجیں اور اس کے غیر مہذب، شدت پسند صہیونی شہری ہر وقت کسی نہ کسی حیلہ اور بہانہ کی تلاش وجستجو میں لگے رہتے کہ کوئی موقع ہاتھ لگے اور بچے کھچے فلسطین پر بمباری شروع کردیں، فلسطین کے معصوم شہریوں پرراکٹ داغ سکیں، فلسطینیوں کے خلاف بےدریغ اپنے اسلحہ کااستعمال کرسکیں، ان کے خون سے اپنی پیاس بجھا سکیں، ان کی سر سبز وشاداب کھیتی اور ہرے بھرے باغات کونذرآتش کرکےاپنی درندگی کوسکون پہنچا سکیں۔ابھی اوائل رمضان 1442ھ میں یہ خبرآئی تھی کہ اسرائیلی فوج کےجنگی طیاروں نے وسطی غزہ میں، البریج مہاجر کیمپ کے قریب اور خان یونس کے مقام پر متعدد بار بمباری کی۔ انھوں نے جنوبی غزہ میں رفح کے مقام پر میزائل داغا۔ ہر مہینے، دو مہینے میں ایک دو بار اس طرح کی بمباری کرنا اور میزائل داغنا غاصب ریاست کے معمول کا حصہ ہے۔ جہاں تک قابض اسرائیلی فوجیوں کی بات ہے، تو اس کا کسی نہ کسی شکل میں فلسطینیوں پر ظلم وجور کرنا، ان کو تکلیف واذیت دینا اور خطرناک اسلحہ سے لیس ہوکر، ان کو خوف زدہ اور دہشت زدہ کرنا، تو بغیر کسی استثناء کے شب وروز کا مشغلہ ہے۔

غاصب ریاست اسرائیل کی طرف سے فلسطین کے خلاف اس طرح کی منظم تباہی وبربادی اور معصوم انسانی جانوں کی ہلاکت پر کسی عالمی طاقت نے نوٹس لےکر، اقوام متحدہ کےپلیٹ فارم سے یا پھر کسی دوسری یونین اور تنظیم کےپلیٹ فارم سے اسرائیل

کے خلاف کاروائی کا پرزور مطالبہ نہیں کیا۔ جب بھی اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی یا اس کے ذیلی ادارے میں اس طرح کی بات آتی ہے؛ تو محض رسمی طور پر مذمتی قرار داد پاس کرکے، سب کے سب خاموش ہوجاتے ہیں اور اسرائیلی حکومت اپنے طور پر اس قرارداد کو مسترد کرکے، سکون کی سانس لینا شروع کردیتی ہے۔ اگر اقوام متحدہ میں اس سے زیادہ کچھ کرنے کی کوشش کی جائے گی؛ تو امریکہ بہادر اسے ویٹو کرنے کے لیے تیار بیٹھا رہتا ہے۔

ابھی ماہ رواں یعنی بہ روز منگل، 27/ اپریل 2021 کو "ہیومن رائٹس واچ" نے 213صفحات مشتمل اپنی تفصیلی اور جامع رپورٹ پیش کی ہے۔ اس تنظیم نے اپنی رپورٹ میں یہ بات واضح طور پر کہی ہے کہ اسرائیل مقبوضہ علاقوں میں فلسطینیوں اور اپنے عرب شہریوں (وہ فلسطینی جنھوں نے اسرائیلی شہریت اختیار کرلی ہے۔) کے خلاف "اپارتھائیڈ" (Apartheid) اور ریاستی جبر واستبداد، ظلم وستم کے جرائم کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق اسرائیل کی حکمت عملی یہ ہے کہ اپنے عرب شہریوں سمیت مقبوضہ علاقوں کے فلسطینیوں پر یہودی اسرائیلیوں کے تسلط کو قائم رکھاجائے۔"ہیومن رائٹس واچ"نےاپنی اس رپورٹ میں"بین الاقوامی عدالت" سے اپیل کی ہے کہ وہ فلسطینیوں کے خلاف برتی جانے والی نسلی امتیاز کے حوالے سے جانچ کرے اور اس جرم میں ملوث پائے جانے والے لوگوں کے خلاف قانونی کاروائی کرے۔ اپارتھائیڈ (Apartheid) انگریزی زبان کا لفظ ہے۔اسکا معنی ہے: "ایک ایسا سیاسی نظام جہاں ، لوگ واضح طور پر رنگ، نسل، جنس وغیرہ کی بنیاد پر آپس میں منقسم ہوں۔"یہاں اس رپورٹ میں اس لفظ کامطلب فلسطینیوں کے خلاف

نسلی امتیاز کی ایسی پالیسی ہے جسے غاصب اسرائیل ریاست انجام دے رہی ہے۔ یہ عالمی قانون کے تحت انسانیت کے خلاف جرم ہے۔ ہیومن رائٹس واچ کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر مسٹر کینتھ روتھ نے صاف صاف یہ بیان دیا ہے کہ اسرائیل چالس سالوں سے فلسطینیوں کے خلاف نسل پرستانہ جرائم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ مسٹر کینتھ روتھ نے کھلے لفظوں میں یہ بھی کہا ہے کہ اسرائیلی حکومت پر فلسطینیوں کے خلاف نسل پرستانہ جرائم کے ارتکاب کے ثبوت موجود ہیں۔ واضح رہے کہ ہیومن رائٹس واچ حقوق انسانی کی بین الاقوامی تنظیم جو عالمی سطح پر حقوق انسانی کے لیے کام کرتی ہے۔ اس کی ہیڈ آفس امریکہ کے نیویارک شہر میں قائم ہے۔

امریکی صدر جو بائیڈن کے اقتدار سنبھالتے ہی، اقوام متحدہ میں قائم امریکی سفیر رچرڈ ملز نے 26/جنوری 2021 کو کہا تھا کہ امریکی صدر جو بائیڈن فلسطینیوں کی مدد بحال کرنے اور ٹرمپ انتظامیہ کے دور میں بند کیے گئے فلسطینی سفارتی مشن کو جلد کھولنا چاہتے ہیں۔ اس سفیر نے مزید کہا تھا کہ بائیڈن کی پالیسی فلسطین اور اسرائیل کے درمیان جاری تنازع کے دو ریاستی حل کی حمایت پر مبنی ہے۔ وہ اسرائیل اور فلسطینیوں کے لیے الگ الگ ریاستوں کے قیام کے حامی ہیں، جہاں اسرائیل کے ساتھ فلسطینی بھی اپنی ایک آزاد ریاست میں جی سکیں۔ اس خبر کے بعد، انسانیت پسند لوگوں کو ایک امید جگی تھی کہ امریکہ کی موجودہ انتظامیہ اپنے پیشرو کے غلط فیصلے کو مسترد کرتے ہوئے مظلوم فلسطینیوں کے لیے کچھ مثبت فیصلے لے گی؛ مگر "ہیومن رائٹس واچ" کی اس رپورٹ کے آتے ہی بائیڈن انتظامیہ نے بھی امید کے برخلاف اس رپورٹ کو مسترد کردیا اور اسرائیل کو بچانے کے لیے میدان میں

آگئی۔ وائٹ ہاؤس کی ترجمان جین بسا کی نے یہ بیان دیا ہے کہ ہیومن رائٹس واچ کی طرف سے اسرائیل کے خلاف جو رپورٹ آئی ہے اور جس میں اسرائیل پر نسل پرستی کا الزام لگایا گیا ہے، وہ ہمارے موقف کے خلاف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ امریکہ ہر سال انسانی حقوق کی تحقیقات کرتا ہے اور اس حوالے سے ایک رپورٹ شائع کرتا ہے۔ امریکی محکمہ خارجہ نے اسرائیل کے حوالے سے کبھی بھی ایسی اصطلاح استعمال نہیں کی۔

جہاں ایک طرف "ہیومن رائٹس واچ" کی یہ تفصیلی رپورٹ 27/ اپریل 2021 کو آئی، وہیں دوسری طرف بیروت میں منعقد ہونے والی عرب پارلیمنٹ اجلاس کی طرف سے، اسی دن ایک بیان جاری کیا گیا۔ اس کا ایک حصہ یہاں پیش کیاجاتا ہے۔ اس کے بعد، ہم اس پر بھی غور کریں گے کہ یہ بیان کتنا موثر ثابت ہوگا۔

بیان میں کہا گیا ہے کہ پارلیمنٹ انسانی حقوق کی تنظیموں، قومی پارلیمنٹس اور بین الاقوامی پارلیمانی یونینوں سے وابستہ بین الاقوامی تنظیموں سے اسرائیل پر دباؤ ڈالنے، قانونی احتساب کے اصول کو فعال کرنے اور اس قابض ریاست اور اس کے آباد کاروں کے خلاف کارروائی پر زور دینے کا مطالبہ کرتا ہے۔ بیان میں مزید یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسرائیل ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بیت المقدس کے ہمارے فلسطینی بھائیوں کو جبر و تشدد کے ذریعے اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور کررہا ہے۔

اسرائیلی ریاست بیت المقدس کی آئینی اورآبادیاتی حیثیت تبدیل کرنے کے لیے یہودی آباد کاروں کا فلسطینی آبادی پر غلبہ اور تسلط قائم کرنا چاہتی ہے۔ عرب پارلیمانی یونین نے بین الاقوامی برادری ، سلامتی کونسل اور دنیا کے تمام آزاد ضمیر انسانوں

سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ قابض ریاست اسرائیل کے فلسطینیوں کے خلاف جاری سنگین جرائم کی روک تھام کے لیے آواز بلند کریں۔ واضح رہے کہ "عرب پارلیمنٹ" عرب لیگ کا ایک ذیلی ادارہ ہے جو 27/ دسمبر 2002 کو قائم ہوا۔ عرب ممبر ممالک میں سے ہر ایک کی طرف سے تقریبا چار چار افراد اس پارلیامنٹ کے رکن ہیں۔

ایک طرف عرب پارلیمنٹ کا یہ بیان ہے؛ جب کہ دوسری طرف کچھ عرب ممالک کے عملی اقدامات ہیں۔ اب ان دونوں صورت حال کو پیش نظر رکھ کر، دوسرے بین الاقوامی برادری سے کچھ دیر کے لیے صرف نظر کرکے، صرف عرب اور مسلم ممالک پر توجہ دیجیے اور غور کیجیے؛ تو ایک اہم سوال آپ کے سامنے آئے گا کہ کیا ان ممالک پر عرب پارلیمنٹ کے اس مطالبہ کا کچھ اثر پڑے گا؟ جواب یقینا نفی میں ہوگا۔ اس کی وجہہ یہ ہے کہ ابھی چند مہینے پہلے کچھ عرب ممالک نے، امریکی سابق صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی نگرانی میں، غاصب ریاست اسرائیل کی طرف خوشی خوشی دوستی کا ہاتھ بڑھا کر،اس سے سفارتی تعلقات قائم کیے ہیں۔ کسی شروط وقیود کے بغیر ان ممالک کاغاصب ریاست کےساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنا، در حقیقت غاصب ریاست کے سنگین جرائم کو جواز فراہم کرنے جیسا ہے۔ پھر یہ ممالک قابض وغاصب ریاست اسرائیل کے فلسطینیوں کے خلاف جاری سنگین جرائم کی روک تھام کے لیے اپنی آواز کیسے بلند کرسکیں گے! غاصب ریاست اسرائیل کا فلسطینیوں کے خلاف نسلی امتیاز اور ریاستی جبر واستبداد کے جرائم کا مرتکب ہونے کے بعد بھی کچھ عرب ریاستوں کااسرائیل کے ساتھ تعلقات قائم کیے رہنا اور "عرب پارلیمنٹ" کے ذریعے عالمی

برادری سے اسرائیل کے خلاف آواز بلند کرنے کا مطالبہ زبانی جمع خرچ کرنے کے برابر ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ بعض عرب ممالک اپنی طرف سے جتنی بھی کوشش کرلیں، جس درجے کی بھی دوستی کرلیں، جس سطح کے بھی تعلقات قائم کرلیں، غاصب وقابض ریاست اسرائیل اور اس کا آقا امریکہ کبھی بھی ان ممالک کے حقیقی کے دوست نہیں ہوسکتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾. (سورہ مائدۃ: 51)

ترجمہ: "اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یار ومددگار نہ بناؤ۔ یہ خود ہی ایک دوسرے کے یار ومددگار ہیں۔ اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا؛ تو پھر وہ انہی میں سے ہوگا۔" اللہ پاک ہم سب کو پیغامات قرآنی کو سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے! ●●●

خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں

بقلم :- مولانا عبدالحکیم حلیمی امبیڈکر نگری

آج ملک کی جو صورت حال بنی ہوئی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، وبائی مرض کی دوسری لہر نے شدت اختیار کر لی ہے اور پورے ملک میں تباہی مچا رکھی ہے، وبائی مرض کی پہلی لہر اس قدر خطرناک اور شدید نہیں تھی اور پہلی لہر میں وبائی مرض نے اس قدر لوگوں کو موت کا لقمہ نہیں بنایا تھا جتنا کہ دوسری لہر نے، نتیجہ یہ ہے کہ آج ہمیں روزآنہ کسی نہ کسی شناسا کے موت کی خبر سننے کو ملتی رہتی ہے جس کی وجہ سے لوگ خوف ودہشت کا شکار ہیں، جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ موت ہر ایک کو آنی ہے جو بھی عالم کون وفساد میں آیا ہے اسے جانا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ موت کا وقت متعین ہے ،ایک منٹ بھی موت آگے پیچھے نہیں ہوسکتی ہے تو پھر اس قدر ڈرنے اور خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ مشہور مقولہ ہے "جو ڈر گیا وہ مرگیا؛؛ اس لیے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ خوف اور ڈر کی وجہ سے انسان کا دل کمزور ہوجاتا ہے ، قوت مدافعت بھی کمزوری کا شکار ہوجاتی ہے پھر ایسی صورت میں بیماریوں کا حملہ کرنا آسان ہوجاتا ہے اس لیے ڈر اور خوف کو اپنے اندر سے نکال پھینکیں احتیاطی تدابیر کو اختیار کریں زیادہ سے زیادہ اللہ کی طرف رجوع کریں اور بے فکر ہوکر جئیں کہ جب تک وقت پورا نہیں ہوگا کچھ ہونے والا نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس بیماری سے حفاظت فرمائے آمین یا رب العالمین

کورونا کی دوسری لہر

بقلم :- مولانا ڈاکٹر محمد ارشد قاسمی

کورونا کی دوسری لہر انسانی دنیا پر موسمِ خزاں بن کر آئیٔ اور اس طرح آئیٔ کہ درخت کے پتوں کے مانند انسان ٹوٹنے لگے بکھرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے گلستانِ انسانیت تاراج ہوگیا شاید ہی کوئیٔ فردِ بشر ایسا ہو جو اس کی سفاکی سے متاثر نہ ہواہو کسی کے سر سے ماں کا آنچل اڑ گیا کسی کے وجود پر باپ کا سائبان بکھر گیا کوئیٔ مخلص دوست اور کوئیٔ شفیق استاذ سے محروم ہوگیا کہیں بلکتے وجود کو چھوڑ کر ماں باپ دونوں اس طرح چلے گئے کہ انکی دنیا ویران ہوگئیٔ ۔

لیکن یہی دنیا ہے اور یہی اسکی فنائیت ہے کہ اللہ کے سوا ہر وجود کو فنا ہونا ہے باقی رہنے والی ذات صرف اور صرف اللہ کی ہے ۔

اس وباء میں قیامت کا منظر بھی نگاہوں کے سامنے آیا بھائیٔ بھائیٔ سے بیٹا باپ سے رشتہ دار رشتہ دار کے وجود سے فرار اختیار کرنے لگا ایسالگا کہ وہ اپنی ذات کے علاوہ ہر شئیٔ سے خایف ہے لوگوں نے اپنے مرِدوں کی مذہبی رسومات تک ادا نہیں کیں بلکہ جیسے تیسے جان چھڑایا ۔

مگر قربان جاییٔے اسلامی کی مضبوط ، روشن اور ہمہ گیر تعلیمات پر کہ جب رشتوں کی ساری ڈور ٹوٹ رہی تھی اس وقت بھی اسلام کے پیروکار رشتۂ انسانیت ، عیادت کے ثواب ، صلہ رحمی ، حقوق و فرایض کی ادائیگی ، تجہیز و تکفین اورخدمتِ خلق کے اجر کی امید میں جان جوکھم میں ڈال کر دن و رات محنت کررہے تھے اور ایک بار پھر یہ ثابت ہوا کہ اسلام ہی دراصل انسانیت کا محافظ ہے اللہ ہمیں اسکی روشن تعلیمات عام کرنے کی توفیق بخشے۔

تنقید

بقلم :- مولانا وسیم احمد نذیری

دیکھنے میں تو یہ ایک بہت چھوٹا سا لفظ ہے، لیکن *نقد* سے بنا یہ لفظ اپنے اندر بے پناہ کڑواہٹ لیے ہوئے ہے، اگر کسی کو مہذب انداز میں برا بھلا کہنا ہو، اور اس کی کسی کمی کو سامنے لانا ہو تو اسی تنقید کا سہارا لیا جاتا ہے، کہنے کو تو لوگ تنقید کی دو قِسمیں بھی کر چکے ہیں.

ایک قسم تنقید برائے تنقید اور دوسری قسم تنقید برائے اصلاح.. جس کو تنقید صالح کا بھی لبادہ اڑھایا جاتا ہے..

تنقید کی پہلی قسم میں ناقد جی بھر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتا ہے، اس میں کبھی کبھی مہذب انداز بھی اختیار کیا جاتا ہے، تو کبھی کبھی بالکل کھل کر کھری کھوٹی سنا دی جاتی ہے، اور یہ تنقید کبھی تحریری ہوتی ہے، تو کبھی تقریری.. تحریر میں تو کبھی کبھار کچھ حد تک پاس لحاظ کر لیا جاتا ہے، اور تہذیب کا چولہ اڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن اگر یہی تنقید تقریری ہوجائے تو خدا کی پناہ.. تنقید کرنے والا جی بھی کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتا ہے، کوئی بھی، کہیں بھی، کسی کو بھی، کچھ بھی بے نقط سنا کر اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے، اور اس صورت میں ناقد کو بہت سکون محسوس ہوتا ہے، نیند بھی کافی بہتر آتی ہے.. تنقید کی اس قسم میں تنقید کرنے کے لئے کسی علم اورجانکاری کی ضرورت نہیں ہوتی،نہ ہی بہت زیادہ پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے، اور تو اور، عمر اور تجربہ کی بھی ضرورت نہیں ہوتی.. تنقید کی یہ قسم ان سب

چیزوں سے مبرا ہوتی ہے، بس اس کے لیے دل میں حسد کی ایک کونپل پھوٹنی چاہیے، اس کے بعد کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی.. حسد اور جلن آگے کے سارے مراحل بحسن وخوبی طے کرا دیتے ہیں..

تنقید کی دوسری قسم (تنقید برائے اصلاح) بڑی جی دار قِسم ہے، کہنے کو تو یہ قسم ہر جگہ پائی جاتی ہے، مگر موجودہ دور میں یہ قسم تقریباً مفقود ہو چکی ہے، بہت کم جگہ یہ پائی جاتی ہے، جہاں کچھ خلوص ہوتا ہے، وہاں سے اس کا کبھی کبھار گذر ہو جاتا ہے، ورنہ تو اس کی آڑ میں ہر ایرا غیرہ اپنی غیرت ایمانی کو جگانے کی ناکام کوشش میں لگا رہتا ہے.. تنقید صالح کے نام پر کسی کی بھی غیرت کو بھرے بازار میں بیچ کر اپنے آپ کو صالح بننے کے زعم فاسد میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ بڑی خطرناک بیماری ہے، جو مرتے دم ساتھ نہیں چھوڑتی.. یا پھر اللہ ہی جس پر اپنا کرم کر دے..

وسیم احمد نذیری

27 رمضان المبارک 1442ھ

مطابق 10 مئی 2021ء

گھر کا سفر اور اک معمر خاتون۔

بقلم :- مولانا ڈاکٹر ظفیرالدین قاسمی

زندگی سفر ہی کا نام ہے۔ جسے مکمل کر کے اللہ رب العزت کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ 7 جون 2021 بروز سوموار کو دہلی سے گھر کا سفر تھا، اس سفر میں تنہا تھا ورنہ عام طور سے فیملی اور بچوں کے ساتھ سفر ہوتا ہے، لیکن اس بار ایسا نہیں ہوا چونکہ میری فیملی گھر سیوان میں تھی۔ دہلی سے روانگی کا وقت ویشالی سپر فاسٹ سے 8:40 بجے شب میں تھا، وقت کے مطابق اپنے فلیٹ سے اسٹیشن کے لئے روانہ ہوا اور 7:30 بجے اسٹیشن پہونچ گیا، جیسے ہی پلیٹ فارم پر پہونچا ٹرین پلیٹ فارم نمبر 8 پر لگ رہی تھی، کچھ وقت کے بعد ٹرین رکی اور میں اپنے ڈبہ بی 2 میں سیٹ نمبر 2 پر بیٹھ کر سکون کی سانس لیا, اس وقت میں اپنے کمپارٹمنٹ میں تنہا تھا، کچھ دیر کے بعد اک معمر خاتون جن کی عمر 60 سال سے زائد تھی داخل ہوئیں، ان کے ساتھ اک نوجوان بھی تھا وہ اس خاتون کو روانہ کرنے کے لئے آیا تھا، ان کی آپسی گفتگو سے محسوس ہوا کہ وہ بیٹا نہیں بھتیجا ہے۔ میں اپنی سیٹ پر آرام کررہا تھا وہ نوجوان میری طرف مخاطب ہوا اور کہا بھیا کہاں جائیں گے میں نے اطمینان سے اپنے سفر کی تفصیلات سے انہیں آگاہ کردیا، وہ نوجوان کہنے لگا بھیا انہیں دیوریا تک جانا ہے اکیلی ہیں، اور ان کی سیٹ 3 نمبر اوپر ہے جس تک پہونچنا مشکل ہے، بدن بھاری تھا اور عمر بھی 60 سال سے زیادہ تھی، میں نے انہیں اطمینان دلایا کہ آپ پریشان نہ ہوں، میں ان کی ہر ممکن مدد کروں گا ان شاءاللہ،

انہیں کسی طرح کی پریشان نہیں ہوگی۔آپ فکر نہ کریں۔
ویسے بھی میں ہمیشہ ایسے لباس میں ملبوس ہوتا ہوں کہ دیکھ کر کسی کو مجھے مسلمان ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوسکتا۔ خیر تھوڑی دیر بعد اک نوجوان شخص آیا۔ اور پوچھنے لگا کہ سر سیٹ نمبر 1 کدھر ہے۔ جب انہیں غور سے دیکھا تو وہ نا بینا تھے اب مشکل یہ کہ کیسے کہوں کہ آپ سیٹ بدل لیں، اور اوپر کی سیٹ پر تشریف لے جائیں، ان کے لئے بھی اوپر جانا مشکل تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ بھیا آپ کی سیٹ پر اک عمر رسیدہ بزرگ مہیلا ہیں ان کی سیٹ اوپر ہے، ابھی اتنا کہا ہی تھا کہ وہ نابینا شخص اخلاق کا پیکر فورا بنا چوں چرا خود ہی کہنے لگا کوئی بات نہیں انہیں یہیں آرام کرنے دیں، میں ہی اوپر کی سیٹ لے لیتا ہوں۔ خیر وقت سے ٹرین چل پڑی اور سفر شروع ہوگیا۔ وقت گذرتے رات کا کھانا شروع ہوگیا۔ ہم نے بھی ڈنر کیا، تھوڑی دیر میں اس نابینا شخص کو پینے کا پانی کی ضرورت آن پڑی، انہوں نے پانی بیچنے والے کو آواز دی لیکن پانچ سو کا نوٹ ہونے کی وجہ سے اس نے پانی دینے سے انکار کردیا، میں سب سن رہا تھا، نابینا شخص کہنے لگا اب کھانا کیسے کھاؤں؟ پانی تو ہے نہیں، میں کہا کہ آپ پریشان نہ ہوں، میرے پاس سیلڈ بوتل ہے آپ اسے لیں اور کھانا کھالیں، انہوں نے میرے آفر کو قبول کیا اور بوتل لے کر رات کا کھانا کھایا۔ گرچہ بعد میں انہوں نے دوسری سیلڈ بوتل مجھے واپس کردی۔ سفر کا پہیہ تیزی سے دوڑتا رہا اور ہم لوگ تیزی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ اس دوران میں ان معمر خاتون سے ان کی ضروریات کے بارے میں پوچھتا رہا۔ کھانے کے بعد سبھی اپنی اپنی جگہ نیند کی آغوش میں چلے گئے۔

صبح ہوئی ,چائے وغیرہ لی گئی، پیسہ دیتے وقت یہ خاتون قیمت ادا کرنے کے لئے بضد ہوگئیں اب ان کا لہجہ بدل چکا تھا، مجھے بیٹا سے مخاطب کرتیں اور اپنے اوپر بیتے ایام اور مصیبتوں کا ذکر کرنے لگیں، شادی کے بعد سے ان دنوں تک جتنے حادثات پیش آیئں وہ سب بتانیں لگیں،اسی دوران چائے ختم ہوگئی، میں نے خالی کپ ان کے ہاتھ سے لینے کوشش کی تاکہ باہر کوڑے دان میں ڈال دوں لیکن وہ بضد تھیں اور دینا نہیں چاہتی تھیں بلکہ میراکپ بھی لینا چاہتی تھی، میں نے کہا ایسا تو ممکن نہیں آپ میری والدہ کے درجہ میں ہیں۔ خیر کسی طرح میں کپ ان کے ہاتھ سے لینے میں کامیاب ہوگیا،وہ خاتون اس چھوٹے سے اخلاق سے اس قدر متاثر ہوییں کہ جب میں کپ ڈسٹبن میں ڈال کر کیبن میں آیا تو کہنے لگیں۔ **بیٹا تمہارے ابا اماں کتنے اچھے ہوں گے جو اتنا اچھا اخلاق سکھایا، وہ لوگ کتنے اچھے ہیں کہ جو تمہارے جیسے بیٹے کو جنم دیا، یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھیں بھیگ گیئں اور میرے طرف ہاتھ جوڑنے لگی** میں نے انہیں اس طرح کرنے سے منع کیا۔ وہ اب ہر بات میں ہاتھ جوڑے جاتیں، جو یقینا میرے اوپر شاق گذرتا اور شرمندگی کا باعث تھا، وہ بار بار یہ تمنا کررہی تھی کہ کاش میرے خاندان میں بھی اس سنسکریتک کے بھی لوگ ہوتے۔

میرے لباس کی بھی تعریف کی۔ خیر دیوریا اسٹیشن آیا اور میں نے ان کا بیگ پلیٹ فارم تک پہونچادیا اس وقت میں دمبخوردہ رہ گیا جب انہوں نے پلیٹ فارم پر میرے پیر چھونے کی کوشش کی، میں فورا بھانپ لیا اور پیچھے ہٹتے ہوئے منع کیا کہ چچی یہ میرے مذہب میں نہیں ہیں۔آپ بڑی ہیں امی کےدرجہ میں ہے۔ میرا مذہب بڑوں کی تعظیم کرنا اور خدمت کرنا سکھاتا ہے خواہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے ہوں،

ور میرے والدین نے ایسے ہی تربیت کی ہے اور یہی سکھایا ہے۔ اس لئے یہ کوئ احسان نہیں ہے۔

ابھی یہ سب بتا ہی رہا تھا کہ ٹرین نے سیٹی بجای،

میں فوراً سوار ہوا وہ مجھے دیکھتی رہیں اور میں انہیں دیکھتے رہا یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگیئں۔ وہ اک برہمن خاتون تھیں۔ جن کی دو بیٹیاں تھیں، شادی کے تین سال مکمل ہوتے ہی ان کے شوہر کو قتل کر دیا گیا تھا، جو الہ آباد ہائی کورٹ کے جج تھے۔ اس طرح وہ اب تک تنہائ کی زندگی گذار رہی ہیں۔ وہ اپنی نواسی کی شادی میں فرید آباد گیئں تھیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے اور سلامت رکھے۔

ہمارے اخلاق ہی کسی کو متاثر کرسکتے ہیں۔ قرآن کریم نے بھی آپ صلی اللہُ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی تعریف کی ہے۔ اور ہمارے لئے آپ صلی اللہُ علیہ وسلم کی ذات ہی اسوہ اور آئیڈیل ہے۔ یقینا مجھے فخر ہے کہ والدین نے ہم سب کو اسلامی تعلیمات س مالا مال کیا،اور اس میں ذرہ برابرکوتاہی نہیں کی۔اللہ رب العزت میرے مشفق والدین کی مغفرت فرمائے درجات بلند فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے

(ڈاکٹر) ظفیرالدین قاسمی

09 جون 2021 بروز بدھ

ایک قیمتی مشورہ

بقلم :- مفتی محمد اشرف علی محمد پور

جدید ہندوستان(مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد) میں اسلام پر اعتراضات اور جدید تعلیم یافتہ مسلم طبقے میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کے جواب وازالے کے لیے رد عمل کے طور پر بہت سے افراد سامنے آئے، حضرت نانوتوی سے لے کر سر سید احمد خان، ابوالاعلی مودودی اور ذاکر نائک یہ بڑے نام ہیں، ان کے علاوہ ایک طویل فہرست ہے،سب نے اپنی حد تک اسلام کے دفاع کے لیے کام کیا؛ (دلوں کا حال اللہ کو معلوم ہے) مگر الامام کے علاوہ میری نظر میں کوئی ایسا نہیں جس کا کام ضرورت کے مطابق وسیع، طاقت ور اور انحراف وافراد سے محفوظ رہا ہو، سرسید احمد خان سائنس ِ جدیداور انگریزی قوم کی سیاسی ومادی ترقی سے اس قدر مرعوب تھے کہ نعوذ باللہ قرآن کو سائنس کے مطابق؛بلکہ بائبل سے ہم آہنگ کرنے کی سعی ناتمام کرنے لگے،مودودی صاحب حفاظت ِ اسلام کے بے پناہ جذبے سے مغلوب ہوکر ہر طرح کی قربانی دینے کے باجود، اصول اسلام سے ناواقفیت، مصادر اسلامیہ سے استفادے کی مطلوبہ صلاحیت کے فقدان اور راسخین فی العلم کی صحبت سے محرومی کی وجہ سے، ایسی غلطیاں کر گئے جس نے نہ صرف ان کے کاز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا بلکہ وہ علمائے امت کی نظر میں مشکوک ومطعون ہو بیٹھے،

ایک زمانے کے بعد نائک صاحب نے اس خلاءکو پر کرنے کا بیڑا اٹھایا؛ لیکن ان میں نہ فہم بہت اچھا تھا نہ تفہیم، نہ مودودی صاحب کی طرح کثیر المطالعہ ہیں ؛ نہ عربی

مصادر سے براہ راست استفادے کی صلاحیت ہے ، (ہاں انگریزی پر قدرت اور حافظے کی قوت سے بہرہ مند ہیں) پھر بھی راتوں رات شہرت کی بلندی تک جا پہنچے، وجہ صرف یہ تھی کہ میدان خالی تھا، ان کا کام وقت کا تقاضا تھا، اس لیے اپنوں اور دوسروں میں مشہور ہوگئے اور جدید تعلیم یافتہ طبقے میں انتہائی مقبول ہوگئے، بالآخر جس کا اندیشہ تھا، اور جسے ہونا ہی تھا، وہی ہوا، لغزشیں ہوئیں، غلطیاں سرزد ہوئی اور پھر علمائے امت کی قیمتی توانائی ان پر بھی صرف ہونے لگی، جس طرح ان سے پہلے، سرسید احمد خان، مودودی صاحب وغیرہ پر خرچ ہوئیں،الغرض اسلام پر اعتراضات ہر دور میں ہوئے ہیں،عقائد ومسلمات پر شبہات ہر زمانے میں پیش کیے گیے، اسلام پر فکری یلغار ہمیشہ ہوتی رہی، آج بھی ہورہی ہے،یہ کوئی انوکھی اور اہم چیز نہیں ہے، اہم یہ ہے کہ ماضی میں، امام اشعری، ماتریدی،غزالی، رازی،ابن تیمیہ، رومی، شاہ ولی اللہ، نانوتوی جیسے کاملین وراسخین فی العلم میدان میں آئے اور انہوں نے باطل کا جواب جدید اسلوب اور وقت کی زبان میں دیا، آج بھی اس کی ضرورت ہے اور شدید ضرورت ہے، تشکیک وتضلیل کی محنت منظم انداز اور طاقت ور انداز میں ہورہی ہے، جس کے نتیجے میں کوئی دہریت، کوئی غامدیت، کوئی وحیدیت تو کوئی شکیلت کے دامن میں پناہ لے رہا ہے _

اللہ کرے جلد از جلد کوئی اللہ کا بندہ(یا چند افراد) اس سمت میں اٹھ کھڑا ہو_ یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے۔

صنم کدہ ہے جہاں، لا الہ الا اللہ

مجھے مفتی یاسر ندیم صاحب سے محبت ہے،ان کے کام کی وجہ سے، میں ان کے لیے دعا کرتا ہوں،ان کے والد کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اپنی نگرانی میں انہیں پہلے دینی علوم میں اور بعد میں ضروری عصری علوم میں پختہ کیا، اب وہ اس لائق ہیں کہ صرف برصغیر میں ہی نہیں یورپ وامریکہ میں بھی اسلام کی ترجمانی، اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا جواب اور بالخصوص عصری تعلیم یافتہ غیر اردو داں طبقے کی دینی رہنمای عمدہ طریقے سے کرسکتے ہیں، مفتی یاسر ندیم کو کچھ خداداد نعمتیں و صلاحیتیں بھی حاصل ہیں، جن سے لگتا ہے کہ ان شاءاللہ ان سے بڑا کام ہوگا،ملکہ فہم اور قوت تفہیم دونوں سے آراستہ ہیں _

مفتی یاسر ندیم صاحب جس مقام سے اور جس جہت سے کام کررہے ہیں (بلکہ کرسکتے ہیں وہ مقام وجہت ہرکسے کی بس کی چیز نہیں ہے _

بس اتنی سی بات ہے کہ انہیں اگر عظیم وطویل علمی وفکری کام کرنا ہے تو سیاسی تبصروں سے خود کو بچائے رکھنا ہوگا، خاص طور سے ہندوستان کے موجودہ سیاسی حالات پر سکوت نہیں تو کم ازکم احتیاط ضرور برتیں؛ اس وجہ سے بھی کہ عموماً علمی وفکری کام کرنے والے ان ہنگاموں سے خود کو دور رکھتے ہیں(مفتی تقی عثمانی صاحب کی مثال سامنے ہے) اور اس وجہ سے بھی امریکہ کے ماحول کے زیر اثر رہ کر ہندوستان کے حالات کا مکمل ادراک نہیں ہوسکتا جیسے ہندوستان میں رہنے والوں کو خلیجی ممالک کے ماحول کا اندازہ نہیں ہوتا _

مطالعہ مشاہدہ اور اخذ نتیجہ

بقلم :- مفتی توقیر بدر آزاد ، القاسمی

الحمد للہ راقم کے چند ہی سہی تاہم قابل قدر احباب کچھ ایسے ہیں،کہ وہ مطالعہ اور مشاہدہ دونوں پر اپنا وقت صرف کرتے ہیں.انہیں جہاں کہیں کچھ قابل اعتراض باتیں نظر آتی ہیں،تو اسے وہ راقم کو لکھ بھیجتے ہیں اور اسکی وضاحت کے متلاشی ہوتے ہیں.انہیں کہیں کوئی اسلام پرکچھ بولتا سنائي دیتا ہے،تو اسکا لنک بھیج کر اسکی وضاحت چاہتے ہیں.اس درمیان خود راقم ان سے بہت کچھ سیکھنے کی سعی کرتا رہتا ہے.
یہ سلسلہ تقریبا دو سال سے جاری ہے.بطور خاص گزشتہ اور حالیہ لاک ڈاؤن میں انکا یہ سلسلہ مطالعہ و مشاہدہ قابل رشک رہا ہے.
اس سفر مطالعہ و مشاہدہ اور سلسلہ سوال و جواب کے دوران میں راقم نے جو کچھ محسوس کیا وہ مندرجہ ذیل کچھ یوں ہے.

الف: مطالعہ اور مشاہدہ اور ان سے اخذ نتیجہ یہ کسی خاص پس منظر رکھنے والے کی جاگیر نہیں، بلکہ جوکوئی بھی حساس طبعیت کا مالک ہوگا، اسلام کو شعوری طور پر سمجھنے اور پرکھنے کا حریص ہوگا،وہ اس میں نمایاں ہوگا. خواہ وہ مدراس کے طلبہ اساتذہ ہوں یا پھر کالج و یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹ یا لیکچرار!رب کریم انہیں سلامت رکھے آمین!

ب: مطالعہ اورمشاہدہ کے لیےاب انہیں مخصوص حسی لائیبریری یاسماج کی اتنی ضرورت نہیں؛جتنی ماضی میں تھی.اب تو حال یہ ہےکہ ڈیجٹل لائیبریری سے لیکر یوٹیوب تک

تک اور سوشل میڈیا سے الیکٹرانک میڈیا تک انکی رسائی اس قدر ہوچکی ہے، کہ وہ علا دین کے چراغ کی طرح چٹکیوں میں وہ سب کچھ حاضر کر لیتے ہیں، جنہیں حاصل کرنے میں کبھی ماہ و سال منتظر رہنا پڑتا تھا.

ج: مطالعہ ومشاہدہ انہیں کا وسیع اور نتیجہ خیز لگا؛ جن کو **مشہور عالمی زبانوں پر قدرت ہے.قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ و بین الاقوامی قوانین پر دسترس حاصل ہے** منطق و فلسفہ،سائنس و ادب اور سیاسیات و نفسیات پر بھی حاصل مطالعہ پیش کرنا انکا اپنا علمی شغل ہے. چناچہ **غزالی و ابن تیمیہ کے افکار کے ساتھ ساتھ سقراط و ارسطو سے لیکر ہیگل و رسل تک، سیکشپر سے لیکر اقبال تک، نیوٹن سے لیکر آینسٹاین بلکہ معذور اسٹیفن ہاکنگ تک، فوکو سے لیکر نوم چسکی تک اور برگساں سے لیکر فرایڈ تک انکے افکار و اثرات کا جایزہ لیتے رہتے ہیں.**

وہ عصر حاضر کے سبھی مفید ذرائع معلومات کو سلیقے سے برتتے ہیں.اپنے اوقات کو ناپ تول کر خرچ کرتے ہیں. وہ کسی بھی واقعے کو فقط ایک پہلو سے نہیں؛بلکہ اسے سبھی پہلوؤں سے دیکھنے کے عادی ہیں اسکے بعد اپنا تجزیہ سامنے رکھتے ہیں.

د: وہ جب کسی پر لکھتے ہیں؛تو شخص کے بجایے افکار پر،شہرت کے بجایے کردار پر،اثر و رسوخ کے بجایے اخلاق پر، مدت کار کے بجایے حقیقی مفید انسانیت حصولیابی پر اور خاندان و حشم و خدم کے بجایے آڑے وقت میں قوم و ملت کی دست گیری کرنے والے انکے تربیت یافتہ معاون و رجال کار پر لکھتے ہیں.

ان کے اس منہج سے پڑھنے والوں کو ایک جوش ایک امنگ اور ایک راستہ ملتا ہے.

ان سب کے ساتھ ساتھ محسوس یہ بھی ہوا کہ یوٹیوب پر ایک آندھی کی شکل میں

وبا یہ بھی آئی ہوئی ہے، کہ چند ہوشیار قسم کے عناصر اپنے اپنے مخصوص پیروکاروں و فالوورز {Followers} کے درمیان شہرت پانے اور ان کے واسطے پیسے بٹورنے کے لیے اسلام کا حلیہ بگاڑ کر پیش کرنے میں سرگرم اور ایکٹو {active} ہیں.وہ اپنا نام کچھ اس طرح سے رکھتے ہیں.جیسے وہ پہلے مسلمان تھے اب مرتد ہیں.چنانچہ تعارف میں سابق مسلم Ex-Muslim اور Heretic وغیرہ نمایاں کرکے رکھتے ہیں.وہ غلط باتیں بھی اس ڈھٹائی اور اعتماد کے ساتھ بولتے ہیں؛جیسے وہ ورلڈ لیول {world level} کی چیز پیش کر رہے ہیں.

کائناتی سچائی{universal truth } انکے یہاں ہی مل سکتی ہے.اس روپ رنگ کو دیکھ کر مسلم اسٹوڈنٹ جنکا کل سرمایہ کوچنگ سینٹر اور سائینسی کلیات ہی ہوتا ہے، وہ بآسانی انکے دام تزویر میں آجاتے ہیں.

افسوس اس کی خبر گھر میں تب ہوتی ہے، جب وہ اپنے والدین کو نماز جمعہ، قبلہ کعبہ آخرت اور وجود باری تعالٰی پر سوال کرکے پریشان کرنا شروع کرتے ہیں!

ادھر کمال یہ بھی ہوتا ہے کہ ان زہر اگلو بہروپیے کے ویوورز -سامعین و ناظرین - لاکھوں میں ہوتے ہیں.انکو بڑے پیمانے پر پھیلانے والے بھی ہوتے ہیں.انہیں زبانی و مالی سپورٹ و تعاون بھی ملتا ہے.ان سب کے گواہ انکے نیچے کمنٹ سیکشن اور اس پر رکھے کمنٹس ہوتے ہیں.

المیہ یہ ہے کہ ایک طرف معاملہ یہ ہے،تو دوسری طرف انکے زہر کو ختم کرکے تریاق فراہم کرنے والے "آٹے میں نمک برابر"کے مصداق ہوتے ہیں.ان سب کی وجہ،بلکہ وجوہات کیا ہوسکتی ہیں،انکی تلاش ہی اس پوسٹ کی محرک ہے.آپ قارئین باتمکین کے پاس انکی وجوہات اور حل و جوابات جو کچھ بھی ہوں آپ انہیں ضرور سامنے لائیں!

ووٹ کا ویٹ

بقلم :- مفتی محمد اجوداللہ پھولپوری

اگلے چنددنوں میں پردھانی مہاپردھانی اور بی ڈی سی کیلئے اول مرحلہ کی ووٹنگ شروع ہوگی ووٹ دینے سے پہلے ضروری ہیکہ آپ اسکی اہمیت کو سمجھیں اور اسکے دینی وملی تقاضوں کو سامنے رکھ کر ووٹنگ کریں....!!

ووٹ کی شرعی حیثیت کم ازکم شہادت کی ہے، اس کو محض سیاسی ہارجیت کا ذریعہ قرار دینا سخت نادانی ہے، قرآن وسنت کی رو سے واضح ہے کہ نااہل، ظالم، فاسق اورغلط آدمی کو ووٹ دینا گناہِ عظیم ہے، اسی طرح ایک اچھے نیک اور قابل آدمی کو ووٹ دینا ثواب بلکہ ایک فریضہ شرعی ہے، قرآن کریم میں جیسے جھوٹی شہادت کو حرام قرار دیا ہے اسی طرح سچی شہادت کو واجب اور لازم فرمایا ہے، ارشاد باری ہے كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ اور دوسری جگہ ہے كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ ان دونوں آیتوں میں مسلمانوں پر فرض کیا کہ سچی شہادت سے جان نہ چرائیں، اللہ کے لیے ادائیگی شہادت کے لیے کھڑے ہوجائیں، تیسری جگہ سورۂ طلاق میں ارشاد ہے وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ یعنی اللہ کے لیے سچی شہادت قائم کرو، ایک آیت میں ارشاد فرمایاکہ سچی شہادت کا چھپانا حرام اورگناہ ہے، ارشادہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ یعنی شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا اسکادل گنہ گار ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو ووٹ ضرور ڈالنا چاہیے، البتہ ووٹ ڈالنے جس امیدوارکے

حق میں ووٹ ڈال رہا ہے اس کے حق میں گویا یہ خود ہی گواہی دے رہا ہے کہ یہ امیدوار میرے علم کے مطابق سب سے زیادہ مستحق اور دیانت دار ہے، اس لیے چند امور اس کو ملحوظ رکھنے چاہئے:

(۱) ووٹ ڈالنے میں احتیاط سے کام لے، غلط جگہ مہر وغیرہ نہ لگے، اس کا خیال رکھے ورنہ اس کا ووٹ ضائع ہوجائے گا جو کہ بڑا نقصان ہے۔

۲) باہم مشورے سے خوب سوچ سمجھ کر ووٹ دے، محض اپنے تعلقات یا غیر شرعی دباؤ سے متاثر ہوکر ہرگز ووٹ نہ دے۔

۳) جوامیدوار اسکے علم کے مطابق ووٹ کا زیادہ مستحق ہے دیانۃً اسی کو اپنا ووٹ دے

۴) جس امیدوار سے نقصان پہنچنے کا غالب اندیشہ ہو اس کو ہرگز ووٹ نہ دے۔

۵) اگر تمام امیدواروں کے حالات یکساں ہوں تو پھر جس سے زیادہ فائدہ کی امید اور کم نقصان کا اندیشہ ہو اس کو ووٹ دے۔

۶) روپیہ یا کوئی مال لے کر کسی کو ووٹ نہ دے یہ بدترین رشوت اور حرام فعل ہے ووٹ ایک امانت ہے اور امانت کو صحیح حقدار تک پہونچانا سبکی ملی و دینی ذمہ داری ہے ارشاد ربانی ہے : إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا۔ ترجمہ :- بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں. [النساء،]

گاؤں اور قصبوں کے ووٹر اپنے یہاں کے حالات اور الیکشن لڑنے والوں کے احوال وکوائف سے زیادہ واقف ہونگے بہتر ہوگا کہ وہ خود کوئی بہتر فیصلہ لیں اور ایسے نمائندوں کا انتخاب کریں جنکے زریعہ گاؤں اور علاقے کا مستقبل روشن ہوسکے امید ہے آپ اپنے ووٹ کا ویٹ (وزن) سمجھینگے اور اسکا صحیح اور جائز استعمال کرینگے

وماعلینا الاالبلاغ

تحویلِ قبلہ کا بیان

بقلم :- مفتی عبدالقادر فیضان بن اسماعیل باقوی، شافعی

ألحمدلله ، والصلوة والسلام على رسول الله ، وعلى من والاه .

تغییرِ قبلہ کی آیت کریمہ نماز ظہر میں دو رکعتیں ادا کی جانے کے بعد مسجد سلمہ میں جو مسجد قبلتین سے مشہور ہے ، مدینہ منورہ میں نازل ہوئی .

تحویل قبلہ کے بعد کامل (پوری) نماز نمازِ عصر ادا کی گئی .

بیت المقدس سے بیت الحرام کی طرف قبلہ کو تحویل (تبدیل) کئے جانے کا واقعہ اسلام میں ایک عظیم واقعہ ہے جس کا تذکرہ قرآن کریم ، سنت مطہرہ اور سیَرِ کی کتابوں میں قدرے تفصیل کے ساتھ درج ہے .

مسلمانوں کا پہلا قبلہ خانہ کعبہ ہی تھا ، پھر آپ ﷺ کو (ہجرت کے ابتدائی ایام میں) بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ، آپ ﷺ اور صحابہ کرام نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نمازیں ادا کیں ، اس دوران آپ ﷺ کی برابر یہ تمنا رہی کہ آپ ﷺ کا قبلہ (دوبارہ) ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا قبلہ خانہ کعبہ ہو، اسکے لئے آپ ﷺ اپنے دونوں (مبارک) ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ عزوجل کی بےانتہا عطا کرنےوالی بارگاہ میں دعا تضرع اور ابتہال فرماتے اور بار بار آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے رہے ، اللہ عزوجل نے آپ کی اشتیاق بھری نظروں کو بار بار سوئے سماء اٹھانے کی منظر کشی یوں کی ہے۔

"قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ، فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ، وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ". یقینا ہم تیرا چہرہ (منہ) آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم تجھے تیری مرضی کے قبلہ کی طرف پلٹاتے ہیں، پس تو اپنے چہرہ کو مسجد حرام کی جانب پلٹا، اور جہاں کہیں تم ہوں (رہو وہاں) اپنے چہروں کو اس کی طرف پھیرو . (سورۂ بقرہ/144)

جب اللہ جل ذکرہ نے تحویل قبلہ کا حکم نازل فرمایا تو رسول اللہ ﷺ نے بوقتِ ظہر خطبہ دے کر مسلمانوں کو یہ بات بتائی، جیساکہ ابو سعید معلی سے روایت کردہ نسائی کی حدیث میں آیا ہے ۔

تحویل قبلہ کے ساتھ مسلمانوں کا اپنی اپنی جگہوں کو تبدیل کرنا

امیر المؤمنین فی الحدیث علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تحول (ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف جانے) کی کیفیت کے بیان کا واقعہ حضرت سویلہ بنت اسلم رضی اللہ عنہا کی حدیث میں واقع ہے جس کو ابو حاتم نے روایت کیا ہے، اس حدیث میں آپ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عورتیں مردوں کی جگہ میں آئیں اور مرد عورتوں کی جگہ میں، پھر ہم نے باقی دو سجدے (رکعتیں) مسجد حرام کی طرف رخ کرکے اداکیں .

حافظ علامہ ابن حجراس کی صورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام مسجد کے اگلے حصہ سے نکل کر پچھلے حصہ کی طرف آیا، اس لئے کہ جو شخص کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتا ہو اس کی پُشت بیت المقدس کی طرف ہوتی ہے، امام اگر اپنی جگہ میں رہتے ہوئے ہی گھومتا تو اسکے پیچھے لوگوں کو صف بنانے کی جگہ نہیں رہتی، اور

جب امام اپنی جگہ سے ہٹا تو مرد اپنی جگہ سے ہٹ کر امام کے پیچھے ہوگئے ، اور عورتیں (اپنی جگہ سے نکل کر) مردوں کے پیچھے ہوگئیں. ،لیکن ایسی صورت میں حالت نماز میں عمل کثیر کا صدرور ہوتا ، (کہ جس سے نماز باطل ہوتی ہے ، ایسے میں اس کا جواب کیا ہے ؟)

کہتے ہیں کہ تب اس بات کا احتمال ہے کہ یہ واقعہ نماز میں عملِ کثیر پر باطل ہونے کی حرمت آنے سے قبل ہو ، جیسا کہ یہ واقعہ نماز میں بات کرنا حرام ہونے سے قبل والا ہے ، (ایسے میں کوئی اعتراض نہیں) اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مصلحت کی بنا پر مذکورہ عمل کثیر کو معاف کیا گیا ہو ، یا لوگوں نے جگہ بدلتے وقت مسلسل قدم نہیں ڈالے ہوں ، بلکہ الگ الگ . (یعنی ایک قدم چلنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے رکے ہوں ، پھر دوسرا قدم ڈالے ہوں ، پھر تیسرا ، ایسے میں مصلی سے لگاتار حرکات ثلاثہ کا صدور نہیں ہوگا ، اور نماز نہیں ٹوٹے گی) واللہ اعلم ، (فتح الباری) ، مراجع کتب : ابن کثیر کی " البدایہ والنھایہ " ابن حجر کی " فتح الباری " اور شرح مسلم .

علی بن برھان الدین حلبی رحمہ اللہ اپنی کتاب " سیرۃالحلبیہ " میں رقمطراز ہیں کہ قبلہ کی تحویل ماہِ رجب سنہ ہجری " دو " میں عمل میں آئی ، ایک قول میں " نصف شعبان " میں ، اور اسی قول پر جمہور اعظم (زیادہ علماء) ہیں ، اور ایک قول میں جمادی الآخرہ میں ،کہا گیا کہ (ہجرت کے بعد) مدینہ منورہ میں سولہ ماہ ، ایک قول میں سترہ ، اور ایک قول میں چوبیس ماہ تک بیت المقدس (کی صخرہ چٹان) کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی گئ ، ایک اور قول میں ان کے علاوہ بھی اقوال ہیں ،

(لیکن چوبیس ماہ اور دوسرے اقوال ضعیف ہیں)
یہ بات گزرچکی کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے بیت المقدس کی طرف پندرہ ماہ تک رخ کرکے نماز ادا رنے کے بعد (یہ حلبی کے الفاظ ہیں ، ورنہ صحیح قول کے مطابق سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی ہے) اپنی مسجد (نبوی) میں کعبہ کی طرف رخ کرکے کامل نماز ادا فرمائی .

تحویل قبلہ کا حکم کس نماز میں ہوا ؟

اکثر علمائے عظام اس بات پر ہیں کہ تحویل قبلہ نماز ظہر میں ہوئی ، (یعنی ظہر کی دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد) اور ایک قول میں نماز عصر میں ، یعنی تحویل قبلہ کے بعد جو مکمل نماز کعبہ شریفہ کی طرف رخ کر کے ادا کی گئ وہ عصر ہے ،
بخاری ومسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کعبہ کی طرف رخ کرکے اداکردہ پہلی نماز ، نمازِعصر ہے".
کہا جاتا ہے کہ ان دونوں قول کے درمیان کوئی تضاد نہیں ، یہ بات جائز ہونے کی وجہ سے کہ اس سے مراد کعبہ کی طرف رخ کرکے جو کامل نماز ادا کی گئ ہو ، وہ نماز عصر ہی ہو، اس لئے کہ نماز ظہر کی آدھی نماز بیت المقدس کی طرف اور (بعد والی) آدھی نماز کعبہ کی طرف رخ کرکے ادا کی گئ تھی، پھر میں نے ابن حجر (کی تحریر) کو دیکھا کہ انھوں نےایسا ہی کہا ہے، جہاں انھوں نے کہا کہ تحقیق یہی ہے کہ مسجد نبوی میں پہلی اداکردہ نماز نماز عصر ہی ہے ، یا یہ کہ تحویل قبلہ عصر میں انصار (جو بنو حارثہ ہیں) کی ایک دوسری جگہ میں ہوئی تھی ، ایک اور قول میں

نماز صبح میں ، لیکن اس قول کو (مسجد) قُبا پر محمول کیا جائے گا ، اس لئے کہ اہلیانِ قبا کو اس کی خبر اسی (صبح کے) وقت حاصل ہوئی تھی ، جیسا کہ آئے گا .

تبدیلِ قبلہ کی آخر وجہ کیا تھی ؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات پسند فرماتے تھے کہ آپ کا قبلہ " کعبہ" ہو، خصوصاً اس وقت جب یہود کی یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی کہ محمد (آپ پر اللہ تعالیٰ کی صلوات وتسلیمات ہوں) ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے قبلہ کی اتباع کرتے ہیں ، ان (اللہ کی لعنت ان پر ہو) کے الفاظ یہ ہیں کہ انھوں نے مسلمانوں سے کہا کہ اگر ہم ہدایت پر نہ ہوتے تو تم ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز نہیں پڑھتے ، تم اس میں ہماری اتباع کرتے ہو . اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ ابراہیم واسماعیل علیھما الصلوت والتسلیم کی موافقت کی محبت میں اور یہود (کے قبلہ) کی موافقت اور کفارِ قریش کا مسلمانوں کو طعنہ دینے کو ناپسند کرتے ہوئے کہ تم ابراہیم کے قبلہ کو چھوڑ کر یہود کے قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہو ، پھر یہ کیوں کہتے ہو کہ ہم ابراہیم کے دین پر ہیں ؟ (یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو سخت معلوم ہوئی اور جبرئیل امین علیہ الصلوۃ والسلام کو سنائی تو انھوں نے کہا میں اس سلسلہ میں کچھ نہیں کرسکتا ، آپ اللہ (سبحانہ و تعالیٰ) سے دعا فرمایئے ، حدیث طویل ہے ، تو اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید خواہش پر قبلہ کی تحویل کی گئ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمانے کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دیا .

مسجد قبلتین کی توجیہ

مسجد بنی سلمہ کو " مسجد قبلتین " کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس مسجد میں ایک ہی نماز کو ایک ساتھ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی گئی ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر پڑھارہے تھے کہ جبرئیل امین علیہ الصلوۃ والسلام حکمِ تحویلِ قبلہ لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں تشریف لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت میں کعبہ کی طرف استقبال کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نماز پڑھائی ، پھر حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ظہر ادا کرچکے تھے نکل گئے اور ان کا گذر انصار کی ایک قوم (قبیلہ) پر سے اس حال میں ہوا کہ وہ نماز عصر میں حالتِ رکوع میں تھے ، کہنے لگے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے گھر یعنی کعبہ کی طرف رخ کر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی ہے ، پھر یہ بات اہل قبا کو دوسرے دن کی نماز صبح میں اس وقت پہونچی جب وہ ایک رکعت ادا کرکے (دوسری رکعت کے) رکوع میں تھے ، تب ایک آواز لگانے والے نے منادی کردی ، سنو !قبلہ کو کعبہ کی طرف تحویل کیا گیا ہے ، سو وہ اس کی طرف گھومے .

یہود کا مسلمانوں کے خلاف حسد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب (یہود) کے تعلق سے فرمایا! "وہ ہم پر اس حد تک کسی چیز میں حسد نہیں کرتے جس حد تک ہم پریوم جمعہ کی وجہ سے کرتے ہیں کہ جس کو اللہ نے ہمارے لئے ہدایت بنایا اور وہ اس سے گمراہ ہوئے ، (یہ جہنمی یہود جمعہ مبارکہ کو " بلیک فرائڈے

کہتے ہیں ، اللہ کی لعنت ان پر ہو) اور اس قبلہ پر جس کو اللہ (جل مجدہ) نے ہمارے لئے ہدایت اور ان کے لئے گمراہی (کا سامان) بنایا ، اور ہمارا امام کے پیچھے آمین کہنے پر ". (اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند ج/6 ، ص/134 ، 135 میں روایت کیا ہے)

قرآن میں سب سے پہلا حکم منسوخ قبلہ ہی کا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما کہتے ہیں کہ " قرآن کا جو حکم پہلے منسوخ ہوا وہ قبلہ ہے ". (نسائی) اسی وجہ سے اللہ جل ذکرہ نے اس کو قرآن مجید میں تاکیداً اور تقریراً تین مرتبہ کہا " **فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ، وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ** ". پس تو اپنے چہرہ کو مسجد حرام کی طرف پھیر ، (گھما) اور جہاں کہیں (بھی) تم ہوں تو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف گھماؤ . (سورۃ البقرۃ/144) دوسری مرتبہ اپنے اس قول کے ذریعہ " **وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ، وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ، وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ** ". اور جہاں سے تو نکلے وہاں سے اپنے چہرہ کو مسجد حرام کی طرف پلٹا ، اور بیشک تیرے رب کی جانب سے یہ حق ہے ، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے . (سورۃ البقرہ/149) اور تیسری مرتبہ یہ آیت کریمہ نازل فرمائی " **وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ، وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ** ". اور جہاں کہیں سے بھی تو نکلے تو اپنے چہرہ کو مسجد حرام کی طرف پلٹالے ، اور جہاں کہیں بھی تم (لوگ) ہوں تو اپنے چہروں کو اس کی جانب پلٹاؤ ، تاکہ لوگوں کے لئے (پاس) تمہارے خلاف کوئی دلیل نہ رہے ، بجز ان میں سے ظالموں کے . (سورۃ البقرۃ/150)

گیان اور سنسکرتی کے نام پر گڑ بڑی اور شرارت

بقلم :- مولانا عبد الحمید نعمانی

آزادی کے بعد ہندوتو وادی عناصر کے اثرمیں اضافہ ہونا شروع ہوا۔ اس کی وجہ ، تقسیم وطن کے نتیجے میں فرقہ وارانہ حالات اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی میں تیزی سے آتی کمی ہے ، زبردست منصوبہ ساز، فکرو عمل کے اعتبار سے شدت پسند ، دکھنے میں بالکل سادھو سنت سنگھ کے دوسرے سر سنچالک مادھو سداشیو گولولکر نے پیدا شدہ حالات کا فائدہ اٹھانے کے لیے پارٹی اور تنظیم سازی کی سمت میں آگے بڑھنے پر توجہ دی ۔ وشو ہندو پریشد وغیرہ کے ذریعے سنگھ کی طاقت بنانے کی کوشش کی ۔ جن سنگھ (بعد کی بی ،جے پی)اور وشو ہندو پریشد کے ذریعے سے خاص طور سے ہندستانی سماج کی سنگھ کی آئیڈیا لوجی کے مطابق تشکیل کا آغاز ہوا ، گاندھی جی کا قتل اورکانگریس میں بھی خاص ذہنیت کے لیڈروں کی موجودگی سے سنگھ کے آگے بڑھنے کی راہ ہموار ہوتی چلی گئی ، جواہر لعل نہرو کے انتقال کے بعد1964ءسے گرو گولولکر کی رہ نمائی میں ہندوتو وادیوں نے بھارتیہ سنسکرتی اور راشٹر کے وقار کے فروغ و تحفظ و بقاءاور ہندو اکثریت کےساتھ نا انصافی اوران دیکھی کے نام پر مشتعل کر کے اس کو اپنے ساتھ کرنے کی کوشش کی ۔1961ءمیں جمعیۃ علماءہند کی طرف سے ، ڈاکٹر سید محمود کی صدارت میں منعقدہ مسلم جمہوری کنونشن کے انعقاد اور اہم نمائندہ شخصیات اور تنظیموں کی طرف سے اگست1964ءمیں آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے قیام نے سیاسی و سماجی سطح پر ایک ہلچل سی پیدا کر دی تھی ۔

کانگریس کے ساتھ ساتھ، سنگھ کے حلقے میں کئی طرح کی سرگرمیاں شروع ہو گئیں۔ سنگھ کے پرانے پرچارک شیو راؤ آپٹے نے مراٹھی جریدہ کسیری میں تین مضامین کا ایک سلسلہ شروع کرتے ہوئے ہندو دھرم کے تمام نمائندوں کے متحد ہونے کی ضرورت پر زور دیا۔ تاکہ سب مل کر ہندوتو کا دفاع کر سکیں ۔1963ءمیں سوامی چنمیا نند نے آپٹے کی تائید کرتے ہوئے ایک عالمی ہندو کانفرنس کے انعقا د پر زور دیا۔ اس کے مد نظر گرو گولولکر نے مشاورت کے قیام کے محض20,19 دنوں کے بعد چنمیا نند کے ہی آشرم ،سندیپنی ممبئ میں منتخب شخصیات کو مدعو کیا اور مختلف امور پر غورو فکر اور تبادلہ خیال کے بعد وشو ہندو پریشد قائم کیا گیا ۔اس کا پہلا عالمی ہندو کانفرنس جنوری 1966ء میں ہوئی اس کے چند مہینے بعد7نومبر1966ء کو تحفظ گاؤ کے نام پر دہلی میں زبردست تشدد کا مظاہرہ کیا گیا۔ جس میں پولس کی گولی سے 8افراد مارے گئے تھے۔ حالات انتہائی سنگین ہوگئے ۔اندرا گاندھی نے سختی سے گائے بچاؤ پر تشدد تحریک کو دبا دیا،لیکن گرو گولولکر نے گائے کے نام پر سیاسی فائدہ اٹھانے کا کام کیا اور تحفظ گاؤ کے نام پر ووٹ دینے کی اپیل کی ۔ اس کا اچھا خاصا اثر بھی ہوا ، جن سنگھ کی1967ء کے عام انتخابات میں سیٹیں زیادہ ہونے کے ساتھ اس کے ووٹ فیصدی میں بھی اضافہ ہوگیا۔ سیٹیں2سے بڑھ کر35ہوگئیں۔ 8 ریاستوں میں کانگریس کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، یہیں سے سنگھ اوراس کے سیاسی بازو ، جن سنگھ اور بعد کی بھارتیہ جنتا پارٹی کو جذباتی مسائل اور ہندو مذہبی ،تہذیبی علامتوں کے استعمال کی افادیت سمجھ میں آئی ، رام مندر تحریک کو اسی زمرے میں رکھا جانا چاہیے ، بنارس کی گیان واپی مسجد کو مندر میں بدلنے کی مہم بھی اسی سلسلے

کی کڑی ہے ۔ مندر توڑ کر مسجد بنانے کا کوئی مستند تاریخی و دستاویزی ثبوت نہیں ہے ۔دقت یہ ہے کہ ہندوتو وادیوں کی اپنی کوئی بھی تاریخ نہیں ہے ۔ بیشتر چیزیں ، افواہ اور فرضی کہانیوں پر مبنی ہیں ، اسلام میں غیر مملوکہ(جس کی ملکیت حاصل نہ ہو) زمین پر کوئی عبادت گاہ تعمیر نہیں ہوسکتی ہے ۔ جب کہ دیگر سماجوں میں ،مذہبی و قانونی نظام کے غیر مرتب و منتشر اور واضح احکام نہ ہونے کی وجہ سے عبادت گاہ کا تقدس اور غیر مملوکہ یا سرکاری اراضی پر اس کی تعمیر میں کوئی قباحت نہیں سمجھی جاتی ہے ، بھارت میں دس بیس نہیں لاکھوں مثالیں ہیں ، بجرنگ بلی کو رات ، دن میں کسی بھی وقت کھڑا کر کے زمین پر قبضہ کرکے مٹھ ، مندر پوجا گھر کی تعمیر کر دی جاتی ہے ملک کی کسی بھی ریاست میں جاکر کھلی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے ۔ یہ تو کہا جاتا رہا ہے کہ بابر نے مندر توڑ کر مسجد تعمیر کرائی تھی ۔یہ دعویٰ تاریخ کے علاوہ سپریم کورٹ کے فیصلے میں بھی جھوٹ ثابت ہوگیا ہے ،لیکن یہ سوال کسی نے نہیں کیا کہ بذات خو د مزعومہ رام مندر کی تعمیر کس کی زمین میں ہوئی تھی ؟ اس کا کوئی تاریخی و دستاویزی ثبوت نہیں ہے کہ اورنگ زیب نے کاشی و شو ناتھ مندر توڑ کر گیان واپی مسجد کی تعمیر کی تھی ۔اورنگ زیب سیاسی تقاضوں کے تحت سخت بھی تھا، اس سلسلے میں اس نے ہندو ، مسلمان، باپ ،بھائی ، بیٹا ، بھتیجے کے ساتھ بھی کسی طرح کی رعایت نہیں کی جہاں اس نے کچھ وجوہ سے گولکنڈہ کی جامع مسجد کو مسمار کرا دیا تھا ۔ وہیں ، کاشی وشو ناتھ مندر کو عالمگیری فوج میں موجود ہندو راجاؤں کے اصرار، مندر میں زنا اور حرام کاری سے نا پاک ہوجانے کے تحت منہد م کر دیا تھا ،لیکن اس کی جگہ مسجد تعمیر کے دعوے کی کوئی بنیاد نہیں ہے ۔

گیان واپی کی مسجد اور نگ زیب کے زمانے سے پہلے ہی سے موجود ہ جگہ پر موجود ہے ۔ اورنگ زیب نے صرف رنگ روغن اور مرمت کرائی تھی ۔ ورنہ گیان واپی مسجد، اکبر کے عہد میں بلکہ اس سے بھی پہلے شاہ شرقی ،ابراہم شاہ شرقی کے زمانے تک سنگ بنیاد کی بات چلی جاتی ہے ۔راقم سطور مولانا اسعد مدنیؒ کی ہدایت پر جمعیۃ علماءہند کے پروگراموں کا دعوت نامہ لے کر ڈاکٹر بشمبھر ناتھ پانڈے کے پاس بڑلا مندر آفس میں جایا کرتا تھا۔وہ مندر توڑ کر مسجد کی تعمیر کو بے بنیاد قرار دیتے تھے۔ ان کی اورنگ زیب اور ٹیپو سلطان پر اس سلسلے کی تحریر شائع و دستیاب ہے ۔ کاشی وشو ناتھ مندر میں زنا اور حرام کاری کا ذکر انھیں کی تحریر میں کیا گیا ہے ۔ انھوں نے اورنگ زیب کے بنگال جاتے ہوئے بنارس میں قیام اور ہندو راجاؤں کے گنگا اشنان ،ہندو رانیوں کے گنگا اشنان کے بعد وشو ناتھ کا درشن اور غائب ہونے اوران کی عصمت دری پر مندر کی مسماری کا تفصیل سے ذکر کیا ہے ۔ "مرقع بنارس" میں سری کرشن ورما، کاشی کھنڈ کے مختلف حوالوں سے دعوٰی کیا ہے کہ موجودہ گیان واپی مسجد ، وشو ناتھ مندر کی جگہ نہیں ہے ،(دیکھیں کتاب کا صفحہ 170اور صفحہ286)اس کے باوجود گیان واپی مسجد کو اجودھیا کی بابری مسجد کی طرح مندر میں تبدیل کرنے کی جاری مہم ، مذہبی علامتوں کا سیاسی فائدے کے لیے ، سیاسی استعمال کے سوا کچھ اور نہیں ہے ۔1991ء کے تحفظ عبادت گاہ قانون بن جانے کے بعد کسی بھی عدالت کو کوئی آرڈر یا ہدایت دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے اور نہ کسی طرف سے مندر ، مسجد تنازعہ کھڑا کرنے کی کوئی گنجائش ہے ۔ رام مندر کے حق میں فیصلے دیتے ہوئے سپریم کورٹ کے 5 ججوں کی بنچ نے 1991ء

تحفظ عبادت گاہ قانون کے حوالے سے واضح طور سے لکھ دیا ہے کہ تمام عبادت گاہوں کی 15اگست 1947ء کی پوزیشن بحال رہی گی اور ان کا تحفظ کیا جائے گا،لہذا یہ فیصلہ دیگر عبادت گاہ کے لیے نظیر نہیں ہوگا،لیکن جس طرح حقائق و شواہد کے خلاف مندر کے متعلق دعوے کو تسلیم نہ کرتے ہوئے بھی اس کے حق میں ناقابل فہم فیصلہ دیا گیا اس نے سیاسی بازی گروں اور فرقہ پرست عناصر کو حوصلہ دیا کہ وہ شوشہ کو شرارت اور شرارت کو سیاست میں بدل کر فائدہ اٹھائیں اور گیان کے نام پر گوبر اور گرڑ بڑی اور سنسکرتی کے نام پر شرارت پھیلائیں ۔ سیاسی فائدے کے لیے مذہبی علامتوں کے استعمال کا جو چسکا1967ء میں لگا تھا اس کا سلسلہ دراز تر اور دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے ، عدالت میں معاملے کو لے جانے سے آغاز کر کے سڑکوں پر لایا جائے گا اور پھر تحریکوں کو تشدد میں بد ل کر ماحول کو اپنے حق میں کر لیا جائے گا۔ ایسی حالت میں اس فریب خوردگی اور خوش فہمی کے لیے کوئی جگہ نہیں رہ جاتی ہے کہ رام مندر کے بعد مذہبی علامتوں کے استعمال کی سیاست اور فرقہ وارانہ تنازعات کا سلسلہ ختم ہوجائے گا۔ یہ سلسلہ ختم اسی وقت ہوگا جب سماج میں بہتر تبدیلی پیدا ہوگی ۔

noumani.aum@gmail.com

سرکاری اعزاز کے ساتھ تدفین... کچھ قابل غور پہلو

بقلم :- مولانا رضوان احمد قاسمی منوروا شریف سمستی پور بہار

موت ہی ایک ایسی حقیقت ہے جہاں کہتر و مہتر کا امتیاز مٹ جاتاہے . امیر و غریب کی تفریق ختم ہو جاتی ہے اور بڑے و چھوٹے کا بھرم دور ہوجاتاہے اسی لیے اگر غریب میت کے لیے محض دوگز زمین کی قبر ہوتی ہے تو امیروں کی قبر بھی دوگز سے زائد کی نہیں ہوتی.... غریبوں کو غسل دیتے ہوئے جو سامان یا طریقہ اپنایا جاتا ہے امیروں کو بھی اسی طرح نہلایا جاتا ہے ایسا نہیں ہے کہ اس کے لئے کسی مخصوص پانی کا انتظام ہو یا مثلاً دودھ وغیرہ سے نہلایا جائے..... . اگر غریب میت (مرد) کے لیے کفن کے تین کپڑے ہوتے ہیں تو امیر میت کے لئے بھی وہی تین کپڑے ہیں ایسا نہیں ہے کہ اسے مالداروں والا کفن دیا جائے. زرق برق چادروں میں ملبوس کیا جائے اور اعزازاً تین سے زائد کپڑے اسے پہنائے جائیں بلکہ مالدار میت کے لیے بھی وہی کفن مسنون ہے جو ایک غریب و بدحال میت کے لیے مسنون ہے کیونکہ امیری و غریبی کی تفریق مرنے کے بعد باقی نہیں رہتی . روح کے پرواز کرتے ہی شاہ و گدا برابر ہیں. رئیس و فقیر یکساں ہیں اور مشہور و مجہول مساوی ہیں یعنی ہر مردہ محتاج اور ہرمیت غریب و مجبور ہے

الغرض جب قبروں کے طول و عرض میں امیری و غریبی کی کوئی تفریق نہیں ہوتی. اور غسل و کفن میں رئیسی و فقیری کا کوئی امتیاز نہیں رہتا..... تو آخر کیا

وجہ ہے؟ کہ بعض میت کو بوقت تدفین سرکاری اعزاز سے نوازا جاتا ہے؟جیسا کہ پھلواری شریف پٹنہ کے امیرشریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب (مونگیر) کی تدفین کے وقت دیکھنے کو ملا اور ابھی تازہ تازہ شہر بھوپال میں یہ منظر سامنے آیا ہے کہ امیرشریعت مدھیہ پردیش حضرت مفتی عبدالرزاق صاحب کو تمام تر سرکاری اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا ہے

ہمارے نزدیک تو ہر مسلمان میت معزز و مکرم ہے اور کسی بھی مسلم نعش کی معمولی سی تکلیف بھی ہماری شریعت میں جرم ہےاسی لئے جنازہ کو قبرستان لے جاتے ہوئے بہت تیز چلنے سے منع کیا گیا ہے کہ اچھل کود کی ٹھوکر سے نعش کو کوئی گزند نہ پہونچے....اسی طرح قبرستان لے جاتے ہوئے ہمیں گاڑیوں کے بجائے اپنے کندھے استعمال کرنے کا حکم ہےتاکہ میت کا اعزاز و اکرام نمایاں ہو... سچ کہا ہے کسی منچلے شاعر نے کہ

مرنے کے بعد پھر میں... اک اور گناہ کروں گا
دنیا چلے گی پیدل....... کاندھے پہ میں چلوں گا

الغرض میت کے اعزاز و اکرام کا طریقہ جب ہماری شریعت نے خود متعین کررکھا ہے تو پھر خود ساختہ اعزازی انداز اپنانے اور جداگانہ طریقہ تعظیم اختیار کرنے کی ہمیں ضرورت ہی کیا ہے؟ جبکہ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ سرکاری اعزاز سے میت کو راحت ہوتی ہے یا تکلیف؟ دھوم دھام والے احترام سے جنازہ کو سکون ہوتا ہے یا الم ؟ اور جدید طریقہ تکریم سے ہماری میت خوش ہوتی ہے یا رنجیدہ؟.......

ذرا غور کیجئے کہ جس جگہ پہونچ کر سورماؤں کے پِتّے بھی پانی ہوجانے چاہیے. جس

مقام پہ جاکر پتھر دل انسان کو بھی موم بن جاناچاہیے اور جس زمین پہ قدم رکھتے ہی اپنی اپنی موتیں یاد کرنی چاہیے اسی قبرستان میں جاکر تزک و احتشام کا مظاہرہ ہوتا ہے.میت کے بڑکپن کا اظہار ہوتا ہےاور بےجان گوشت و پوست کی مدح سرائی ہوتی ہے

ذرا غور کیجئے کہ جس پاکیزہ ھستی نے رضاء الہی کی جستجو میں اپنی زندگی کھپادی تھی. جس مقدس انسان نے فرشتوں کی معیت کو اپنا مقصد بنا رکھا تھا اور جس نے غیر شرعی امور سے حتی المقدور اجتناب کیا تھا اسی کی آخری رسومات میں آسمان سے آنے والی رحمتوں پر بندوق سے فائرنگ کی جاتی ہے ڈھول و سارنگی کی آواز سے فرشتوں کو دور بھگایا جاتاہے اور مقام عبرت کو تماشہ گاہ بنادیا جاتا ہے... حیف صد حیف

ذرا غور کیجئے کہ سرکاری اعزاز کے نام پہ قبرستان میں جو تماشہ ہوتا ہے کیا اس سے قبرستان کی بے حرمتی نہیں ہوتی؟ کیا اس سے تمام مدفونین کو روحی تکلیف نہیں پہونچتی ؟ کیا غیر مسلم سرکاری افسران کی موجودگی سے ہمارے لئے مخصوص رحمت الہی گریزاں نہیں ہوتی؟ اور کیا اس میں بڑے بڑے دشمنان اسلام کی آخری رسومات کے ساتھ مشابہت نہیں ہے ؟ افسوس صد افسوس

ذرا غور کیجئے کہ جب ہر مسلمان میت کو ربانی اعزاز پہلے سے حاصل ہے تو پھر سرکاری اعزاز کی کیا ضرورت ہے؟ کیا اس سے میت کو کوئی فائدہ پہونچتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں.. بلکہ یہ سب تو محض ایک ڈھکوسلہ ہے. سیاسی شعبدہ بازی ہے اور میت کی راحت و آرام سے لاپرواہ ہوکر دوسروں کی خوشیاں بٹورنے کا یک ذریعہ ہے---

یاد رکھئے کہ ہمارے مردوں کو کسی سرکاری اعزاز کی ضرورت نہیں بلکہ دعاء مغفرت کی ضرورت ہے. ہماری میت کو کسی تماشے کی حاجت نہیں بلکہ انھیں تو تلقین و تثبیت کی حاجت ہے اور ہمارے جنازے کو کسی بھی ھندوانہ اکرام سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ انھیں تو صرف اور صرف اسلامی اکرم سے فائدہ ہے...... اور اگر سرکاری افسران ہماری میت کو اپنے اعزاز سے نوازنا ہی چاھتے ہیں تو ان کے چلائے ہوئے مشن کو استحکام کیوں نہیں دے دیتے؟ان کے پیغامات کو فعّال کیوں نہیں بنادیتے؟ اور ان کے سوزو گداز کو بروئے عمل کیوں نہیں لے آتے؟اگر ایسا ہوجائے تو یقیناً اسے سرکاری اعزاز کہا جائے گا ورنہ سچ پوچھئے تو سرکاری اعزاز کے نام پر ہماری عبادات پہ ڈاکہ ہے اور ہمارے مردے کو روحانی نقصان پہنچایا جارہا ہے

یہ مرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

=====================

15 شوال 1442ھ 28 مئی 2021ء بروز جمعہ

انسان کی عظمت

بقلم :- مولانا شمس پرویز مظاہری

اللہ تعالی نے کائنات کو وجود عطا فرما کر اپنی مختلف اور نوع بنوع مخلوقات کے ذریعے اسے زینت و رونق بخشا ہے۔۔شجر و حجر ، شمس و قمر ، بحر و بر ، آفتاب و ماہتاب ، نجوم و کہکشاں ، ارض و سماء سب دنیا کی تزئین و آرائش ہی کے اسباب ہیں۔۔لیکن ان تمام اشیاء سے ماوراء جو مخلوق سب سے زیادہ دنیا کو آراستہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے وہ ذات انسانی ہے۔۔جسے اشرف المخلوقات اور افضل المخلوقات کا خطاب ملا ہے۔۔جسے فرشتوں پر بھی فوقیت عطا کی گئی ہے۔۔جسے حسن صوری و معنوی عطا فرما کر اسکے سر پر احسن تقویم کا تاج پہنایا گیا۔۔

انسان اپنی طبیعت ، ترکیب ، اپنے کردار ، اپنے مقصد وجود اور اپنے انجام کے لحاظ سے ساری کائنات میں منفرد ہے۔۔انسان کو کائنات اصغر کہا جاتا ہے ۔۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ کائنات میں موجود تمام اشیاء کے خواص اس میں موجود ہیں۔خواہ وہ جمادات سے متعلق ہوں یا نباتات سے یا پھر حیوانات سے۔۔جسامت کے لحاظ سے انسان جمادی ہے۔۔بڑھنے اور پروان چڑھنے کے لحاظ سے وہ نباتی ہے اور نقل و حرکت کے لحاظ سے وہ حیوانی ہے۔۔اسی کے ساتھ ساتھ جب وہ عظمت و فضیلت کی انتہاء کو پہونچ جاتا ہے تو وہ معراج حاصل کر لیتا ہے اور اسکے قدم وہاں پہونچ جاتے ہیں جہاں تک فرشتوں کی بھی رسائی ناممکن ہوتی ہے۔۔

عظمت انسانی کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟؟ کہ خالق کون و مکاں نے

جب اسکی تخلیق فرمائی تو نہ صرف یہ کہ اسے اپنا خلیفہ قرار دیا۔۔(انی جاعل فی الارض خلیفۃ) بلکہ تمام ملائکہ کو حکم دیا کہ تم سب اسکے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ۔۔(اسجدوا لآدم) جس نے سجدہ کر لیا وہ مقربان بارگاہ ہی رہا لیکن جس نے انکار کیا وہ راندۂ درگاہ ہوا۔ظاہر ہے کہ انسان کو یہ ارفع مقام صرف اسکی ظاہری ساخت و بناوٹ کی وجہ سے حاصل نہیں ہوا بلکہ اسکا سبب اسکی وہ باطنی ، شعوری اور الوہی خصوصیات تھیں جو اسے فرشتوں سے بہت اوپر لے جاتی تھیں۔۔اور اپنی انہیں خصوصیات کی بنا پر وہ قدرت کا عظیم و حسین شاہکار کہلایا۔البتہ یہ نقطہ بھی پیش نظر رہے کہ عظمت و حسن کی یہ رعنائی ذات انسانی میں اسی وقت تک جلوہ فگن ہے جب تک وہ انسانیت کے معیار پر باقی ہے۔۔لیکن اگر وہ انسانیت کے معیار سے گرتا ہے تو حیوانیت اور بہیمیت کو بھی اپنے کردار و عمل سے شرمندہ کر ڈالتا ہے۔۔

ع______ گھٹے اگر تو بس اک مشت خاک ہے انساں
. بڑھے تو وسعت کونین میں سما نہ سکے

قرآن کی سورہ تین کی دو آیتوں پر غور کر لیجئے ۔۔عقدہ حل ہو جائے گا اور بات واضح ہو کر سامنے آ جائے گی۔۔

(لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۔۔ثم رددنه اسفل سفلین)

انسان جب تک اپنے خالق و مالک کو پہچانتا ہے۔۔اسکی عظیم قدرت میں غور و فکر کرتا ہے۔اسکی کبریائی اور عظمت سے دل کی دنیا کو آباد رکھتا ہے۔۔مقصد زندگی کو

سامنے رکھ کر اسکی بندگی کے سانچے میں خود کو ڈھال لیتا ہے ۔۔اسکے تمام حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے کمر بستہ رہتا ہے۔۔اسکی محبت کی وجہ سے اسکے بندوں سے بھی پیار و محبت سے پیش آتا ہے۔۔ اسکے رحیمانہ و شفیقانہ برتاؤ کی وجہ سے اسکی معمولی مخلوق کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرتا ہے تو وہ انسان ہے۔۔اللہ کے خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہوا انسان ، عظمت و رفعت کے اوج پر پہونچا ہوا انسان ، ستاروں اور سیاروں کو بھی مات دیتا ہوا انسان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لیکن جو انسان اس قدر گر جائے کہ اسے اچھے برے کی کوئی تمیز نہ رہے ۔۔جو حلال و حرام اور جائز و ناجائز میں فرق نہ کر سکے ، جو خواہشات نفسانی کی غلامی میں اس قدر اندھا ہو کہ اسکے قلب سے اللہ کی عظمت ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ، شعائر اسلام کی حرمت اور تعلیمات مصطفوی کی قیمت ہی ختم ہو جائے ۔۔جو بلاوجہ اپنے علماء اور مذہبی راہنماؤں کو ہدف ملامت بنائے اور جسکی زبان سے علماء و اہل اللہ کے تئیں نفرت آمیز کلمات ادا ہوں۔۔جسکے دل کا بغض بار بار اسکی زبان سے ظاھر ہو۔۔جسکے قول و عمل کا کوئی اعتبار نہ ہو۔جو مال و جاہ کی حرص و ہوس میں اتنا اندھا ہو جائے کہ ماہ مبارک رمضان کا اور دربار الہی کا اسکے دل کوئی احترام نہ رہ جائے۔۔جو محض اس وجہ سے اپنے مسلمان بھائیوں کے خون کا پیاسا بن جائے کہ پردھانی اور مہاپردھانی کے الیکشن میں اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا ۔۔حیوانیت ، شیطانیت اور ذلت کی اس انتہاء پر پہونچ جانے والے کے بارے میں ہی آیت مبارکہ کی دوسری شق (ثم رددنہ اسفل سفلین) کا نزول ہوا ہے۔۔۔

دوستو !!! کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ایک طرف ہماری بد اعمالیوں اور گناہوں کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہونے والی آسمانی وبا نے پوری دنیا میں کہرام مچا رکھا ہے۔۔ آئے دن اموات کی شروح بڑھتی جا رہی ہے۔۔ہر طرف سے دل کو جھنجھوڑنے والی خبریں موصول ہو رہی ہیں۔۔علماء ربانیین اور اہل اللہ کے دنیا سے تشریف لے جانے کا سلسلہ رکنے اور تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے۔۔پوری دنیا اور بالخصوص ہمارا ملک ماتم کدہ بن چکا ہے۔۔کوئی کسی کا پرسان حال نہیں۔۔عجب بے بسی اور بے کسی کا عالم ہے۔۔اور دوسری طرف ہماری بے حیائی اور ڈھٹائی منہ زور گھوڑے کی طرح لگام توڑ کر آوارہ فضاؤں میں عیش و سرمستی کرنے سے باز نہیں اتی۔ذرہ برابر تبدیلی ہم اپنے اندر پیدا کرنے کو تیار نہیں ہیں۔۔فاجر و فاسق اور کافر کی طرح ہم نے دنیا ہی کو اپنا مقصد حیات سمجھ رکھا ہے۔۔

انتخاب اور چناؤ میں ایک فریق کی ہار اور دوسرے کی جیت ہوتی ہے۔۔فتح و شکست کا یہ سلسلہ شروع ہی سے جاری ہے ۔۔لیکن ہم کتنے بزدل اور کمینے ہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کی فتح بھی ہمیں گوارا نہیں۔۔بجائے یہ کہ ہم اپنے مسلمان بھائی کی فتح پر اسے مبارکباد پیش کریں ، اسے اپنے گلے سے لگائیں۔۔الٹا ہم اس سے اپنی ہار کا انتقام لینے کے درپے ہو جاتے ہیں ۔۔اور انتقام لینے میں اس قدر اندھے ہو جاتے ہیں کہ مساجد اور شعائر اللہ کی حرمت پامال کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔۔۔ شرم آنی چاہیے ایسے بے شرموں اور نالائقوں کو ۔۔۔ایسے ہی لوگ اللہ کی زمین پر بوجھ ہوتے ہیں جن سے زمین بھی پناہ مانگتی ہے اور آسمان بھی۔۔جو پوری قوم ، پوری ملت اور پوری امت کے لئے ایک سیاہ داغ ہوتے ہیں۔۔جو مسلمانوں کو پوری

دنیا میں ذلیل کرتے ہیں۔۔

کل ایک گاؤں میں پردھانی کے الیکشن کے سلسلہ میں جو حیوانیت کا ننگا ناچ ناچا گیا وہ انتہائی شرمناک اور کربناک تھا۔۔جسے سن کر کلیجہ منہ کو آنے لگا کہ خدایا یہ تیرے بندوں کو کیا ہو گیا ہے؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟۔۔لیکن یہ بھی ایک سچائی ہے کہ جن لوگوں نے ایسی شرمناک حرکت کی ہے ان سے اسی کی امید کی جا سکتی تھی۔۔۔کہ

جبل گردد جبلت نمی گردد ۔۔

شمس پرویز مظاہری

مہتمم مدرسہ نظامیہ دار القران دگھی وایا مہگاواں گڈا

پاسبانی انمول موتی

بقلم :- پاسبانی احباب

1) درود شریف کی برکت

میری لاعلمی میں گھر میں چار پانچ روز پہلے گملے میں لگا تلسی (ریحان) کا پودا خریدا گیا. پھر وہ ایک دو روز میں بالکل سوکھنے لگا اور اس کی زندگی سے مایوسی ہونے لگی. درود شریف پڑھ کر اس پر پھونکا گیا اور پھر وہ ہرا بھرا ہوگیا. مجھے یہ واقعہ کل بتایا گیا. تلسی کو دیکھ کر خوشی ہوئی. کئی پیالی چائے اس کی اب تک پی چکا ہوں. اللہ اسے ہرا بھرا رکھے اور بابرکت بنائے!

مفتی عبیداللہ قاسمی دہلی

2) دعاء حفاظت

اگر کسی کو ہاسپیٹل یا بھیڑ کی جگہوں میں جہاں مریضوں کا اجتماع ہو ، جانے کا اتفاق ہو یا ڈاکٹر حضرات جو ہروقت مریضوں کے بیچ رہتے ہیں اور متعدی بیماری سے حفاظت چاہتے ہوں تو مندرجہ ذیل دعا وقتا فوقتا پڑھ لیا کریں ان شاء اللہ متعدی مرض کے لگنے سے حفاظت رہے گی۔۔۔

دعاء :- اَللّٰهُمَّ لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ، وَلَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا إِلَٰهَ غَيْرُكَ

منقول از حضرت شیخ عبدالحق الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ
ناقل شیخ محمد خالد اعظمی ، قاسمی ، ترجمان پاسبان
تصحیح کنندہ شیخ عبد البر قاسمی صاحب دامت برکاتہم

3) کرونااوردیگربیماریوں سے حفاظت

یہ دو دعائیں حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں صبح اور شام تین بار پڑھنے سے ہر قسم کی مصیبت اور ہر بیماری سے حفاظت ھے، بالخصوص کرونا جیسی وباء سے حفاظت کے لئے ہرایک کو اس دعاء کے پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

(1) عن عثمان بن عفان رضي الله عنه قال : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَنْ قَالَ : { **بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** } ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتَّى يُصْبِحَ ، وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتَّى يُمْسِيَ)

[رواه أبو داود(5088 / ورواه الترمذي(3388]

(2) عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ :

(**اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ الْبَرَصِ وَالْجُنُونِ وَالْجُذَامِ وَمِنْ سَيِّئِ الْأَسْقَامِ**)

[رواه أحمد(12592 / وأبوداود(1554 / والنسائي(5493]

استخراج من الموقع الكلم الطيب۔

مولانا محمد شفیق قاسمی اعظمی مؤسس پاسبان علم وادب

4) سینے کے کف کا گھریلوں علاج

سوال :- سینے میں جکڑن اور کف کو صاف کرنے کی بہترین دوا کیا ہوسکتی ہے؟

جواب :- دوا تو ڈاکٹر حضرات بتائیں گے لیکن عمل میں بتاتا ہوں کرکے دیکھیں دعائیں دیں گے ،

گرم پانی میں وکس یا بام ڈال کر بپھارہ لیں ، یاد رہے کہ بھاپ زیادہ سے زیادہ آپ کے سینے کو گلے کو لگے ، آدھا گھنٹہ باہر ہوا نہ لگنے دیں

گرم پانی کا برتن ہٹاکر چادر اوڑھ کر سوجائیں ان شاءاللہ تمام جکڑن کھل جائے گی

مولانا محمد ندیم بوسعد الاعظمی

5) ایک حکیم کا لکھا ہوا نسخہ

عناب انگور۔اسطخودوس۔

اصل سوس یعنی ملیٹھی۔۔

ختمی

خبازی

گل بنفشہ

گل زوفا

سپستان

منقی

بیخ بنفشہ

سب 50/50 گرام

ایک کورونا پوزیٹو مریض جو شدید جکڑن اور بدن درد و بخار میں مبتلا تھے انھوں نے دیا ہے کسی واسطہ سے نہیں ملا ، اسی نسخہ سے ایک دن میں ہی جکڑن سے افاقہ محسوس ہو ا اور تین چار دن کے اندر صحتیاب ہوگئے

خود میرے گھر پر بھی اس کا کامیاب تجربہ ہوا الحمدللہ

ساری چیزیں پچاس پچاس گرام جیساکہ لکھا ہے لیکر سب کو برابر برابر تقسیم کرکے دس پڑیا بناکر پانی میں پکا کر دن میں تین چار مرتبہ اچھی طرح سے بھاپ لینا اور پینا ہے ، پانی اتنا ڈالیں کہ دن بھر چل سکے اسی کو گرم کرکے بھاپ لیں اور پیئیں انشاءاللہ شفا ہوگی

میں اس طرح کی چیزیں شئر کرنے کا قائل نہیں ہوں مگر یہ بہت ہی معتبر حکیم اور مریض سے ملا اس لئے شئر کردیا۔

مولانا عبد البر اعظمی قاسمی

6) پیروں کے درد کا علاج

ہماری والدہ تقریبا چھ سال سے نیند کی دوا کھاتی تھیں نیز انہیں پیر میں درد کی بہت شکایت رہتی تھی ہم لوگ باری باری رات ایک دو گھنٹے تک انکا پیر دباتے تھے تب جاکر نیند آتی تھی میرے چھوٹے بھائی جو ابھی فی الحال سرجری کا کورس مکمل کر کے آئے ہیں انہوں نے بتایا آپ سونے سے پہلے بالٹی میں پانی بھرکر پندرہ منٹ کے لئے اپنا پیر بالٹی میں ڈالکر بیٹھ جائیں اسکے بعد نکال لیں ابھی ایک ہفتے ہی ہوئے ہیں الحمد للہ نہ پیروں میں درد ہوتا ہے اور نہ ہی نیند کی دوا کی ضرورت پڑتی ہے ۔

ڈاکٹر ازہر جمال جون پوری قاسمی

7) ادبی شہ پارہ

پندار علم ودانش، غرور ذہانت وفطانت، نخوت فہم وفراست ،کبر تقوی وطہارت، انانیت و خودرائی وخودپسندی، تعلی و خودغرضی، بے لگام زبان وآزاد قلم، عصرحاضر کے سب سے زیادہ خطرناک وسنگین و زھریلے ومہلک اژدھے ہیں جن کے سامنے کرونا کی دہشت انگیزی بھی معمولی ہے۔

مولانا محبوب عالم قاسمی

8) قیمتی موتی

کامیابی اسی وقت قدم چومتی ھے جب لوگ اعتراضات کرتے ہیں، تنقیدی کلمات سے زخمی کرتے ہیں۔

آپ کیا کررہے ہیں یہ دیکھیں ، لوگ کیا کہرہے ہیں یہ مت دیکھیں

مولانا شفیق قاسمی اعظمی

ہمارے مسائل اور انکا حل

بقلم :- مفتی شاکر نثار المدنی

مسئلہ نمبر 46

طلاق رجعی یا طلاق مغلظہ

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے اپنی بیوی سے تعلقات کشیدہ ہونے لگے بالآخر دو چار ذمہ داروں کی موجودگی میں طلاق پر بات منتج ہوئی، ہوا یوں کہ لوگوں نے زید سے کہا تم طلاق دو، زید نے کہا میں اسے طلاق دیتا ہوں، پھر دس قدم آگے چلکر یہی جملہ کہا کہ میں اسے طلاق دیتا ہوں پھر دس قدم آگے چلکر یہی جملہ کہا کہ میں اسے طلاق دیتا ہوں،

اس طرح سے کتنی طلاق واقع ہوئی، ایک یا تین؟

اور کیا پھر زید اس مطلقہ کیساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے؟

امید کہ مدلل جواب عنایت فرما کر ممنون کریں گے۔ والسلام

المستفتی: عبدالرحمن مخدوم پور اعظم گڑھ

الجواب باسم الملھم للصدق والصواب : صورت مسئولہ میں زید کا دو بارہ اور سہ بارہ یہ کہنا کہ میں طلاق دیتا ہوں اگر اپنے پہلے قول کی خبر ہے یعنی دوبارہ اور سہ بارہ طلاق نہیں دیا بلکہ ایک بار جو طلاق دیا تھا اسی کی دو بار اور خبر دیا ہے تو صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔

لیکن اگر اس کی مراد تین مجلس میں تین طلاق ہے جیسا کہ زید کے بڑے بھائی کا کہنا ہے کہ اسی لیے الگ الگ مجلس میں تین مرتبہ طلاق لی گئی تاکہ تین طلاق واقع ہو تو ایسی صورت میں تینوں طلاق واقع ہوگئیں اور اب اس بیوی سے بلا حلالہ نکاح کرنا درست نہیں۔

نوٹ: حلالہ یہ ہے کہ پہلے طلاق کی عدت ختم ہونے کے بعد کوئی دوسرا شخص اس عورت سے نکاح کرے اور ہم بستری بھی کرے، پھر اگر بلا کسی دباؤ یا پلاننگ کے کسی وجہ سے طلاق دیدے تو اب زید اگر اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، اور اگر صرف دوسرے سے اسی لئے نکاح کرایا گیا کہ کچھ دن ساتھ رہ کر طلاق دیدے تو ایسا کرنے اور کرانے والے سخت گنہگار ہوں گے، ایسے لوگوں پر اللہ اور رسول کی کی طرف سے لعنت ہے۔

قال الله تعالى : فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ

(البقرة :290).

وقال الليث عن نافع كان ابن عمر رضي الله عنهما إذا سئل عمن طلق ثلاثا

قال: لو طلقت مرة أو مرتين، فإن النبي عليه السلام أمرني بهذا؛ فإن طلقها

ثلاثا حرمت حتى تنكح زوجًا غيره۔ (صحيح البخاري ۷۹۲/۲ رقم: ۵۲۶۴،

صحيح مسلم ۴۷۶/۱ رقم: ۱۴۷۱)

عَنْ عَائِشَةَ ، أَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا ، فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتَحِلُّ لِلأَوَّلِ ؟ قَالَ : لاَ ، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا كَمَا ذَاقَ الأَوَّلُ.

(صحيح البخاري ۰).

سألت الحكم وحمادا عن رجل قال لامرأته: أنت طالق أنت طالق ونوىٰ الأولىٰ قالا: هي واحدة۔ (المصنف لابن أبي شيبة ۹/۵۴۴ رقم: ۱۸۲۰۱)

وفي أنت الطلاق أو طلاق أو أنت طالق الطلاق أو أنت طالق طلاقا يقع واحدة رجعية إن لم ينو شيئا۔

(الدر المختار مع الشامي ۴/۴۶۳ زكريا، وهٰكذا في الهندية ۱/۳۵۵)

رجل قال لامرأته أنت طالق أنت طالق أنت طالق وقال: عنيت بالأولى الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها صدق ديانة۔

(الفتاوىٰ التاتارخانية ۴/۴۲۹ رقم: ۶۵۹۷)

ولو قال لامرأته أنت طالق فقال له رجل ما قلت فقال: طلقتها أو قال: قلت هي طالق، فهي واحدة في القضاء؛ لأن كلامه انصرف إلى الإخبار بقرينة الاستخبار۔ (بدائع الصنائع / فصل في النية في أحد نوعي الطلاق ۳/۱۰۲ كراچی، ۳/۱۶۳ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۱/۳۵۵ زكريا) .

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

حررہ العبد محمد شاکر نثار المدني القاسمي غفرله

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند۔۔۔۔۔۔۔

14 - 9 - 1439ھ 30 - 5 - 2018م الأربعاء

مسئلہ نمبر 47

نماز میں دوران تلاوت کان پر ہاتھ رکھنا

سوال : دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایک امام صاحب نماز پڑھاتے ہوئے سورہ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے ایک ھاتھ کو داہنے کان پر رکھتے ہیں اور جب جب سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں ایسا ہی کرتے ہیں کیا ان کے اس عمل سے نماز میں کوئی فساد واقع ہوگا یا نہیں؟ رھنمائی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں.

المستفتی : غفران احمد ندوی بستوی جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ

الجواب باسم الملهم للصدق والصواب : اگر تلاوت کے وقت کسی تکلیف کی وجہ سے امام صاحب ایسا کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں، اور اگر بلا وجہ ایسا کرتے ہیں تو نماز مکروہ ہوگی بسا اوقات عمل کثیر ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہوجائے گی. اس لئے امام اور دوسرے نمازیوں کو ایسی فضول حرکتوں سے اجتناب کرنا چاہئے.

قال الله تعالىٰ : وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ (البقرة :238).

عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ما لي

أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس اسكنوا في الصلاة.
(صحیح مسلم :430).

ویکرہ ایضا ان یکف ثوبه وهو فی الصلوٰۃ بعمل قلیل بان یرفعه من بین یدیه او من خلفه عند السجود او یده فیها وهو مکفوف کما اذا دخل وهو مشمر الکم والذیل وان یرفعه کیلا یتترب الخ (کبیری ص ۳۴۷).

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم.

حرره العبد محمد شاكر نثار المدني القاسمي غفرله

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند--------

14 - 9 - 1439ھ 30 - 5 - 2018م الأربعاء

مسئلہ نمبر 48

جائداد کسی ایک لڑکے کے نام کرنا

سوال : کیا فرماتے ھیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بکر کے چار بیٹے ھیں اور بکر مستقل بیمار رھتا ھے اور اسکا چھوٹا بیٹا عمر مستقل خدمت میں لگا رھتا ھے جس سے خوش ھوکر بکر نے اپنی ساری پراپرٹی عمر کے نام رجسٹرڈ ایگریمنٹ کردی اور اسکا انتقال ھوگیا (سرکاری طور پر کسی کو عمل دخل کی گنجائش نہیں رھی) .

ا-کیا عمر کیلئے شرعی طور پر یہ پراپرٹی جائز ھے؟

۲- ایسی کسی پراپرٹی کا خریدنا کیسا ہے؟

المستفتی : مفتی أجود اللہ پھول پوری

الجواب باسم الملهم للصدق والصواب : صورت مسئولہ میں بکر نے اپنی زندگی میں جب عمر کے نام ساری جائداد کردیا اور عمر کا قبضہ بھی ہوگیا تو شرعاً عمر اس جائداد کا مالک ہوچکا ہے اب اگر وہ اس کو فروخت کر رہا ہو تو اسے خریدنے میں کوئی حرج نہیں.

نوٹ: والدین کی خدمت نہ کرنا بہت ہی بری بات ہے اسی لئے خدمت نہ کرنے والے بچوں کو محروم کرنے کی شرعاً گنجائش ہے، لیکن اگر دوسرے بچے بھی ضرورت مند ہوں (خواہ باپ کے ساتھ حسن سلوک نہ کرتے ہوں) تو انھیں محروم نہیں کرنا چاہیے. اب اگر عمر جائداد کو اپنے بھائیوں میں شرعی اعتبار سے تقسیم کردے تو والد کے حق میں بھی بہتر ہوگا اور بھائیوں کے ساتھ صلہ رحمی ہوگی، اور اس کے نتیجہ میں اسے دنیا وآخرت میں بہت کچھ ملے گا.

قال الله تعالى: لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا. (النساء:7)

{آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا [النساء : 11]}.

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سووا بين أولادكم في العطية. فلو كنت مفضلا أحداً لفضلت النساء. أخرجه سعيد بن منصور والبيهقي.

وعن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم:
من قطع میراث وارثه، قطع اللّٰه میراثه من الجنة یوم القیامة۔ (مشکاة
المصابیح، کتاب البیوع / باب الوصایا، الفصل الثالث ۲۶۶، وکذا في سنن ابن
ماجة، کتاب الوصایا / باب الحیف في الوصیة ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفکر بیروت)
إن الوالد إن وهب لأحد ابنائه هبة أکثر من غیره اتفاقاً أو بسبب علمه أو
عمله أو بره بالوالدین من غیر أن یقصد بذٰلک إضرار الاٰخرین ولا الجور
علیهم کان جائزاً علی قول الجمهور۔ أما إذا قصد الوالد الإضرار، أو تفضیل
أحد الأبناء علی غیره بقصد التفضیل من غیر داعیة مجوزة لذٰلک؛ فإنه لا
یبیحه أحد۔ (تکملة فتح الملهم ۲/۷۱ مکتبة دار العلوم کراچی.
یملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک، لا لصحة
الهبة۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز ۱/۴۷۳ رقم المادة: ۸۶۱ کوئٹه).
لا بأس بأن یعطی من أولاده من کان عالما متأدبا ولا یعطی منهم من کان
فاسقًا فاجرًا۔ (مجمع الأنهر ۳/۴۷).
هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحکم.

حررہ العبد محمد شاکر نثار المدني القاسمي غفرله
استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية
بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند۔۔۔۔۔۔۔۔
15 - 9 - 1439ھ 31 - 5 - 2018م الخميس

مسئلہ نمبر 49

رہائش کے لئے خریدی ہوئی زمین میں صرف تجارت کی نیت سے زکوۃ واجب نہیں ہوتی

سوال : ایک شخص نے کچھ زمین خریدی تھی اس نیت سے کہ اس پر مکان تعمیر کرے گا لیکن بعد میں ارادہ بدل گیا اور اس زمین کو فروخت کرنے کی نیت کر لی، اب گھر میں جو پیسہ مکان کی تعمیر کیلئے رکھا تھا اس رقم میں ایک اور زمین خریدی اور ارادہ اس پر مکان بنوانے کا ہے، علاوہ ازیں موصوف کے پاس اسی طرح کی ایک اور زمین ہے جس کی قیمت بہت زیادہ ہے اور دس سال بعد تقریباً اسے فروخت کرنے کا ارادہ ہے

دریافت طلب امر یہ ہے کہ بغرضِ تجارت خریدی ہوئی زمین پر جو زکٰوۃ واجب ہو رہی ہے وہ موصوف کی سالانہ آمدنی سے کہیں زیادہ ہے، ایسی صورت میں وہ کیا کریں؟ قرض لیکر زکٰوۃ ادا کریں یا اپنی زکٰوۃ کا حساب رکھیں اور زمین کی فروختگی کے بعد یکبارگی تمام زکٰوۃ ادا کریں؟

اس درمیان اگر موت واقع ہو گئی تو کیا زکٰوۃ کی وصیت کرنا لازم ہوگا ؟

اور کیا مال وراثت سے زکٰوۃ کی ادائیگی کی جائیگی.

المستفتی : علیم شیخ ممبر پاسبان علم وادب

الجواب بأسم الملهم للصدق والصواب :- مکان بنانے کیلئے خریدی ہوئی زمین میں گھر بنانے کا ارادہ بدل جائے کہ قیمت بڑھ جانے پر اس کو فروخت کردوں گا، تو یہ زمین صرف نیت کرنے سے مال تجارت نہیں ہوئی؛ اس لئے جب تک اس کو فروخت نہ کرے زکوۃ واجب نہیں ہوگی،لہذا قرض لے کر زکوۃ دینے، حساب رکھنے، موت کے خوف سے وصیت یا ترکہ سے زکوۃ کی ادائیگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا.

عن نافع عن ابن عمر قال: ليس في العروض زكاة إلا ما كان للتجارة. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة، دار الفكر ٦/٦٤، رقم: ٧٦٩٨)

اشترىٰ شيئا للقنية ناويا أنه إن وجد ربحاً باعه لا زكوٰة عليه. (الدر مع الرد، كتاب الزكاة، قبيل باب السائمه زكريا ديوبند٣/١٩٥، كراچی ٢/٢٧٤).

رجل اشترىٰ خادما للخدمة وهو ينوي إن أصاب ربحاً يبيعه فحال عليه الحول لا زكوٰة عليه لأن المشتري للخدمة كذلك يكون إذا أصاب ربحاً يبيعه۔ (الولوالجية دار الايمان سهارنپور، كتاب الزكاة ١/١٨٣).

وتشترط نية التجارة في العروض ولابد أن تكون مقارنة للتجارة فلو اشترىٰ شيئاً للقنية ناوياً أنه إن وجد ربحاً باعه لا زكوٰة عليه۔

(الاشباہ زکریا۱/۷۹، قدیم /۳۸).

لکن لاتجب الزکوٰۃ إلا إذا اتجر لأن التجارۃ فعل لایتم بمجرد النیة(شرح حموی زکریا۱/۷۹، قدیم /۳۸).

ولا (زکاۃ) فی دور السکنیٰ ونحوہا. وفی الشامیة کالحوانیت والعقارات ـ (شامی، کتاب الزکاۃ، کراچی ۲/۲۶۵،زکریا ۳/۱۸۲).

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم.

حررہ العبد محمد شاکر نثار المدني القاسمي غفرله

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند--------

15 - 9 - 1439ھ 31 - 5 - 2018م الخمیس

مسئلہ نمبر 50

ساڑھے سات تولہ سے کم صرف سونے پر زکوۃ نہیں

سوال :- اگر کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ سے کم سوات ہو تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی؟

المستفتی : محمد اصفر قاسمی چورسنڈ جون پور

الجواب باسم الملهم للصدق والصواب :- مذکورہ شخص کے پاس اگر ساڑھے

سات تولہ سے کم صرف سونا ہے، اور چاندی، سامان تجارت اور ضرورت سے زائد کچھ بھی روپیہ پیسہ نہیں ہے تو اس پر زکٰوۃ واجب نہ ہوگی؛ لیکن اگر کچھ چاندی، سامان تجارت یا ضرورت سے زائد کچھ روپیہ پیسہ ہو اور سونا کی قیمت ملانے کے بعد چاندی کے نصاب تک پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہوگی، اور اتنا سونا رکھنے والوں کے پاس کچھ نہ کچھ روپیہ پیسہ رہتا ہی ہے اس لیے اپنے سرمایہ کا اچھی طرح حساب کرنا چاہیے تاکہ زکوۃ واجب ہو تو اس کو ادا کرکے ذمہ داری سے سبکدوش ہوں.

عن علي عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم : وليس عليک شيئ يعنى فى الذہب ، حتى تكون لک عشرون ديناراً ، فإذا كانت لک عشرون ديناراً، وحال عليها الحول ففيها نصف دينار ، فمازاد فبحساب ذلک۔ (سنن أبي داؤد ، كتاب الزكاة ، باب في زكاة السائمة ، النسخة الهندية ۱/۲۲۱، دار السلام رقم: ۱۵۸۳)

نصاب الذہب عشرون مثقالاً وتحته فى الشامية فمادون ذلک لا زكوٰة فيه الخ ۔(شامى ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال ، زكريا ديوبند۳/۲۲۴، كراچی ۲/۲۹۵)

نصاب الذہب عند جمهور الفقهاء عشرون مثقالاً . فلا تجب الزكاة في أقل منها۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۳/۲۶۳).

أخرج أبو داؤد عمرو بن يعلى فذكر الحديث نحو حديث الخاتم المذكور قبله قيل لسفيان كيف تزكيه ؟ قال : تضمه إلى غيره۔ (سنن أبي داؤد، الزكاة/

باب الكنز ما ہو زكاة الحلی رقم: ١٥٦٦)

وعن عبيد الله بن عبيد قال: قلت لمكحول: يا أبا عبد الله! إن لي سيفاً فيه خمسون ومائة درہم، فجعل عليّ فيه زكاة؟ قال: أضف إليه ما كان لک من ذہب وفضة، فإذا بلغ مائتي درہم ذہبا وفضة فعليک فيه الزكاة۔ (المصنف لابن أبي شيبة، الزكاة / باب فى الرجل تكون عنده مائة درہم وعشرة دنانير ٣٩٣/٦ رقم: ٩٩٤٨)

ويضم الذہب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة۔ (شامی ٣٠٣/٢ كراچی، ٢٤٣/٣ زكريا)

وتضم الذہب إلى الفضة قيمةً۔ (مراقي الفلاح ٣٩٠، الفتاوىٰ الهندية ١٧٩/١، الفتاوى التاتارخانية ١٥٧/٣ رقم: ٣٩٨٢ زكريا)

فاما إذا كان لها صنفان جميعاً فإن لم يكن كل واحد منهما نصاباً بأن كان له عشرة مثاقيل ومائة درہم فإنه يضم أحدہا إلى الأخرىٰ في حق تكميل النصاب عندنا۔ (بدائع الصنائع ١٠٦/٢، احسن الفتاوىٰ ٢٥٤/٤، فتاوىٰ رحيميه ١٥١/٥) فقط والله تعالىٰ اعلم

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم.

حرره العبد محمد شاكر نثار المدني القاسمي غفرله

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند۔۔۔۔۔۔۔۔

15 - 9 - 1439ھ 31 - 5 - 2018م الخمیس

غضب شخص کی عجب کہانی

بقلم :- مولانا شفیق قاسمی اعظمی

کسی بھی گروہ میں محبوب ومقبول بننے کا راز خوش خلقی میں مضمر ھے بداخلاقی کی علت چاھے جو ھو وہ دوسروں کے لیے قابل برداشت نہیں ،اگر آپ اپنے آس پاس کے لوگوں کے بارے میں تحقیق وجستجو کریں تو خود ھی معلوم ہوجائے گا کہ بعض لوگ آپ کے دل میں جگہ پیدا کیوں کرسکے، اور اس کے برخلاف بعض لوگوں کے صفات واخلاق نے آپ کو ان کا گرویدہ کیوں بنا لیا اور انھوں نے آپ کے دل کو کیوں مسخر کرلیا۔خوش اخلاق آدمی کے لیے تمام دروازے کھلے ہوئے ھیں ،

سنہ 2000 میں امارات کی ایک مسجد میں منصب امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالتے ھوے مصلی پر قدم رکھا، مسلکا حنفی ھونے کیوجہ سے بعض مسائل مختلف فیہ ھونے کے سبب اختلاف کا سامنا رہا، اختلاف میں کافی شدت اس وقت آجاتی جب ایک عرب مقتدی سامنے آجاتا اور اقامت، سجدہ سہو، تراویح کی 20 رکعت،

وتر وغیرہ کے دلائل کا مطالبہ کردیتا، اس کی اختلافی حرارت کو میری اخلاقی برودت سرد کردیتی، اسی حرارت و برودت میں دن گذرتے رھے، یہاں تک کہ آج 2017 کے رمضان کی چھٹویں (6)تراویح ادا کرتے ھوے اچانک مجھے قضاے حاجت کے لئے صف سے نکلنا پڑا، فراغت کے بعد جب واپسی امارات میں پچھلی صف میں شامل ھوگیا، اچانک میری نظر اسی غضب شخص پر پڑی تو میں خیالات کی وادیوں میں پہونچ گیا کہ 18 رکعتیں ھوگئی ھیں اور ابھی تک یہ گیا نہیں؟ 20 رکعتیں مکمل ھوئیں ، میں وتر پڑھانے لئے آگے بڑھا ھی تھا کہ اس کا سامنا ھوا، میں نے سلام کیا، اس کی پیشانی کو بوسہ دیا، صف سے نکلتے ھوے اس نے پوچھا کہ،، تصلي الشفع والوتر؟،، میں نے کہا نہیں بلکہ،، اصلي بهم 3 ركعات بتسليم واحد،، اب اس غضب شخص کی عجب کہانی یہ ھوئی کہ میرے پیچھے حنفی مسلک کے مطابق وتر بھی پڑھا، تراویح تو نہ جانے کب سے پڑھتا رہا جو مجھے آج معلوم ھوا، اب ایسے شدید مخالف غیرمقلد شخص کو میری خوش اخلاقی نے اس قدر متاثر کیا کہ میرا گرویدہ ھوگیا، خوش اخلاقی کے سبب میرے بہت سے مقتدی ایسے ہیں جو شدید مخالف تھے وہ شدید موافق ھوگئے، یعنی میری مسجد کو مختلف مکاتب فکر کا مرکز کہا جاے تو غلط نہ ھوگا:

،،گلہاے رنگا رنگ سے ھے زینتِ چمن،،

شفیق قاسمی، اعظمی ابوظبی /امارات

2 جون 2017

•-------------••••••✦✿✦••••••-------------•

امارات میں مندر کی تعمیر

بقلم :- مفتی محمد رضوان اعظمی قاسمی

عرب ممالک سے روز بروز آنے والی خبروں سے یہ اندازہ لگا پانا مشکل نہیں کہ عرب حکمراں عالمی منظر نامے کو کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہیں, انہیں دنیا میں بسنے والی اقوام و سماج کی تہذیب و ثقافت اور ان کے بدلتے حالات و نظریات کی گہری واقفیت نہیں ہے, یا وہ شکست خوردہ قوم کی طرح جوش و خروش سے عاری, اپنی ملی و قومی غیرت و حمیت کھوتے جا رہے ہیں, چنانچہ جہاں ایک طرف یہود و نصاریٰ سے قربت اور دوستانہ رشتے ہموار کئے جا رہے ہیں, وہیں مشرکانہ تہذیب و تمدن سے ہمدردانہ سلوک کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے, بالخصوص ہندوستانی پس منظر میں دیکھیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ موجودہ ہندوستانی اکثریتی سماج کی نمائندہ حکمراں جماعت اور اس کے سخت گیر خیالات سے قطعاً بے خبر ہیں, چنانچہ ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ حکمراں جماعت کے معاندانہ رویے سے انہیں کوئی غرض نہیں بلکہ زخم پر نمک پاشی کا کرادر نبھاتے ہوئے کٹر ہندتو وادیوں کے سربراہ اعظم کو قومی اعزازات سے نوازا گیا, جس پر ہندوستانی جانب دار میڈیا بگلیں بجاتے نہیں تھکتا, بلکہ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مودی کی عظمت و رفعت کا اعتراف عرب ممالک بھی کرتے ہیں, حالیہ المناک سانحہ یہ ہے کہ جہاں امارات میں عظیم الشان ہندو مندر کی تعمیر ہندوستانی فرقہ پرستوں کے لئے ہندوانہ تہذیب و ثقافت کی ترویج و اشاعت کے لئے حوصلہ افزائی کا تمغہ ہے, وہیں ہندوستانی مسلمانوں کے لئے مایوس

کن بھی ہے, کیوں کہ ایسے وقت میں جب ہندوستان میں قدیم یادگار مساجد کو مندر میں تبدیل کئے جانی کی مہم تیز ہوتی جا رہی ہے, کسی مسلم ملک میں جدید مندر کی تعمیر ان کے لئے اپنی تہذیب کے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کی طرف بڑھتے قدم سے کم نہیں

قوت فکر و عمل ___ پہلے فنا ہوتی ہے
پھر کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتاہے

...... کیا اسلامی قومیت کے علمبردار ممالک کو دنیا کے مختلف خطوں میں آباد مسلم آبادی سے بالکل بے خبر اور بے فکر رہنا زیب دیتا ہے ؟ کیا عالمی حالات و واقعات اور قوموں کے بدلتے رویے سے چشم پوشی محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے ماننے والے کسی شخص کا مزاج ہو سکتا ہے, ہر گز نہیں, اس امت کی خوبی ہے کہ وہ ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسی جاتی, فراست مومن کا امتیاز ہے , عقل و ہوشمندی اس کی شناخت ہے, جفاکشی و جوانمردی اس کی تاریخ ہے.......

لیکن

ایک طرف گیان واپی مسجد پر یلغار ہے, تو دوسری طرف 900/ کروڑ کی لاگت سے پر شکوہ مندر کی تعمیر, وہیں دلال میڈیا مندر تعمیر پر چٹخارے لے لے کر, ویڈیو اور فوٹو سے فتح کا جشن منا رہا ہے.

ترے دِین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رُہبانی
یہی ہے مرنے والی اُمّتوں کا عالمِ پیری

گرام پنچایت الیکشن

بقلم :- مولانا شیخ محمد خالد اعظمی قاسمی

یوپی میں گرام پنچایت الیکشن کے تمام مراحل مکمل ہوچکے ہیں....
پردھان، مہا پردھان اور بی ڈی سی پد کے امیدواروں کی قسمت ڈبوں میں بند ہوچکی ہے....
تقریباً ہر گاؤں میں کئی کئی امیدوار ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے
ہر ایک نے بساط بھر محنت کی روزہ کی حالت میں اپنے اپنے گاؤں اور علاقے کے ووٹروں سے ملاقاتیں کیں
پیسے خرچ کئے.. جیتنے کیلئے دعائیں کیں اور کروائیں اور دعاؤں کا سلسلہ ابھی بھی جاری ہے نتیجہ آنے تک جاری رہیگا
دو روز کے بعد دو مئی کو نتائج آئیں گے جس کا ہر امیدوار کو شدت سے انتظار ہے
جیت کی شکل میں کسی کی دعا کی قبولیت کا اثر دیکھنے کو ملیگا، اور کسی کو مایوسی ہوگی
لیکن ہارنے والے مایوس نہ ہوں
کیوں کہ دعائیں کبھی فورا قبول ہوتی ہیں اور بندہ کو ہو بہو وہی ملتا ہے جو مانگا گیا ہے اور کبھی وہ نہیں ملتا بلکہ اس کے بدلے میں کوئی مصیبت ٹال دی جاتی ہے اور کبھی دعا محفوظ کرلی جاتی ہے اور آخرت میں اس کا بہترین بدلہ ملتا ہے اس لئے ہارنے والے مایوس نہ ہوں..
اللہ اپنی حکمت اور مصلحت کے اعتبار سے دعاؤں کی قبولیت کا اثر ظاہر کرتے ہیں..

اس لئے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے دعاؤں کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہنا چاہئے
سننے میں آیا ہے کہ الیکشن کے دن بہت سے جانباز سپوٹروں نے اپنے
امیدواروں کیلئے کافی محنت کی یہاں تک کہ بہتوں نے روزہ بھی قربان کردیا..
یہ بہت افسوس ناک بات ہے
کسی کیلئے اللہ کے حکم کو توڑنا بہت گناہ کی بات ہے
اگر کسی نے پہلے ہی ارادہ کرلیا تھا کہ الیکشن کے دن روزہ نہیں رکھنا ہے اور سحری
نہیں کی اور الیکشن کے دن روزہ نہیں رکھا تو اس نے گناہ کیا اس پر ایک روزہ کی
قضا واجب ہے
اور اگر کسی نے الیکشن کے دن روزہ رکھ کر توڑ دیا تو اس نے جرم عظیم کیا اس پر
قضا کیساتھ کفارہ بھی واجب ہے مخلوق کی محبت میں خالق کے حکموں کو توڑنا اور اور
اپنے خالق کو ناراض کرنا بہت بڑا گناہ ہے

لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق

مخلوق کی اطاعت کی وجہ سے خالق کی نافرمانی جائز نہیں ہے.
بہرحال الیکشن لڑنا ہر ایک کا جمہوری حق ہے کوئی بھی قسمت آزمائی کرسکتا ہے
اور اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کرسکتا ہے..
ہر گاؤں میں چاہے جتنے امیدوار رہے رہے ہوں لیکن ان میں کوئی ایک ہی جیتے گا
اور جو جیتے گا وہی سکندر کہلائے گا..
جیت کی خوشی فطری بات ہے اس پر خوشی منانا بھی فطری عمل ہے
لیکن تمام جیتنے والے امیدواروں سے میری درد مندانہ درخواست ہے کہ اس خوشی

کے موقع پر کوئی ایسی حرکت نہ ہو جس سے رمضان المبارک کا تقدس پامال ہو
کوئی ایسا عمل نہ ہو جس سے دوسروں کی دلآزاری ہو
اگر اللہ نے آپ کو جیت دلائی ہے تو سب سے پہلے بارگاہِ خداوندی میں سجدہ شکر بجا لائیں
اس کے بعد خاموشی سے اپنی خوشی کا اظہار بھی کرلیں آج کل لوگ کربناک حالات سے گزر رہے ہیں روزانہ ہر گاؤں سے دو چار اموات کی خبر آرہی ہے لہٰذا اس کا بھی لحاظ کیا جائے..
الیکشن ہونے تک امیدوار ایک دوسرے کے حریف سمجھے جاتے ہیں
لیکن الیکشن ہوگیا نتیجہ سامنے آگیا تو جیتنے والے سب کو اپنا سمجھیں اپنے مقابل کو کبھی نظر انداز نہ کریں...
ہر ایک کے غم اور خوشی میں شریک ہوں...
کیوں کہ سب اپنے ہیں سب گاؤں کے اور علاقے کے لوگ ہیں..
اللہ نے جیت دی ہے تو گاؤں اور علاقے کی تعمیر و ترقی کو مقدم رکھیں اور ہر ایک کے کام آئیں.
آج کے دور میں اتحاد امت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے.
گاؤں کا پردھان گاؤں کا سب سے اہم رکن ہوتا ہے ایک طرح سے وہ گاؤں کا سربراہ ہوتا ہے.. اس لئے اس کے دل میں کسی قسم کا بھید بھاؤ نہیں ہونا چاہئے اپنے ہوں یا غیر دوست ہوں یا پرائے سب کے کام آنا ہی ایک پردھان کا نصب العین ہونا چاہئے.....

ہر ایک کو ساتھ لیکر چلنے کی کوشش ہونی چاہئے..
تاکہ گاؤں علاقے سے اختلاف اور انتشار کی فضا ختم ہو اور گاؤں کا ہر فرد پر امن اور پر سکون رہے..
اور باہمی اخوت و بھائی چارہ کا ماحول پروان چڑھے ... اس تعلق سے گاؤں کے پردھان اہم رول ادا کرسکتے ہیں
الیکشن میں ہارنے والے دل نہ چھوٹا نہ کریں اپنی ہار کو دل پر نہ لیں بس یہ سمجھیں کہ اللہ کو یہی منظور تھا....
یہی کیا کم ہے کہ آپ نے الیکشن لڑا. ہار جیت تو نصیبوں سے ہوتی ہے

شکست و فتح نصیبوں سے ہے امیر ولے
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا........

پردھانی الیکشن کو گانوی سیاست کی بھینٹ چڑھانے کے بجائے اسے گیم کی شکل دینی چاہیے جیسے کرکٹ یا والی وال کے گیم میں کھیلنے والی دو ٹیمیں کھیل تک ایک دوسرے کی حریف ہوتی ہیں لیکن جب کھیل ختم ہوتا ہے اور ایک ٹیم جیتتی ہے دوسری ہارتی ہے تو جیتنے والی ٹیم ہارنے والی ٹیم سے گلے ملتی ہے اور ہاتھ ملاتی ہے.
اسی قسم کا مظاہرہ پردھانی الیکشن کا نتیجہ آنے کے بعد ہونا چاہئے........

ان کا جو کام ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہونچے

تمام جیتنے والے امیدواروں کو پیشگی مبارک باد

شیخ محمد خالد اعظمی ، بسی اقبال پور اعظم گڑھ
29,اپریل بروز جمعرات دس بجے شب

شیر کے کچھار میں

عربی تحریر :-مُسَلَّم عبد العزیز الزامل کویت

اُردو ترجمہ :- مولانا مفتی ولی اللہ مجید قاسمی

ڈاکٹر عبدالرحمن السمیطؒ(مشہور کویتی داعی جن کے ہاتھوں افریقہ میں تقریباً ایک کروڑ دس لاکھ افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔وامق) کہتے ہیں اللہ کی نوازش اور قبولیتِ دُعا کاایک حیرت انگیز واقعہ میرے ساتھ پیش آیا، میں اس واقعے کو جب بھی یاد کرتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور میرے جسم پر لرزہ طاری ہوجاتا ہے اور میرا دل اور زبان اللہ کی حمد وثنا اوراس کے کرم ونوازش کے شکریے سے تر ہوجاتی ہے۔ کہ اس نےمیرے لختِ جگر کو اس وحشی جانور سے محفوظ رکھا جو بھوکا ہونے کی حالت میں رحم کرنا جانتا ہی نہیں۔

افریقہ کے دعوتی اسفار میں میرے بچے ہمیشہ میرے ساتھ رہنے کی ضد کیا کرتے تھے۔ یہ جاننے کے باوجود کہ ان کو ساتھ لے جانااپنے آپ کو پریشانی اور خطرات کے حوالے کرنا ہے،

لیکن میں ان کی ضد کے آگے یہ سوچ کر ہتھیار ڈال دیتا تھا کہ ساتھ رہنے کی وجہ سے ان میں بھی دعوتی جذبہ پیدا ہوگا اور وہ اس راہ کی محنت ومشقت کے خوگر ہوجائیں گے اور میرے بعد اس کام کو اچھی طرح سے سنبھال سکیں گے۔

ایک دن ان کے ساتھ ایک افریقی قبیلے میں جارہا تھا جس کا راستہ ایک جنگل سے

ہوکر گزرتا تھا جہاں کثرت سے خونخوار جانور پائے جاتے ہیں۔ اچانک راستے میں گاڑی خراب ہوگئی،

میرا لڑکا جس کی عمردس سال تھی گاڑی سے اترا اورسڑک پر لگی ہوئی خاردار رکاوٹ کو پار کرکے جنگل میں داخل ہوگیا اور پھر نظر اٹھا کر دیکھا تواس کے سامنے چند میٹر کی دوری پر شیر کھڑا تھا،میرالڑکا خوف اور دہشت کی وجہ سے بالکل بے حس وحرکت اپنی جگہ پر جم گیا،اور جب میری نظر پڑی تو میں بھی سکتے میں آگیا، مگر فوراً ہی مجھے یہ آیت یاد آگئی:

﴿اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَیَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۶۲﴾﴾ [سورۃ النمل:۶۲]

"بھلا کون ہے کہ جب کوئی بے کس پکارتا ہے تو وہ اس کی فریاد کو سنتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین پر گزشتہ لوگوں کی جگہ آباد کرتا ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ مگر تم بہت کم دھیان دیتے ہو۔"

اور پھرمیں نے پروردگار کے حضور رونا اور گڑگڑانا شروع کردیا کہ وہ میرے نورِ چشم کو شیر سے بچالے اور اس بھنور سے ہمیں نجات دے، اور دعا کرنے کے بعد ایک اضطراری کیفیت کے ساتھ میں بھی شیر کے کچھار میں داخل ہوگیا اور اپنے بچے کے ہاتھ کو پکڑ کر آرام سے چلتے ہوئے وہاں سے باہر آگیا، اور اللہ کی مدد، حفاظت اور عنایت کے سائے میں ہم لوگ اس درندے سے بچ کر آگئے، ایسا لگ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے اور اس کے درمیان کوئی رکاوٹ کھڑی کردی گئی ہو۔

اس واقعے سے میرے اس یقین میں مزید پختگی اور قوت آگئی کہ پروردگار بے کس وبے نوا کی فریاد کو ضرور سنتے ہیں اور وہ بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، اور انہوں نے خود فرمایا ہے کہ

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [سورۃ غافر:٦٠]

"اور تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھے پکارو میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔"

سوال یہ ہے کہ وہ کون سی ذات تھی جس نے بچے پر سکینت واطمینان کی کیفیت طاری کی اور وہ بہادری کے ساتھ شیر کے سامنے ڈٹا رہا، اور وہ کون سی ہستی تھی جس نے شیر کے دل میں رحم کا جذبہ پیدا کردیا اس لیے وہ نہ تو بچے پر حملہ آور ہوا اور نہ اس کے باپ پر؟ وہ وہی ہے جو زمین وآسمان کا مالک ہے اور اس کے ہاتھ میں ہر ایک کا دل ہے اور جب وہ کہتا ہے: «کُن» (ہوجا)، تو ہوجاتا ہے۔

خودکشی کے محرکات اور اسباب

بقلم :- مفتی عبید اللہ شمیم قاسمی

زندگی اللہ رب العزت کی جانب سے عطا کردہ ایک بیش قیمتی عطیہ ہے، پیدائش سے لے کر موت تک جتنے بھی احوال انسان کو پیش آتے ہیں ان حالات میں کس طرح زندگی گزاری جائے اس کا طریقہ بھی اللہ رب العزت نے ہمیں بتلا دیا ہے۔ جب سے انسان اس دنیا میں آیا اسی وقت سے زندگی کو برتنے اور اس دوران پیش آمدہ خوشی وغم ، آسانی وتنگی اور وہ تمام امور جس سے ایک انسان کا سابقہ پڑتا ہے اس موقع پر کس طرح زندگی گزاری جائے یہ تمام چیزیں اللہ تعالی نے نبیوں کے ذریعہ سکھلادیا۔ آخر میں ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور آپ نے زندگی برتنے کا طریقہ سکھلایا، اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوةٌ حسنةٌ﴾ اللہ کے رسول کی زندگی تمہارے لیے بہترین اسوہ اور نمونہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں خوشی و غمی، عسر ویسر میں کس طرح زندگی گزاری جائے عملی نمونہ کرکے دکھلا دیا۔

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی زندگی خوشگوار گزرے،

خوشگوار زندگی کے رہنما اصول کیا ہیں جنہیں اپنا کر ایک شخص اس دنیا میں بھی اچھی زندگی گزارے اور مرنے کے بعد بھی اسے کامیابی سے ہم کنار ہونا پڑے،

بہت سے مصنفین نے اس موضوع پر قرآن وحدیث کی روشنی میں خامہ فرسائی کی ہے۔ ان کتابوں کے مطالعے سے ہمیں بہترین رہنمائی ملے گی۔

اگر ہم دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے فرمان کے مطابق زندگی گزاریں گے تو دنیا میں بھی سرخرو ہوں گے اور آخرت میں بھی کامیابی ہمارا مقدر ہوگی۔

انسانی زندگی کا خاصہ ہے کبھی اس کو خوشی محسوس ہوتی ہے تو کبھی غموں سے اس کا سامنا ہوتا ہے، اسی طرح انسان کو کبھی مالداری کا سامنا ہوتا ہے تو کبھی فقر وفاقہ اور تنگ دستی سے سابقہ پڑتا ہے، ایک کامیاب انسان وہی ہے جو ان تمام حالات میں قصد ومیانہ روی اختیار کرے، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس جانب اشارہ فرمایا: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "ثَلَاثٌ مُنجِيَاتٌ، وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ. فَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ: فَتَقْوَى اللَّهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسُّخْطِ، وَالْقَصْدُ فِي الْغِنَى وَالْفَقْرِ. وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ: فَهَوًى مُتَّبَع، وَشُحٌّ مُطَاعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ، وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ".

شعب الإيمان للبيهقي (6965).

تین چیزیں نجات دینے والی ہیں ان میں سے ایک مالداری اور فقر کے زمانے میں میانہ روی ہے۔

اسی طرح انسان کبھی مصیبت کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتا ھے اور احکامات خداوندی کو بھلا کر واویلا کرنے لگتا ہے حالانکہ صبر کرنے پر بہت سی بشارتوں سے نوازا گیا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (155)

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ [البقرة: 155، 156] اورخوش خبری دے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب پہنچےان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کرجانے والے ہیں (ترجمہ شیخ الہند)۔

اور حدیث شریف میں فرمایا گیا: "إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأُولَى"

صحيح البخاري (1283)، وصحيح مسلم (926).

لیکن انسان جب حالات سے مایوس ہوجاتا ہے اور بظاہر ان حالات سے خلاصی کی کوئی راہ نہیں پاتا تو ایسے وقت میں انتہائی قدم اٹھاتے ہوئے موت کو گلے لگا لیتا ہے اور خود کشی کرلیتا ہے، حالانکہ ایسا کرنا بہت بڑا گناہ ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾

[البقرة: 195]

اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں۔

حدیث شریف میں خود کشی کرنےوالےکے بارے میں سخت وعید آئی ہے، صحیحین کی روایت ہے: «مَنْ حَلَفَ عَلَى مِلَّةٍ غَيْرِ الإِسْلاَمِ فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَلَيْسَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَذْرٌ فِيمَا لاَ يَمْلِكُ، *وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ القِيَامَةِ*، وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ»

صحيح البخاري (6047) صحيح مسلم (110)۔

اس روایت کا ایک ٹکڑا یہ بھی ہے، جو شخص بھی دنیا میں اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کرلے تو قیامت کے دن اس کے ذریعہ عذاب دیا جائے گا۔
خود سے قتل کرنے کے ضمن میں اپنے کو آگ کے حوالہ کردینا، گولی مارلینا اور ندی یا کنویں میں چھلانگ لگا کر جان دیدینا یہ سب شامل ہے۔
خود کشی کے کیا اسباب اور محرکات ہوتے ہیں اس مضمون میں اس پر کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔
خود کشی کے پیچھے کئی محرکات کار فرما ہوتے ہیں لیکن ہم میں سے اکثر لوگ اسے بزدلی، نفسیاتی بیماری، پاگل پن کا نام دے کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور اپنا دامن بچالیتے ہیں۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حادثہ ایک دم نہیں ہوتا، ہر خود کشی کے پیچھے کوئی قاتل ضرور ہوتا ہے۔ وہ قاتل ہم میں سے ہی کوئی ہوتا ہے کبھی انسان کے دوست کی شکل میں، تو کبھی دشمن کی شکل میں تو کبھی سماج کے روپ میں۔ کبھی رشتے دار بن کر تو کبھی ماں باپ یا دوست بن کر۔ ہم اپنے رویے اپنے عمل سے کسی نہ کسی کو اس حد تک لے جاتے ہیں اور خود کشی پر اکساتے ہیں۔ بعد ازاں اسی شخص کو بزدلی کے طعنے دے کر خود کو مطمئن کرلیتے ہیں۔
ہر سال دنیا بھر میں لگ بھگ 8 سے 10 لاکھ افراد خودکشی کرکے اپنی زندگی داؤ پر لگا دیتے ہیں، ہر چالیس سیکنڈ میں ایک زندگی خودکشی کی نذر ہوجاتی ہے۔ اس وقت تو اس عالمی بیماری کی وجہ سے غربت میں جتنی تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا ہے یہ تعداد اور بھی بڑھ گئی ہے۔
ہمارے اپنے ملک میں ہر چار منٹ میں ایک اور ہر روز 381 خودکشیاں ہوتی ہیں،

ایک رپورٹ کے مطابق 2019 میں تقریباً ایک لاکھ 40 ہزار افراد نے مختلف اسباب کی بنا پر خودکشی کی، گویا ہر روز اوسطاً 381 افراد نے اور ہر چار منٹ پر ایک شخص نے اپنی زندگی ختم کرلی۔ یہ تو دو سال قبل کی رپورٹ ہے، گذشتہ سال کورونا وائرس کی وجہ سے اور پھر اچانک لاک ڈاون کی وجہ سے جو مالی دشواریاں پیش آئی ہیں اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کتنے لوگوں نے اپنی قیمتی جانوں کو خود اپنے ہاتھوں ضائع کردیا۔

ہر سال 10 ستمبر کو خودکشی سے بچاؤ کا عالمی دن منایا جاتا ہے جس میں خودکشی کے اسباب اور محرکات پر غور و فکر کی ترغیب دینے کے لیے سیمینارز اور ورکشاپس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

خودکشی سے بچاؤ کے لیے اس کے محرکات کا علم ہونا بے حد ضروری ہے کہ آخر وہ کونسی شے ہے جو انسان کو اس قدر مایوسی کی جانب دھکیل دیتی ہے کہ انسان خود ہی اپنی زندگی ختم کرنے کے درپے ہوجاتا ہے۔

طبّی ماہرین کے مطابق خودکشی کے کئی اسباب ہیں۔ ان میں غربت، بیروزگاری، مایوسی، افسردگی، غصہ، افراتفری، پولیس تشدد، اعتماد کی کمی اور امتحان میں کم نمبر آنا اور ایک انسان جس محبت کا مستحق ہے اسے نہ مل پانا یہ سب اسباب شامل ہیں، اسی طرح بیجا سختی اور سکون کا حاصل نہ ہونا۔ تاہم خودکشی کے بنیادی اسباب دو ہیں، مالی مسائل اور خاندانی مسائل۔ آئے روز اخبار میں اس قسم کی خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ فلاں شخص نے بے روز گاری سے تنگ آکر خود کشی کرلی یا فلاں لڑکی نے اپنی نس کاٹ کر خود کشی کرلی۔

لیکن اس وقت مالی مسائل کے ساتھ ساتھ معاشرے میں جہیز جیسی رسم بد نے بہت سی لڑکیوں کوخودکشی پر مجبور کردیا ہے، سسرال والوں کی جانب سے جب برابر جہیز کا مطالبہ ہوتاہےاور غریب والدین اس مطالبے کو پورا نہیں کرپاتے تو لڑکی کو مسلسل طعنے سننے پڑتے ہیں بالآخر وہ تنگ ہوکر خود کشی کرلیتی ہے، حالیہ واقعہ جس میں عائشہ نامی احمد آباد کی لڑکی نے خود کشی کی ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ کوئی بھی شخص ایک دم ہی اتنا بڑا قدم نہیں اٹھاتا کہ وہ ایک ہی جست میں خود کو ختم کرلے بلکہ وہ آہستہ آہستہ اس جانب بڑھتا ہے باقاعدہ سوچ کر پلان کرکے اس فعل کو انجام دیتا ہے۔

ماہرین نفسیات اس بات کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ ہر نفسیاتی بیماری کی طرح خود کشی کی جانب مائل ہونے والے شخص میں چند علامتیں ظاہر ہونا شروع ہوجاتی ہیں جن میں ابتدائی علامات زندگی کے بارے میں اس کے رویے میں تبدیلی کی صورت میں نظر آتی ہیں۔ایسا شخص یا تو ضرورت سے زیادہ پُرجوش نظر آنے لگتا ہے یا پھر خطرناک حد تک مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ماہرین نفسیات کے مطابق اگر کسی شخص میں خودکشی کی انتہائی علامات موجود ہیں اور وہ کہہ رہا ہے کہ وہ ذہنی دباؤ کا شکارہے یا اسے اپنی زندگی کافائدہ نظرنہیں آتا تو اِن باتوں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ایسے شخص سے گفتگو کرکے اس کے اندر موجود بھڑاس، غم و غصے کو نکلنے کا موقع دینا چاہیے۔ ایسے وقت میں اس شخص کو کسی سامع کی ضرورت ہے جو فقط اسے سنےاور تب تک سنتا رہےجب تک وہ اپنےاندر کی ساری بھڑاس نکال نہ لے۔

اگر ہمارے پاس وقت ہے اور اللہ نے فراغت میسر کی ہے تو وہ وقت دوسروں پر

نکتہ چینی کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ اگر ہمیں خود کوئی اپنے مسائل سے آگاہ کرے اور مشورہ طلب کرتا ہے تو ہماری نصیحتوں اور فتووں کی پٹاری کھل جاتی ہے۔ ہم ہر مشورے کے ساتھ اس شخص کو اس بات کا احساس دلانا نہیں بھولتے کہ تم ایک ناکارہ شخص ہو، تم نے اپنی زندگی میں کچھ نہیں کیا اور کوشش کروگے بھی تو کام یاب نہیں ہوگے کیوں کہ تمہارے پاس نہ مجھ جیسی دانشوری ہے نہ ہی تجربہ۔ ان حالات میں وہ شخص مشورے کے بجائے مرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ آج المیہ یہ ہے کہ ہم ناصح تو بن گئے لیکن ہمدرد نہ بن سکے۔ غور کیجیے کہیں آپ، میں یا ہم میں سے کوئی تو نہیں جو ان خود کشی کرنے والوں کو اس نہج تک لانے کا سبب بنا ہو۔ ہمیں چاہیے کہ اگر ہم اپنے ارد گرد کسی ایسے شخص کو دیکھیں جو کسی بھی سبب زندگی سے مایوس اور ناامید نظر آتا ہو تو اس سے گفتگو کریں، اسے سنیں اس کے مسائل کو ممکنہ حل پیش کریں۔ اگر مالی تعاون ممکن ہو تو وہ بھی کریں، نہیں تو کم از کم ایک سامع کا کردار ادا کرکے اسے اس راہ کا مسافر نہ بننے دیں جس میں فقط اس کے لیے خسارہ ہے۔ اگر آپ میں سے بھی کوئی ایسے مسائل سے گزر رہا ہے جس کا حل آپ کو سمجھ نہیں آتا۔ پریشانی ہے، ڈپریشن ہے تو کسی سے بات کریں۔ کوئی نہیں ہے تو بھی گھبرائیں نہیں وہ خالق کائنات ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے اس سے گفتگو کریں، اسے اپنے تمام مسائل کہہ دیں اور پھر تمام معاملات اس پر چھوڑ دیں وہ مسبب الاسباب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صبر کو ذہنی تناؤ کے حل کے طور پر پیش کیا ہے۔

پریشانیوں کا حل :- اگر آپ پریشان ہیں یا ذہنی تناؤ کا شکار ہیں تو ان چند چیزوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں:

(1) تلاوت قرآن (2) صوم وصلاۃ کی پابندی (3) چہل قدمی یا ورزش

(4) کچھ وقت گھر والوں کے ساتھ لازمی گزاریں اور 5۔ مثبت سوچ۔

ان چیزوں پر عمل کرکے کسی بھی قسم کے ڈپریشن سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

یاد رکھیے خود کشی کرنا شاید آسان حل لگتا ہو لیکن یہ کسی بھی مسئلے کا حل ہرگز نہیں ہے۔ یہ کئی دیگر مسائل کی ابتدا ہے لہذا اپنی زندگی کی قدر کیجیے، اپنے سے جڑے رشتوں کی قدر کیجیے۔ اپنے ذہن کو منفی سوچوں کی آماجگاہ نہیں بننے دیجیے کسی بھی پریشانی کا آغاز منفی سوچ سے ہی ہوتا ہے اور اگر آپ والدین ہیں تو اپنی اولاد کی ضروریات کو سمجھیے، ان سے گفتگو کیجیے ، ان کے مسائل سنیے، انہیں وقت دیجیے ۔ انہیں اپنے فیصلوں میں ایک حد تک آزادی دیجیے تاکہ وہ گھٹن محسوس نہ کریں۔

اسی طرح مثبت رویہ اپناکر ہم بہت سارے مسائل سے نجات پاسکتے ہیں۔

آج کے اس مادی دور میں ہر انسان کو سکون کی تلاش ہے اور اللہ تعالی نے سکون اپنے ذکر میں رکھا ہے اللہ کے ذکر دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے، اسی طرح احادیث میں مختلف اوقات کی جو دعائیں منقول ہیں اور غم اور پریشانی کے اوقات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن دعاوں کی تلقین کی ہے۔ ہمیں ان پر پابندی سے عمل کرنا چاہیے۔

اللہ تعالی ہمیں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خدا را مسجدوں کا تقدس پامال ہونے سے بچائیں

بقلم :- مولانا محمد طہ قاسمی جون پوری

وطن عزیز میں اس وقت ایک طبقہ، یہ رائے پیش کررہا ہے، کہ *مساجد کو کووڈ سینٹر یا آئسولیشن وارڈ کے لیے عارضی طور پر تبدیل کردیا جائے*۔ اگرچہ اس طبقے کی مساجد سے مراد، حرم مسجد کے علاوہ خارج مسجد کا حصہ ہی ہے، پھر بھی یہ بات مسجدوں کے تقدس کو پامال کرنے والی ہے اور *ہندستان* جیسے ملک میں اس کے مزید برے اثرات پیداہوں گے۔

اس وقت جب کہ *کورونا* نامی (کسبی یا وہبی) بیماری کا تقریبا ایک سال سے زائد کا عرصہ گذرچکا ہے، اور لاک ڈاؤن کے ایام میں، ایک لمبی مدت تک مساجد بند رہیں، امت اپنے اجتماعی کاموں دور سے رہی، ایسے میں تو اس بات کی مزید ضرورت تھی، کہ مساجد کی حرمت و تقدس پر اور گفتگو کی جاتی، لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت بڑھائی جاتی،قرآن و احادیث میں کیا کیا فضیلتیں آئی ہیں ، ان کو بتایا جاتا، کیوں کہ اس جگہ سے امت مسلمہ کا بڑا مضبوط اور مستحکم تعلق ہے، لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹا نظر آرہا ہے، کیوں کہ ان مسجدوں کو سیدھے سیدھے *کووڈ سینٹر یا آئسولیشن وارڈ* بنانے کی اپیلیں کی جانے لگیں۔ اپیل کنندگان، کی نیت پر شک کرنا، درست نہیں، کیوں کہ نیت کاحال تو اللہ کو معلوم ہے،اور اس میں بھی کوئی شک نہیں، کہ ممکن ہے، وہ اپنی نیتوں میں، سب سےزیادہ مخلص ہوں، لیکن یہ

اپیل امت اور خاص طور سے ہندستانیوں کے حق میں حد درجہ نقصان دہ ہے، کیوں کہ اس عمل سے، مساجد کا تقدس پامال ہوگا، اس کی حرمت مجروح ہوگی، اور مساجد میں عبادت کے لیے، ایک ایمان والا، جس اہتمام سے جاتا تھا، اس کے اہتمام میں بلا شبہ کمی آئے گی۔

دیگر سوالات تو برطرف، کہ اگر بن گئی، تو اس کے بعد کیا کرنا ہوگا؟ ڈاکٹر کہاں سے آئیں گے؟ آکسیجن کا انتظام کون کرے گا؟وغیرہ وغیرہ

فی الحال، اگر کووڈ سینٹر بنانے یا آئسولیشن وارڈ بنانے کی ہی اپیل کرنا ہے، تو مسلم مینجمنٹ کے پرائمری، سیکنڈری اسکول، کالج، شادی ہال، گیسٹ ہاؤس وغیرہ کو استعمال میں لانے کی اپیل کی جائے۔ اور ان سب سے بڑھ کر، خود ہر شہر میں ،میونسپل کے اسکولز ہوتے ہیں، سرکاری بلڈنگیں، اور حکومتی اہلکاروں کے بڑے بڑے بنگلے ہوتے ہیں، جہاں پہلے سے ہی، بہت ساری سہولیات اور کشادگی ہوتی ہے، اس لیے ان کو استعمال کرنے کی اپیل کرناچاہیے۔ کیوں کہ یہ بات یقین کی حد تک طے ہے، کہ اگر ان جگہوں کا صحیح استعمال ہوجائے، تو بہت آسانی سے، بیماروں کو ٹھہرایا جاسکتا ہے اور ہر ممکن علاج کیا جاسکتا ہے۔

ہاں اگر مساجد کے استعمال کی بات ہے، تو مساجد کو مزید آباد کرنے کے لیے کچھ دیگر طریقے ممکن ہیں۔ مثلا: مسجد کا وہ خارجی حصہ، جہاں سالہا سال کوئی ضرورت نہیں پڑتی، وہاں لائبریری کا قیام کردیا جائے اور اس میں ضروری دینی و عصری کتابیں رکھ دی جائیں، تاکہ نوجوان حصول علم کے لیے بھی آئے اور وقت پر نماز بھی ادا کرسکے.

اسی طریقے سے بعض حصے میں *مشاورتی سینٹر* قائم کردیا جائے، اور مختلف ماہرین فن کو اس میں رکھا جائے، تاکہ وہ حسب ضرورت، موضوع کے مطابق رہنمائی کرسکیں۔ چناں چہ ممبئی کی بعض یکا دکا مساجد میں اس طرح کا نظام بلا تفریق مذہب و ملت شروع ہوا ہے۔ جس میں دعوتی پہلو کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے.

اس کے علاوہ اور بھی شکلیں ہیں، جس میں مساجد کو استعمال کیا جاسکتا ہے، لیکن مساجد کو کووڈ سینٹر بنانے یا آئسولیشن وارڈ بنانے کی اپیل صحیح معنوں میں مناسب نہیں۔ اس لیے مساجد کو ،اس کام میں استعمال سے روکنے چاہیے اور دیگر جگہوں کو استعمال کی اپیل کرنا چاہیے.

اللہ تعالٰی ہم سب کو مساجد کا احترام کرنے والا بنائے. اور کسی بھی قسم کی تفریق سے امت کی حفاظت فرمائے...... آمین ثم آمین یا رب العالمین

اندھیرے کنوئیں میں علم کا آفتاب

بقلم :- مولانا پھول حسن بیگوسرائے

امام محمد شیبانیؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں انہوں نے انٹرنیشنل لاء (قانون بین الممالک) کے موضوع پر ایک کتاب السیر الصغیر لکھی

امام اوزاعیؒ جو دمشق کے فقیہ تھے انہوں نے طنزا کہا کہ

عراق والوں کو اس موضوع پر لکھنے کی جرات کیسے ہوئی جبکہ وہ علم حدیث سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتے

اس پر امام محمد شیبانیؒ نے کتاب السیر الکبیر کے نام سے ایک جامع تر کتاب لکھی جسکی شرح امام سرخسیؒ (جو پانچویں صدی ہجری کے مشہور حنفی فقیہ گزرے ہیں) لکھی۔

اس شرح کی تالیف کی داستان بڑی عبرتناک ہے

امام سرخسیؒ اپنے زمانے کے حق گو اور بےباک فقیہ تھے موجودہ حکومت کے ظالمانہ ٹیکس کے خلاف آپ نے فتوٰی دیا جسکی پاداش میں آپ کو اندھیرے کنوئیں میں ڈال دیا گیا ۔

جس میں آپ چودہ سال رہے لیکن اس زمانے میں آپ نے وہ حیرتناک کارنامے انجام دیئے جن سے دنیا حیران ہے

المبسوط جو تیس جلدوں میں ہے کنوئیں کے اندر سے املاء کروائی

شرح السیر الکبیر چار جلدوں کی ضخیم کتاب ہے یہ بھی یہیں سے املاء کروائی گئی اس طرح کئی کتابیں اسی قید کے زمانے کی تالیف ہیں ۔

ہوتا یہ تھا کہ طلباء کنوئیں کی منڈیر پر آکر بیٹھتے آپؒ اندر سے جو کچھ ارشاد فرماتے وہ املاء کر لیا کرتے تھے ۔

اللہ اکبر!

کیا آدمی تھے! اور کتنا کچھ کرگئے وہ بھی بغیر کسی کتاب کے

ایک ہم ہیں کہ انا کے لباس میں خیالات پر سوار جئے جا رہے ہیں ۔

بے فالتو، بے فضول

بقلم :- مولانا محبوب عالم قاسمی

بعض تعلیم یافتہ ودانشور طبقہ خصوصا اردو زبان وادب سے کورے یا ادھورے، نا واقف یا کم واقف، احباب اپنی گفتگو میں پورے جاہ وجلال، رعب وداب، طمطراق کے ساتھ مخاطب کو سائلنٹ کرنے کے لیے کہتے ہیں " **چپ رہو بے فالتو بولتے ہو** "

بعض والدان گرامی قدر اپنے عزیز از جان پسران کی بے راہ روی پر جب بھڑکتے گرجتے ہوے تہدید وتوبیخ کے لسانی شعلہ فشانی، وزبانی بمباری، وآتش گفتاری کی سرحد عرفی سے تجاوز نہیں کرتے ہیں توبہت لینت وپیار سے صرف اس مشہور ومعروف جملہ پر اکتفا کرکے حق تربیت کا فریضہ ادا کرتے ہیں "**بے فضول کام مت کیا کرو** "

ادباء اردو ادب ابھی تک " **فالتو و فضول** " کے ساتھ "**بے** " کے ربط وتعلق کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے ہیں مستقبل میں اگر محبان اردو نے اس اھم موضوع پر توجہ دیا اور کوئ کانفرنس کرکے تجویز پاس کیا اور پرنٹ و سوشل میڈیا کے ذریعہ یہ اعلان کرایا گیا کہ اب " **فالتو و فضول** " کے ساتھ اگر کسی خواندہ یا نیم خواندہ اردو داں نے قصدا یا سھوا، اپنی گفتگو میں "**بے** " کا استعمال کیا تواسکے خلاف زبردست ایکشن لیاجاے گا

محبان اردو اگر ایسا کردیں تو اردو ادب کی تعمیر وترقی کا ناقابل فراموش کارنامہ ہوگا

(مولانا) محبوب عالم قاسمی

۱۴/رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ

آہ : اے فلسطینی مسلمان

بقلم :- مولانا عبدالماجد بھیروی

عالمی سطح پر اِس وقت امّتِ مسلمہ جن حالات سے دوچار ہے وہ بہت حد تک انہیں حالات کے مشابہ ہے جو خلافتِ عثمانیہ کے آخری دور میں پائے جاتے تھے
آج امت سخت انتشار اور انتہائی کمزوری کا شکار ہے ہر چہار جانب سے اعدائے اسلام سازشوں کا جال بُن رہے ہیں ایسی حالت میں امت کو عالمی و مرکزی و سطحی مسائل سے غفلت امت کو مزید ہلاکت و مغلوبیت کے انجام تک پہنچانے والی ہے انہیں مسائل میں سے **مسئلہ فلسطین** بھی ہے
دنیا میں جہاں جس شکل میں فساد موجود ہے اس کا تانا بانا اسی مسئلے سے جا ملتا ہے اسلیے کہ ہر فساد کے پسِ پردہ صہیونی دماغ کارفرما ہے جن کی شیطنیت و خباثت سے دنیا کا کوئی بھی شریف انسان محفوظ نہیں ہے
اپنی ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کو جواز و استحکام بخشنے اور مظلوم فلسطینیوں کو ان کے جائز حق سے محروم کرنے کیلیے انھوں نے ہر طرح کے جتن کیے عالمی طاقتوں کو یرغمال بناکر جو کچھ کرنا چاہا کرلیا اور کررہے ہیں **بیت المقدس** کو پامال کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور کررہے ہیں فلسطین میں اپنا حق ثابت کرنے کیلیے تاریخ کو مسخ کیا آثاروعلامات کو مٹادیا طاقت کا سفاکیت کے ساتھ استعمال کیا ملکی و بین الاقوامی قوانین کو پامال کیا اخلاقی و انسانی حدوں کو پار کیا اپنے مقصد کے حصول کیلیے دولت و وجاہت کا سہارا لیا حالانکہ دلائل و شواہد یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ غاصب ہیں

ظالم ہیں ان کا فلسطین میں کوئی حق نہیں ہے ایک نہ ایک دن ان کو اس مقدس سرزمین سے نکلنا ہوگا

سنہ 1948 کی وہ 15 مئی کہ جب انبیاؑ علیہم السلام کی مقدس سرزمین پر دنیا بھر سے لاکر بسائے جانے والے صہیونیوں نے عالمی استعماری قوتوں برطانیہ و امریکہ کی پشت پناہی میں اپنا ناجائز و غاصبانہ تسلط قائم کرلیا اور سرزمینِ فلسطین پر منحوس اسرائیل نامی ریاست کا وجود عمل میں لایا گیا

جس کے نتیجے میں براہِ راست صہیونی دہشت گرد تنظیموں نے فلسطینی مسلمانوں کا قتلِ عام کیا ان کی عزتوں کو تاراج کیا ان کے گھروں کو مسمار کیا اور ساتھ ساتھ فلسطینی مسلمانوں کو فلسطین سے باہر بھی کردیا ایک دن میں آٹھ لاکھ سے زاید مظلوم فلسطینی عوام اپنے ہی وطن و اپنے ہی گھر سے محروم کردیئے گئے اور پڑوس کی ریاستوں لبنان ، شام ، اردن ، ترکی اور مصر میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہوئے قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ ایک انسان کو اس کے ہی گھر سے بےگھر کردیا جائے۔ تو اس پر کیا کچھ گزرے گی آپ خود اندازہ لگاسکتے ہیں

یہی حال فلسطینی عوام پر بھی ہوا امریکہ و برطانیہ کی پشت پناہی میں اسرائیل نامی ناجائز ریاست قائم کرکے ان کو بےگھر کردیا گیا اور دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوئے دراں حالیکہ ان میں سے بیشتر کو ہجرت کرکے پڑوس ملکوں میں خیمے والی زندگی گزارنی پڑی اور آج بھی گزار رہے ہیں

موجودہ حالات کہ جس میں دنیا کورونا وائرس کی وجہ سے لاک ڈاؤن کا شکار ہے اور دنیا کے بہت سے ممالک اس عالمی وباِ کے مقابلے میں بےبس نظر آرہے ہیں

ایسے حالات میں نوجوان نسل کے سامنے یہ حقائق ضرور بیان کیے جائیں کہ انبیاؑ علیہم السلام کی مقدس سرزمین فلسطین پر سنہ 1948ء میں ایک ایسے وائرس نے حملہ کیا تھا کہ جس کو اسرائیل کہا جاتا ہے

اسرائیل سنہ 1948 کا ایک ایسا وائرس ہے کہ جس نے گذشتہ 73 سالوں میں فلسطینیوں پر بےپناہ مظالم کی داستان رقم کی ہے جس کی وجہ سے آج ہزاروں فلسطینی قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کررہے ہیں لاکھوں کی تعداد میں اپنے گھروں سے بےگھر ہوچکے ہیں اپنی زمینوں اپنے مکانوں اور اپنی جائداد سے محروم ہوچکے ہیں

کہاں ہے عالمی برادری تنظیمیں ؟ کہاں ہے اقوامِ متحدہ ؟

وقتاً فوقتاً یہ خبریں موصول ہوتی رہتی ہیں کہ اسرائیلی بمباری میں اتنے فلسطینی شہید ہوگئے۔ صہیونی افواج کا مسجدِ اقصیٰ پر دھاوا ۔ کبھی پُرامن مسلمانوں کو نماز ادا کرنے سے روکنا وغیرہ وغیرہ اکثر اس طرح کی خبریں اخبار و سوشل میڈیا کے ذریعہ معلوم ہوتی رہتی ہیں ابھی گزشتہ 5 جولائی کو یہ خبر آئی کہ ناجائز اسرائیل کی صہیونی افواج نے مقبوضہ فلسطین کے محصور علاقے پر بمباری کی ہے اور غزہ کے جبالیا علاقے میں واقع مقامات پر کی گئی ہے اس بزدلانہ اور دہشت گردانہ حملے میں فلسطینی اراضی اور مکانات کو نقصان پہنچنے کی خبریں ہیں البتہ کسی جانی و مالی نقصان کی ہنوز کوئی تصدیق نہیں کی گئی ہے

غزہ کی پٹی مسلسل 13 سال سے اسرائیلی صہیونی وائرس کے باعث لاک ڈاؤن کا شکارہے جہاں بیس لاکھ سے زاید انسانی جانیں موت کی آغوش کے قریب جا پہنچی ہے

اسرائیل دہشت گردی کا سرچشمہ اور امریکہ غنڈہ گردی کا علمبردار ہے یہ صہیونی

طاقتیں عالمِ اسلام پر یکے بعد دیگرے حملے کررہی ہیں
موجودہ حالات میں جبکہ فلسطین سمیت دنیا بھر کو عالمی وبا کا سامنا ہے وہاں فلسطین کو اس وباء کے ساتھ ساتھ سنہ 48 میں لگنے والی خطرناک صہیونی وبا کا بھی سامنا ہے ایسے حالات میں امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کی جانب سے **مسئلہ فلسطین** کو ناپید کرنے اور فلسطین پر صہیونیوں کی غاصب ریاست اسرائیل کی مکمل اجارہ داری قائم کرنے کی بھی کوشش جاری ہے اور اس عنوان سے امریکی صدر نے **صدی کی ڈیل** نامی منصوبہ بھی جاری کیا جس کے تحت پہلے امریکہ نے امریکی سفارتخانہ کو تل ابیت سے نکال کر یروشلم یعنی القدس شہر میں منتقل کیا اور دنیا کو یہ تاثر دیا کہ القدس غاصب صہیونی ریاست اسرائیل کا دارالحکومت ہے تاہم دنیا کے بیشتر ممالک نے امریکی فیصلے اور اس اعلان کو یکسر مسترد کردیا ہے اور یہ ثابت کیا کہ القدس فلسطین کا تاریخی و ثقافتی ہر اعتبار سے فلسطین کا دارالحکومت تھا اور ہے اور رہےگا لہٰذا امریکی صدر کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ فلسطین کے متعلق القدس کے علاقے کی شناخت کو اسرائیل کی حمایت میں تبدیل کردے اور پوری دنیا خاموشی سے اس کو مان لے ۔ ان تمام حوادث کے باوجود امریکی صدر کی جانب سے صدی کی ڈیل نامی منصوبے کے تحت فلسطین پر دباؤ جاری ہے کہ وہ فلسطین کا سودا کردے لیکن فلسطین کے تمام سیاسی سماجی و مذھبی عناصر نے متحدہ و مشترکہ فیصلہ سناتے ہوگئے امریکی صدر کی جانب سے پیش کی جانے والی صدی کی ڈیل کو مسترد کردیا ہے اور اس کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے
الحاصل یہ ہے کہ فلسطینی عوام پر سنہ 48 کے بعد سے ہردن گراں بن کر گزررہا ہے

اور فلسطین کو جہاں دنیا کے دیگر مسائل اور مشکلات کا سامنا ہے وہاں سب سے بڑا مسئلہ فلسطین کی مقدس سرزمین پر باہر سے آکر بس جانے والے صہیونیوں کی جعلی ریاست اسرائیل کا مسئلہ ہے جس سے آج بھی فلسطینی قوم نبردآزما ہے آئے دن بےگناہوں کا قتلِ عام ہوتا ہے خواتین کو سرِ عام گولیاں ماردی جاتی ہیں پُرامن مسلمانوں کو **مسجدِ اقصیٰ** میں نماز ادا کرنے سے روک دیا جاتا ہے غریب مسلمان جو اپنے آباء و اجداد کے وقت سے فلسطین میں رہ رہے ہیں اور جن کی کئی نسلیں سرزمینِ فلسطین میں مدفون ہیں ان کے گھروں کو مسمار کیا جاتا ہے ان کو بےگھر و بےآسرا کھلے آسمان تلے ہجرت کرنے یا خیموں تک محدود کردیا جاتا ہے اور جو کوئی اپنی مظلومیت پر آواز اٹھاتا ہے تو اسے دہشت گرد یا انتہا پسند کا ٹھپہ لگا کر سلاخوں کے پیچھے بھیج دیا جاتا ہے حتیٰ کہ ان کے معصوم بچوں کو بھی ماردیا جاتا ہے یا پھر گرفتار کرلیا جاتا ہے باپ اپنے بیٹے سے ماں اپنی بیٹی سے بھائی اپنے بھائی سے بہن اپنی بہن سے جدا ہورہی ہے

آہ اے فلسطینی مسلماں تیرا ساتھ دینے والا کوئی نہیں عرب حکمراں اپنے عیش و عشرت کی زندگی میں ڈوبے ہوئے ہیں پھر ھی تو صہیونیوں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر مقابلہ کررہا ہے سلام ہے تیرے جزبے تیرے حوصلے اور تیری جوانمردی پر،ان مظلو موں کی داستاں کیسے کیااور کہاں تک لکھی جائے؟ لکھنے کو تو جگر چاہیئے۔ان مظلوموں کی داستاں لکھتے لکھتے دل تو چھلنی ہوگیا ہے ،عموماً ہر تحریر روشنائی سے لکھی جاتی ہے لیکن مذکورہ بالا چند سطریں تو خونِ جگر سے لکھی گئی ہے کہاں تک لکھا جائے کیسے

لکھا جائے اگر ان مظلوموں کی داستان بالتفصیل لکھی جائے تو کئی کتابیں منشہ شہود پر آجائیں گی۔۔

قارئین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مسئلہ فلسطین صرف فلسطینییوں کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پوری امتِ مسلمہ کا مسئلہ ہے ہمیں ہر وقت اس کے متعلق فکرمند رہنا ہے بظاہر ہم یہاں سے کچھ نہیں کرسکتے لیکن ہمارے پاس ایک ہتھیار ہے جس کے ذریعہ حالات کو الٹ پھر کیا جاسکتا ہے اور وہ ہتھیار دعاِ ہے

قارئین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کہ جس نے ہلاکتِ نمرود کیلیے مچھر اور ابرہہ کے لشکر کی تباہی کیلیے ابابیل کو بھیجا تھا وہ ایک بار پھر اپنی قدرت سے **بیت المقدس** کی بازیابی کیلیے عمر ثانی اور کسی صلاح الدین ایوبی کو بھیج دے عرب حکمرانوں کی صفوں میں اتحاد پیدا فرماکر **القدس** کی بازیابی کیلیے کوئی شکل بنادے اور نہتے فلسطینی مسلمانوں کی مدد فرمائے اور ہمیں بھی القدس اور فلسطین کا دفاع کرنے والوں کی صفوں میں شامل فرمادے آمین

عبدالماجد بھیروی
{المتعلم بالجامعۃالاسلامیۃ دارالعلوم دیوبند}

•-------------••••••✦✿✦••••••-------------•

کفن اور قبرستان نے کیا کہا!

بقلم :- مولانا اظہار الحق بستوی

ان دنوں جان پہچان کے کئی لوگوں کے جنازوں میں مسلسل کئی روز تک قبرستان جانا ہوا۔ جانتے ہیں کفن اور قبرستان کیا کہہ رہے تھے؟

کفن کہہ رہا تھا: اے انسان! دیکھ تیرا آخری لباس کیا ہوگا! تجھے صرف تین غیر سلے ہوئے سفید کپڑے ملیں گے۔ جن سے تجھے لپیٹ دیا جائے گا اور جن میں کوئی نقش و نگار نہیں ہوگا۔ جس بدن کو سنوارنے کے لیے تم زندگی بھر نفیس کپڑوں کی چاہ میں رہتے ہو اس کا آخری لباس دیکھو۔ کفن نے مزید کہا: میں ہی دنیا کی آخری چیز ہوں جسے تم اپنے ساتھ قبر تک لے جاؤ گے۔ تمہارا حلال و حرام کا کمایا ہوا مال ومتاع اور تمہارے چھوڑے ہوئے بال بچے، دکان و مکان کچھ بھی تمہارے ساتھ نہیں جائیں گے۔ اس نے چیخ چیخ کر اور ہر آدمی کو پکڑ پکڑ کر یہ بات کہی۔

جب قبرستان پہونچے تو قبر کہہ رہی تھی: اے زائر! میں ہی تمہارا آخری ٹھکانہ ہوں۔ میں تنہائی کا گھر ہوں جہاں تم بالکل تنہا ہوگے۔ یہاں نہ تمہارے بال بچے ہوں گے اور نہ ٹولہ محلے کے لوگ جو تمہاری کچھ بھی مدد کر سکیں! میں کیڑے مکوڑوں کا مکان ہوں۔ میں اندھیرے اور وحشت کی آماجگاہ ہوں جہاں تمہیں برسہا برس بل کہ صدیاں گزارنی ہیں۔ مجھے دیکھو اور مجھے پہچانو! اور مجھے روشن کرنے کی کوشش کرکے آؤ کیوں کہ یہاں تمہیں قیامت کے قائم ہونے تک رہنا ہے۔ اگر تم نے میرے پاس بعافیت قیام کر لیا تو پھرآخرت کی دیگر منزلیں اور آسان ہوں گی۔ اور اگر تم مجھ سے غافل رہے، میرے دامن میں قیام کی کوئی تیاری نہیں کی، تو سمجھ لو کہ تم اپنا بڑا نقصان

کرو گے۔ ذرا میری مکانیت دیکھو! میرا حجم دیکھو۔ میری وسعت دیکھو۔ تم کشادہ گھروں اور بلڈنگوں کے رہنے والو! ذرا سوچو! کہ تم اتنی تنگ جگہ میں کیسے رہو گے اور وہ بھی تنہا اور وہ بھی منوں من مٹی کے نیچے۔

کفن اور قبر کی یہ باتیں سن کر میں ہِل گیا۔ میں تڑپ گیا۔ سہم اور ڈر گیا۔ کفن نے درست ہی کہا کہ میں اپنے آخری لباس اور اپنی آخری حالت سے غافل ہوں اور دنیاوی تکلف و آسائش میں مبتلا ہوں۔

میں نے قبر کے لیے اپنی تیاری چیک کی تو محسوس ہوا کہ میری تیاری بالکل ناقص ہے۔ میرے ذمے اللہ اور بندوں دونوں کے بے شمار حقوق باقی ہیں۔ نیکیوں کا تھیلا خالی جب کہ گناہوں کا جھولا بھرا ہوا ہے۔

میں اپنی اسی کیفیت سے دوچار بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے میرے رب نے رحم و کرم کی کرن دکھائی۔ اس نے دل میں یہ بات ڈالی کہ اے بندے! گھبرا مت۔ آگے بڑھ۔ توبہ کر۔ اپنی زندگی بدلنے کا فیصلہ کر۔ اور ہاں دیکھ کہ ابھی رمضان المبارک کی کچھ ساعتیں باقی ہیں جس میں ستائیسویں شب بھی ہے۔ ان لمحات کی قدر کرلے اور قبر کے لیے روشنی اور وسعت کا انتظام کرلے۔ اور سب سے بڑھ کر مجھے منالے۔ میری شریعت کو پوری طرح اپنا لے۔ میں تیری مشکلات آسان کردوں گا۔ تیری خطاؤں کو معاف کردوں گا اور تجھے روز محشر اپنی زیارت سے مشرف کروں گا۔ رہنے کے لیے جنت جیسی پر تعیش جگہ دوں گا۔

اے اللہ! کفن اور قبر کی بات سے میری آنکھیں کھول دے۔ میری دنیا بدل دے اور میرے گناہوں کو بخش دے۔ میرے اپنوں کی بھی اصلاح فرماکر انھیں اپنا بنالے اور ہمیں رمضان کے ان بقیہ لمحات کی خوب قدر دانی کی توفیق دے۔۔۔ آمین

نفسیاتی مسئلہ

بقلم :- مولانا ڈاکٹر محمد ارشد قاسمی

کورونا اب جسمانی ، سماجی سے آگے بڑھ کر ایک نفسیاتی مسئلہ بن چکا ہے اس کے ڈر اور خوف نے سماج کے بیشتر حصہ کو کہیں نہ کہیں متاثر کیا ہے نوجوان ، حساس افراد اور خواتین ڈپریشن کا شکار ہورہی ہیں میری کلینک پر روزانہ دسیوں ایسے مریض آتے ہیں جنکو واقعی کوئ پرابلم نہیں ہوتی مگر انھیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ سانس لینے میں دقت ہورہی ہے وہ گلے میں کچھ اٹکنے اور بخار کی شکایت کرتے ہیں حالانکہ انکا آکسیجن بھی نارمل ہوتا ہے اور میڈیکلی انکی جانچ کرنے پر ساری رپورٹس بھی نارمل ہوتی ہیں ۔دراصل یہ ڈپریشن کی علامات ہیں

ایسے مریضوں کی بہتر کونسلنگ ، اچھا سجھاو ، گھل مل کر رہنے کی ہدایات ، شفقت آمیز گفتگو اور بھر پور توجہ کے حصول سے علاج کی کوشش کرتا ہوں اس میں بہت حد تک کامیابی ملتی ہے ۔

ایسے موقع پر مذہبی افراد کی بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ انھیں حوصلہ دیں اور ایمان بالقدر کا مفہوم سمجھائیں ۔

ڈاکٹر ارشد قاسمی
شفاء چائلڈ کیئر لال گنج اعظم گڑھ

ہاں آپ سیکھ سکتے ہیں۔

بقلم :- مفتی توقیر بدر آزاد ، القاسمی

آج بہت سے ایسے فنون ہیں جنہیں،حامل اسناد ہونے کے بعد بھی ہم فضلائے مدراس/کالجز دلچسپی لیکر سیکھ سکتے ہیں کیونکہ دنیا واقف ہے کہ *ہماری مجہولات ہماری معلومات* سے ہمیشہ زیادہ رہا کرتی ہیں.اور اس میں کمی لانا اور لانے کی کوشش کرنا یہی *اطلبوالعلم من المھد إلی اللحد* کا پیغام بلیغ ہے.

آپ ریاضی جیومیٹری اور جغرافیہ سیکھ کر 'علم فلکیات' سے واقف ہو سکتے ہیں،تاکہ رویت ہلال، وقت طلوع و غروب اور سمت قبلہ وغیرہ کو علی وجہ البصیرت جان سکیں!اور 'العلمہ الذین یستنبطونہ' کی عملی تصویر بننے سے محروم نہ رہیں!

آپ ہندی، سنسکرت، عبرانی اور انگلش کے ابجدی حروف سے لیکر گرامر ولغات سے واقف ہو کر ان مشہور زبان کو برت سکتے ہیں،تاکہ آپ 'عالمِ کے لیے عالمِ کی باخبری' سے عہدہ برآ ہوسکیں!ادیان عالم سے براہ راست رو برو ہوسکیں اور دنیا سیکنڈ ہینڈ معلومات کا طعنہ نہ دے!

ریاضی و جیومیٹری کی بنیادی اشکال و اصول سے واقف ہوکر آپ زمین کی پیمائش کا فن سیکھ سکتے ہیں؛تاکہ جب کسی تنازع میں آپ کو عالم دین جان کر فیصل یا پنچ بنایا جایے تو علی وجہ البصیرت آپ اپنا فیصلہ سنا سکیں!

ہندی کے ساتھ آپ کیتھی ہندی و فارسی زبان بھی سیکھ سکتے ہیں اس سے آپ پرانے دستاویزات بآسانی پڑھ سکتے ہیں!

آپ مبادیات سائنس (سوشل، کاسمولوجکل، فزیکل، بایولوجیکل، کیمکل، کمپیوٹر سائنسز)سے واقف ہوکر مسائل کو بہتر انداز میں سمجھا سکتے ہیں.عام اعتراضات کا جواب دے سکتے ہیں. چھوٹی موٹی چیزوں کو ڈیفائن کرسکتے ہیں!

#####

اسی طرح کالجز کے ساتھی عربی (نحو وصرف بلاغت ومنطق) اور اردو زبان سیکھ کر قرآن کے مفاہیم اور سیرت پر لکھی کتابیں پڑھ کر مبادیات دین تک اپنی رسائی حاصل کرسکتے ہیں!

آپ تفسیر اصول تفسیر،حدیث و اصول حدیث،فقہ اصول فقہ اور علم کلام سے واقف ہوکر تراث اسلامی کی عظمت کا اندازہ لگا سکتے ہیں.آپ اصولی گفتگو سمجھ سکتے ہیں.

جب کہیں بحث ہو تو اس میں حصہ لیکر آپ درست نتائج تک پہونچ سکتے ہیں!

انکے علاوہ تاریخ، فلسفہ و ادب سے بھی شغف لازما رکھنا چاہیے!

امید کہ صاحب ہمت ان باتوں کو مثبت انداز میں لیکر اپنا اپنا لایحہ عمل طے کریں گے!ان سب فنون کو مرضیات رب کا ذریعہ جانکر اپنائیں گے اور انسانیت کے لیے بحیثیت انسان اور بحیثیت عبد رب کیا کچھ کرنے کی ذمہ داری ہماری ہم پر عائد ہوتی ہے اس سے سبکدوش ہونے کی سعی کرسکیں گے!

آج کے کچھ متفرق خیالات!

*دوستوں اور عزیزوں سے شیئر کر ان میں تحریک پیدا کرکے ایک بیداری کا کام کر سکتے ہیں!*

اللھم ارفع عنا البلاء والوباء

بقلم :- مفتی محمد اجوداللہ پھولپوری

کس کس کو روؤں اور کتنے اشک بہاؤں میں
گاؤں محلہ شہر شہر اجل کا ریلا نکلا ہے
سونی سونی گلیاں ہیں _____ اور سہمے سہمے لوگ
پتھر جل کر خاک ہوئے سب ایسا شعلہ نکلا ہے

پچھلے چند دنوں سے اموات کا جو سلسلہ چل نکلا ہے اللہ کی پناہ سوشل میڈیا پہ ہر طرف لاشیں بکھری پڑی ہیں اس سے پہلے کہ کچھ کی تدفین ہو پھر سے کچھ نئی اموات کا اعلان آجاتا ہے اب تو سوشل میڈیا کھولتے ہوئے بھی ڈر لگنے لگا ہے نا معلوم کتنی نئی لاشیں قلب و جگر کو جھنجھوڑنے کیلئے منتظر ہوں ان لاشوں میں علماء بھی ہیں صلحاء بھی دنیا دار بھی ہیں اور دین دار بھی مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی بچے بھی ہیں بوڑھے بھی نوجوانوں کا تو ایک نا رکنے والا سلسلہ چل پڑا ہے ان خبروں نے ایک سکتہ کی کیفیت پیدا کردی ہے۔ اللھم ارفع عنا البلاء والوباء
ان میں سے اکثر کی اموات کا تعلق کرونا سے ہوتا ہے ملک کی حالت انتہائی نازک ہے صحت کا شعبہ چرمرا چکاہے بہت سے جگھوں سے آکسیجن ختم ہورہا ہے جہاں ہے بھی وہا بہت تھوڑا سا بچا ہے ملک کا ذمہ دار بنگال میں پارٹی کو مضبوطی دلانے کیلئے خم ٹھونک رہا ہے اسے نہ تو ملک کی پروا ہے اور نا ہی ملک کے باشندوں کی پورے

ایک سال کا موقعہ تھا صحت کے شعبہ میں سدھار کیا جاسکتا تھا لیکن کسے فکر ہے جیسے تھالی بجوانے والے ویسے ہی تھالی بجانے والے یہ الگ بات کہ کرونا اب سب کی ہنسی اڑا رہا ہے اللہ تعالی ہم سب کو اپنی امان میں رکھے اور اس مہلک بیماری سے ہم سب کی حفاظت فرمائے نیز جنکو اس بیماری کا لاحقہ ہے انہیں شفاء کاملہ عاجلہ مستمرہ نصیب فرمائیں اور جملہ متوفین کے سیئات کو حسنات سے مبدل فرماتے ہوئے اپنی شایان شان جزاء و بدلہ نصیب فرمائے ...آمین

بلا شبہ تقدیر اپنا فیصلہ سناکے رہیگی جو کچھ ہوا جو کچھ ہورہا ہے اور جو کچھ ہونا ہے سب تقدیر کی ڈور سے باندھا جا چکا ہے سب کو اپنا لکھا مل کے رہیگا جس طرح ہم سب کا ہونا یقینی ہے ایسے ہی ہم سب کا جانا بھی یقینی ہے راستہ بھی متعین ہیں اور اسباب بھی یہ دنیا فانی ہے اسکا ہر فرد اسکی ہر شیئ فانی ہے باقی رہنے والے ذات صرف اور صرف اللہ کی ہے یا پھر وہ اعمال باقی رہنے ہیں جو اللہ کی نسبت اور اسکے تعلق سے کئے گئے ہوں

موجودہ اموات پر ہم ایک وقت تک کیلئے نرم ہوتے ہیں انا للہ پڑھتے اور پھر اپنے عمل میں مشغول ہوجاتے ہیں یہ اثر بہت دیر تک باقی نہیں رہتا جبکہ حقیقت یہ ہیکہ آج انااللہ پڑھنے والا کل انااللہ پڑھاجائیگا اور یہ سب کے ساتھ ہونا ہے سبکو فانی دنیا سے ابدی دنیا کا سفر اختیار کرنا ہے ضرورت ہیکہ سامان سفر کا جائزہ لیا جائے متاع آخرت کو جمع کیا جائے کمیوں کوتاہیوں پر کثرت سے استغفار کیا جائے آپسی رنجشوں کو معاف کیا جائے اللہ تعالی کو راضی کرنے والے اعمال و افعال کو یقینی بناجائے تا کہ یہ عذاب ہم سے دور ہو لوگوں کی بے چینیوں کا مداوا ہو غریبوں کو

مصیبتوں سے چھٹکارا ہو لیکن ہم وہ قوم ہیں جو ان مصیبتوں کے بعد بھی اپنی بدمستیوں سے باز آنے والے نہیں اتہام تراشی اور گالی گلوچ ہمارا بہترین مشغلہ ہے گناہ سے تو ہمارا چولی دامن کا ساتھ ہے اللہ تعالی ہم سب کو عقل سلیم نصیب فرمائے...!

موجودہ بیماری سے گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے حقیقی اسباب پہ غور کرتے ہوئے اس کو ختم کرنے کی فکر پیدا کرنے کی ضرورت ہے ظاہری سبب میں بس حد درجہ احتیاط کریں ہمیشہ ماسک پہنیں خاص طور پہ عوامی جگہوں پہ..... سماجی دوری بنائے رکھیں.... علامت پائے جانے پر خود کو تنہا کرلیں..... بچوں کو اپنے سے دور رکھیں خاص طور سے بوڑھوں اور شوگر کے مریضوں کے قریب نہ جائیں

اللہ سے تعلق کو مضبوط کریں اسے منائیں اس سے معافیاں چاہیں یقینا وہ ہم سب سے ناراض ہے ہم نے اس کی بہت نافرمانیاں کیں ہیں بس دعاء کریں کہ وہ ہم سب کو معاف کرتے ہوئے اپنی رضا نصیب فرمائے اور اپنے آپ سے عہد کریں کہ آئندہ اسکی نافرمانیوں سے بچتے ہوئے اسکی خوشیوں والے اعمال کو اپنی زندگی کا حصہ بنائینگے

اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام و من توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان۔ آمین

حقیقت بیانی اور تاریخ کے نام پر حقیقت اور تاریخ سے کھلواڑ

بقلم :- مولانا عبد الحمید نعمانی

ہندوتو اور سناتن سنکرتی کے نام پر عجیب عجیب نفرت انگیز اور خطر ناک قسم کے تماشے بھارت میں کیے جارہے ہیں ، یہ تماشا گر عناصر، منظم، سر گرم اور وسائل سے لیس ہیں ، وہ پوری شرارت و شر انگیزی کے ساتھ ، بڑی فن کاری سے، کسی بھی معاملے کو ہندو مسلم کے نام پر فرقہ وارانہ رنگ دے کر ، میل ملاپ کے ساتھ زندگی گزارنے والوں میں نفرت و عداوت کا بیج بو کر ان کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں ، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف، سر گرمیوں کو ہندوتو اور سناتن سنسکرتی کا تحفظ و فروغ کا نام دیا جاتا ہے ، پشپندر ،ونے سنگھ (طفیل چتر ویدی) یتی نر سنہا نند جیسے درجنوں افراد جدید ذرائع کا سہارا لے کر سماج میں زہر پھیلا نے کا کام کر رہے ہیں ، یہ الگ الگ عنوانات اور موضوعات پر یک بیک کام کرتے ہوئے ،مختلف سمتوں سے عوام خصوصاً نوجوان نسل کے اذہان و قلوب پر حملہ آور ہیں ، بیشتر افراد،مباحث کے تمام ماخذ سے واقف نہیں ہوتے ہیں اور نہ حوالے کے سلسلے میں یقینی حالت میں ہوتے ہیں ، یہ نفرت کے سوداگر اسی بے علمی اور بے یقینی کی حالت کا فائدہ اٹھا کر ان کے دل و دماغ پر قبضہ جما لیتے ہیں ، حالاں کہ ان میں سے کسی کا بھی اپنا مطالعہ و تحقیق نہیں ہے ، 95 فی صد سے زائد منصوبہ بند ، شر پسند مستشرقین انگریز مورخین اور صہیونی قلمکاروں کے اگلے نوالے کو ہی نگلتے اگلتے رہتے ہیں ، کچھ باتیں موجود ہیں ،لیکن ان کو منظر ،پس منظر

سے کاٹ کر پیش کیا جاتا ہے ۔ محمد بن قاسم بنام راجا داہر ، محمود غزنوی بنام جے پال ،محمد غوری بنام پرتھوی راج چوہان ،علاؤالدین خلجی بنام چتوڑ گڑھ و پدماتی ، بابر بنام ابراہیم لودھی ، رانا سانگا ، اکبر بنام مہارانا پرتاپ ، اورنگ زیب بنام شیواجی ،مراٹھے ، راجپوت، ٹیپو سلطان بنام انگریز ، ہندو رعایا میں کتنے قصے اور کہانیاں ہیں ، باہمی جنگ ، ہندو مسلم لڑائی تھی یا حکمراں بنام حکمراں کا معاملہ تھا ، آج کی تاریخ میں ہندو تو وادی قلم کار اور پرچارک ، راجا داہر ، پرتھوی راج چوہان ، رانا سانگا ،مہارانا پرتاپ ، شیواجی وغیرہم کو ہندوتو اور سناتن سنکرتی کا محافظ اور ہندو سماج کا ہیرو بناکر پیش کیا جاتا ہے ، آدمی جس سماج اور طرز و نظریہ حیات سے وابستگی رکھتا ہے اس کی تھوڑی بہت جھلک اس کی زندگی اور عمل میں تو لازماً ہوگی لیکن اجتماعی عوامی نمائندگی اور نظریہ و طرز حیات کی اصل بنیادی نمائندگی اور رول کو لے کر آئیڈیل کی بات بالکل دوسری ہے ، جب تک آئیڈیل کا معاملہ طے نہیں ہوجاتا ہے تب تک ہندوتو اور سناتن سنسکرتی کے نمائندے قرار دے کر سماج کو اس کی طرف رجوع کی بات سراسر بے دانشی ہوگی ۔ راجا داہر ، جے پال ، پرتھوی راج چوہان ، مہارانا پرتاپ ، شیواجی وغیرہم نے بھارت کے سماج کے سامنے کیا بہتر قابل تقلید طریق زندگی ، اپنی کس کس حیثیات میں پیش کیے تھے ، جب تک مربوط و منظم طور پر کائنات اور سماج کے سامنے واضح شکل میں انسانی معاشرے کے پیش نظر نہیں ہوں گی ، تب تک سماج میں ان کو ہیرو اور ماڈل کے طور پر پیش کرنے کا کوئی معنی و مطلب نہیں ہے ، منو وادی سماج کی معلوم عہد سے یہ دقت رہی ہے کہ اس نے آج تک کسی بھی آئیڈیل کے حوالے سے کوئی بھی مکمل نظام کائنات و

حیات اور طرز حکومت کو نمونے کے طور پر پیش نہیں کیا ہے ، رام یا کرشن کے نام سے بھی کوئی با قاعدہ دستور حیات انسانی سماج کے سامنے لانے کی جرأت و ضرورت محسوس نہیں کی ہے اور نہ اس کو اجتماعی عمل کا روپ دیا ہے ، یہ اس لیے بھی ممکن نہیں ہو سکا ہے کہ معروف عظیم شخصیات کو انسانی زمرے سے باہر کردینے کے سبب آئیڈیل کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا ہے ، معبود یا انسانی زمرے سے باہر کی مخلوق انسانی سماج کے لیے آئیڈیل قرار نہیں پاسکتی ہے ، اس نزاکت و حقیقت کو آر ایس ایس کے بانی ڈاکٹر کیشو بلی رام ہیڈ گیوار نے سمجھتے ہوئے اپنے نا یاب مطبوعہ خطاب میں تبصرہ کیا ہے ، لیکن آئیڈیل گم کر چکے سماج میں پیدا ہونے کے سبب اپنے عقیدہ و تصور کے مطابق اکثر یتی سماج کے سامنے مستند اور تاریخ پر مبنی آئیڈیل پیش کرنے سے قاصد رہے ہیں ، دوسرے سنگھ سر سنچالک مادھو سداشیو گولولکر انتہائی قابل تعلیم یافتہ اور وسیع مطالعہ کے حامل تھے ، تاہم وہ بھی کوئی بھی آئیڈیل انسانی سماج کے لیے بہ طور مرکز و مرجع کے پیش نہیں کر سکے ہیں ،صرف موہوم مفروضات و تعبیرات سے مخاطب کو بہلانے کی کوشش کی ہے ۔ کوئی تاریخی مستند آئیڈیل پیش نہ کرسکنے کی حالت میں پروجوں ، اور نسل پرستی کو زندگی اور سماج کے لیے آئیڈیل بنا کر پیش کرنا بے معنی سی بات ہے، یہ مان لینا کافی نہیں ہے کہ ہم اس وطن کے اباء و اجداد کی اولاد ہیں ، اس کا نہ تو وطن میں پیدا ہونے والے باشندوں میں سے کوئی انکار کرتا ہے ،اور نہ مفروضہ طور سے محض ماننے سے اس کا کوئی تعلق ہے ،دستور حیات اور خالق اور کائنات کے تصورات کے تناظر میں محمد بن قاسم،راجا داہر ، غوری /پرتھوی راج چوہان ،اکبر، مہارانا پرتاپ، اورنگ زیب /

شیواجی سے رشتے اور وابستگی کا سوال قطعی بے معنی اور غیر ضروری ہے ، ان کے تعلق سے زیادہ سے زیادہ جو بحث ہوسکتی ہے کہ حکمراں کس طور کے تھے اور ان کے عروج و زوال میں کیا اسباب و عوامل کار فرما تھے ، تاریخ میں ان کا رول طے اور درج ہوچکا ہے اب حال میں نئے مفروضات پر ان کا بہتر مطالعہ و تجزیہ نہیں کیا جاسکتا ہے ، فرقہ پرست عناصر معروف تاریخ سے الگ بنیاد فراہم کرنے کی پوزیشن میں اس وقت ہوتے جب انھوں نے کوئی اپنا تاریخی ریکارڈ محفوظ رکھا ہوتا، تاریخ کی جہت کو طے کرنا بھی ضروری ہے ، ہندو تو وادی عناصر ، نام نہاد مورخین کو اپنی منزل کا ہی پتا نہیں ہے ، ایک طرف ایک ہزار سال غلامی سے آزادی کی بات کی جاتی ہے ،جس سے ان کے بہ قول ، ڈر اور زبردستی سے تبدیلی مذہب کرنے کرانے کی تشہیر کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اب آزادی آچکی ہے ، سناتن سنسکرتی اور ہندو تو کا بول بالا ہے ، گھر واپسی ہونا چاہیے تودوسری طرف کہا جاتا ہے کہ ایک ہزار سال غلامی کی بات،ہندو تو اور سناتن سماج کو احساس کمتری اور بزدلی میں مبتلا رکھنے کے لیے پھیلائی گئی ہے ، یہ رومیلا تھاپر اور عرفان حبیب جیسے لوگوں کی منصوبہ بند تاریخ نگاری اور مسلمانوں کی طرف سے جاری پروپگینڈا کا نتیجہ ہے ، یہ پسپندر ،چترویدی ، امیش ، گوند وغیرہ پورے ملک میں گھوم گھوم کر پرچار کر رہے ہیں ، یہ لوگ مورخ کے طور پر ملک یا بیرون ملک میں کوئی خاص شناخت و حیثیت نہیں رکھتے ہیں ، تاہم اگروہ اپنے تاریخی موقف کو لے کر کچھ بھی یقین و اعتماد رکھتے ہیں تو وہ تاریخی جہت طے کر کے سامنے آئیں ، صرف مسلمانوں کو ملیچھ قرار دے کر من گھڑت کہانیوں سے مستحکم ماضی میں طے ہوچکے کردار کو بدلا نہیں

جاسکتا ہے ۔ تاریخ ،ماضی کے ریکارڈ سے عبارت ہے ، اسے رقاصہ کے مانند اپنی ذاتی پسند اور ذوق کے مطابق رقص کرانے کی بد ذوقی سے انسانی سماج میں وقار حاصل نہیں ہوسکتا ہے ، تاریخی جہت طے ہوجانے کے بعد تاریخی موقف رکھنے کی بہتر پوزیشن میں ہوں گے ،ویسے بھی یہ جھوٹ ہے کہ رومیلا تھاپر اور عرفان حبیب وغیرہ نے اپنے لٹریچر اور ہندستانی مسلمانوں نے ایک ہزار سالہ غلامی کا تصور پیش کر کے ہندو اکثریت کو احساس کمتری و غلامی میں مبتلا کر دیا ہے ، یہ متعین حوالے کی نشاندہی کے ساتھ بتانا چاہیے کہ ایسا نھوں نے کب اور کہاں لکھا ہے ؟حقیقت تو یہ ہے کہ حکمراں ، رعایا،ہندو مسلم دونوں رہے ہیں ، اگر مغل حکومت و حکمرانی کا وجود نہیں تھا تو مہارانا پرتاپ پوری زندگی کس سے نبرد آزما رہا اور اس کی موت کے بعد میواڑ کا بیشتر حصہ کس کے ہاتھ میں چلا گیا تھا؟۔بہت سے ہندو راجاؤں نے ماتحتی قبول کرلی تھی؟۔جھوٹ پر احساس فخر کی عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی ہے ۔ رائے آنند کرشن کی کتاب" اکبر" بھارت سرکار کے پبلی کیشنز ڈویژن وزارت اطلاعات و نشریات نے شائع کیا ہے اس سے ہندو تو وادیوں کے جھوٹے دعوے کی قلعی کھل جاتی ہے ۔ حقیقت اور تاریخ کی اپنی ایک جگہ ہے اس سے کھلواڑ ،حقیقت بیانی اور تاریخ قرار نہیں پاسکتی ہے ۔

noumani.aum@gmail.com

امارتِ شرعیہ پٹنہ کے امیر..... اہلیت وشرائط کے آئینے میں

بقلم :- مولانا رضوان احمد قاسمی منوروا شریف سمستی پور بہار

امیرشریعت سابع حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کی وفات حسرت آیات کے بعد سے ہی مختلف خیالات سامنے آرہے ہیں. امیرشریعت ثامن کے لئے متعدد اسماء گرامی گردش میں ہیں اور امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے پُروقار منصب کے لئے کئی اکابر زینتِ تحریر بن چکے ہیں. حالانکہ یہ کام صرف ارباب حل وعقد کا ہے. یہ ذمہ داری صرف مجلس شوریٰ کی ہے اور یہ اختیار صرف امارت شرعیہ سے منسلک اصحاب اختیار کا ہے کہ امیرشریعت ثامن کے لئے موزوں ترین شخصیت کون ہے؟ اور بہار. اڑیسہ وجھارکھنڈ کے طویل و عریض خطہ سے کس بزرگ ہستی پہ نظر انتخاب جمنی چاہیئے ؟ لیکن چونکہ انتخاب امیر کی کوئی بازگشت سنائی نہیں دے رہی ہے اس لیے امارت شرعیہ سے محبت رکھنے والے از خود نئے نئے افراد کا نام پیش کر رہے ہیں

ایسے میں ظاہر ہے کہ بغیر استحقاق و استشار کے آگے بڑھ کر مشورہ دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں . لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ نے اگر اپنی قدیم روایت کو پھر سے دہرالیا ہوتا اور آٹھویں امیرشریعت کا جلد از جلد انتخاب کر لیا ہوتا تو شاید یہ نوبت ہی نہ آتی.... امیرشریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی کا انتقال 3 رمضان المبارک 1411ھ کی شب میں ہوا اور صرف گیارہ ایام کےبعد 14 رمضان المبارک 1411ھ مطابق 31 مارچ 1991ء

کو امیرشریعت خامس کا انتخاب ہوگیا تھا ....اس کے برخلاف امیرشریعت سابع کے انتقال کو ابھی تک 17.18 ایام بیت چکے ہیں مگر نئے انتخاب کی کوئی پیش رفت سننے کو نہیں ملی ہے جبکہ اس وقت بھی رمضان ہی کا مہینہ تھا اور موجودہ حالات میں بھی رمضان ہی کا مہینہ ہے. اور وہ وفات بھی کسی اور کی نہیں تھی بلکہ ابھی کے وفات یافتہ امیرشریعت سابع ہی کے والد محترم کی تھی جنھوں نے 34 سالوں تک مسند امارت کو زینت بخشی تھی اور جن کی خدمات ہمارے امیرشریعت سابع کی خدمات سے بدرجہا زائد تھیں اس کے باوجود فی الفور مجلسِ شوریٰ بلالی گئی تھی.....

البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ اُس وقت جن کا انتخاب ہوا تھا وہ بہت پہلے سے عہدہ نیابت پر فائز تھے جبکہ آج کی پوزیشن یہ ہے کہ جنھیں مجلس شوریٰ بلانے کا اختیار ہے وہ ابھی ابھی نائب نامزد ہوئےہیں.اسی طرح ایک فرق یہ بھی ہے کہ اُس وقت لاک ڈاؤن کا کوئی مسئلہ نہیں تھا جبکہ آج یہ عفریت بھی ہمارے درمیان ہے ۔

الغرض سوشل میڈیا پہ از خود مشورے دینے والوں کا مشورہ اگر غیر مناسب ہے تو اس کاموقع بھی کہاں سے فراہم ہوا ہے؟ اسے بھی دھیان میں رکھنا ضروری ہے بہرحال آج نہیں تو کل.... انتخابِ امیر.... تو ہونا ہے اور کسی نہ کسی بزرگ کو نئے امیرشریعت کے طور پہ ہمیں تسلیم کرنا ہے اس لیے فطری طور پر یہ تجسّس ہرکسی کو ہوسکتا ہے کہ آخر امارت شرعیہ کے امیر شریعت بننے کا معیار کیا ہے؟ وہ کون سےشرائط ہیں جنہیں سامنےرکھتے ہوئے امیرشریعت کا انتخاب ہوتا ہے؟ اور کس اہلیت کے فرد کو اس منصب کےلئے منتخب کیا جاتا ہے؟ تو اس سلسلے میں یقیناً امارت شرعیہ کے دستور و تاریخ میں مکمل وضاحت موجود ہوگی لیکن افسوس کہ فی الحال وہ

دستور یا تاریخ امارت میرے پاس نہیں ہے البتہ بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابوالمحاسن سید محمد سجاد کی سوانح حیات........ محاسن التذکرۃ (حیات ابوالمحاسن)..مؤلفہ مفتی اختر امام عادل صاحب قاسمی ..... میرے سامنے ہے اسی میں بانی امارت شرعیہ کا ایک ایسا مکتوب بھی ہے جس سے امیرشریعت کی اہلیت و شرائط اور اختیارات واضح طور پر متعین ہوجاتی ہیں

بانی امارت کا وہ مکتوب درحقیقت ایک دعوت نامہ ہے جو امیرشریعت اول کے انتخاب کے لیے جاری کیا گیا تھا اسی لیے اس مکتوب میں امیرشریعت کے تعلق سے ہر پہلو کی تعیین و وضاحت کر دی گئی ہے. حضرت مولانا سجاد فرماتے ہیں کہ امیر شریعت وہی منتخب ہوسکتا ہے

(1) جو عالم باعمل اور صاحب فتویٰ ہو. جس کا علمی حیثیت سے زمرہ علماء میں ایک حد تک وقار و اثر ہو تاکہ علماء کرام اس کے اقتدار کو تسلیم کریں. اسی طرح امیرشریعت منتخب ہونے والے کے لیے صاحب بصیرت ہونا بھی ضروری ہے تاکہ نہایت تدبیر کے ساتھ احکامات نافذ کرے

(2) مشائخ طریقت میں سے صاحب وجاہت ہو اور اس کے حیطہ اثر میں اپنے صوبہ کے مسلمانوں کی ایک معتدبہ جماعت اس حیثیت سے موجود ہو کہ عوام و خواص اس کے اثر سے متاثر ہوں اور تنظیم شرعی اور اجتماعی قوت جلد سے جلد پیدا ہوسکے

(3) حق گوئی و حق بینی میں نہایت بےباک ہو اور کسی مادی طاقت سےمتاثر و مرعوب ہونے کا بظاہر اندیشہ نہ ہو

(4)مسائل حاضرہ میں بھی ایک حدتک صاحب بصیرت ہواورتدبیرکےساتھ کام کررہا ہو

(5) لاپروائی اور خود رائی کے مرض سے پاک ہو

(حیات ابوالمحاسن صفحہ نمبر 485.86)

یہ ہیں وہ بنیادی اوصاف و شرائط. جنھیں سامنے رکھتے ہوئے امیرشریعت کا انتخاب ہوتا ہے. گویا امیرشریعت کے لیے صرف عالم و مفتی اور متقی و جری ہونا کافی نہیں ہے بلکہ صاحب طریقت ہونا بھی ضروری ہے اور وہ بھی ایسا شیخ وقت جوکہ اپنے دور کے مشائخ طریقت میں صاحب وجاہت بھی ہو

اسی طرح امیرشریعت کے کام اور اختیارات سے متعلق بانی امارت لکھتے ہیں کہ

(1) امیر کے اختیارات محدود ہونگے. وہ نہایت مدبراور مصالح شریعت سے واقف ہوگا یعنی مسائل متفقہ منصوصہ کو نافذ کرے گا

(2)مقاصد و مسائلِ اعلاء کلمۃ اللہ پر ہمیشہ نگاہ رکھے گا اور ان کے متعلق خصوصیت کے ساتھ احکامات نافذ کرتا رہےگا

(3) وہ ایسے احکامات نافذ کرےگا جن سے بلاامتیازِ فِرَق تمام امت مسلمہ کی فلاح و بہبود مقصود ہو

(4) فروعی و مختلف فیہ مسائل کے اجراء و تنفیذ کو اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا کہ جن کی اجتماعی زندگی میں کوئی احتیاج نہیں ہے

(5) مختلف فیہ مسائل کے بحث و تمحیص کو نہیں روکے گا لیکن جنگ و جدال اور فساد کو دفع کرنے کی ہمیشہ کوشش کرےگا

(6) اس کا ہرعمل اور ہرخیال تمام فرق اسلامیہ کےلئے واجب الاتباع نہیں ہوگا.

جس عالم کی تحقیق امیر کی تحقیق کے خلاف ہو اور اس بناء پر اس مسئلہ خاص میں

امیر کی اتباع نہ کرے تو کوئی حرج نہیں. وہ عالم ہر گز مستحق طعن نہیں اور نہ اس کی بیعت ٹوٹ سکتی ہے

(7) اور امیر کا طریق کار یہ ہوگا کہ چیدہ چیدہ علماء کی ایک مجلس شوریٰ ہوگی جن سے مشاورت کے بعد باصول شریعت امیر فیصلہ کرے گا

(حیات ابوالمحاسن صفحہ نمبر.86. 483.84)

مذکورہ بالا تفصیلات کو بار بار پڑھئے اور فیصلہ کیجئے کہ امیر شریعت ثامن کے لئے جتنے علماء کرام کے نام آج گردش میں ہیں ان میں سے کتنے حضرات متعینہ معیار پہ اترتے ہیں؟

فقط... رضوان احمد قاسمی منوروا شریف سمستی پور بہار.

7 رمضان المبارک 1442ھ مطابق 20 اپریل 2021ء